

"A CRITICAL EDITION OF DIWAN-E-MAULANA BADRUDDIN HILALI USTRABADI, A POET OF 16th CENTURY WITH INTRODUCTION AND NOTES"

THESIS

SUBMITTED FOR THE AWARD OF THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

PERSIAN

BY

AFRIN BANO

Under the Supervision of

PROF. S.K.F. HUSAINI

DEPARTMENT OF PERSIAN
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH
(INDIA) 2019

پیش گفتار

ای نـــام تـــو بهتـــریـــن ســـر آغـــاز
بـــی نـــام تـــو نـــامـــه کـــی کـــنـــم بـــاز

تحقیق وتہذیب کا تعلق جسم وروح سے ہے انسانی فطرت ہمیشہ اس کی خواہاں رہی ہے کہ وہ حقیقت سے واقف ہوسکے زندگی کے ہر شعبے میں تحقیق اپنی کارگزاریاں دکھاتی رہی ہیں ادب زندگی کا آئینہ دار ہے۔اس لئے وہ بھی اس سے مبرّا نہیں ہوسکتا۔لغات میں تحقیق کے معنی کھوج، تفتیش، دریافت، چھان بین کے دیئے ہیں۔کسی شاعر یا ادیب کے سلسلے میں اس کی تخلیقات کومن وعن دیکھنے کی کوشش ادبی تحقیق کہلاتی ہے انسان کا یہ مادہ تحقیق وتفتیش پر آمادہ کرتا ہے اور بات صرف جذبہ تجسس کی ہی نہیں بلکہ عبرت ونصیحت کے سامان کی بھی ہے زندگی کسی مزدور کی ہو یا تاجر وصنعت کار کی، حالات کسی شاعر یا ادیب کے ہوں یا کسی جاہل کے، ان کے اندر اثر پذیری کا سامان یقیناً ہوتا ہے ضرورت صرف آنکھوں سے دیکھنے کی اور بصیرت باطنی کی ہے۔

فارسی ادب میں تحقیق کا دائرہ کافی وسیع ہے اور ایسے بے شمار ادیب وشعراء ہیں جن کے احوال وتخلیقات ہنوز معرض اخفا میں ہیں۔تحقیقی کام کے لئے مولانا ہلالی کی امتیازی حیثیت کو نظر میں رکھتے ہوئے زیر نظر عنوان **''تصحیح وتدوین دیوان ہلالی''** کا انتخاب کیا ہے اس موضوع کو انتخاب کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ مولانا ہلالی تیموری دور کے اختتام اور صفوی دور کے آغاز کے مشہور اعلیٰ سخن دار اور قابل تحسین شاعر کی طرف توجہ کم دی گئی۔اس بنیاد پر راقمہ نے اپنی پی۔ایچ۔ڈی کے موضوع کے لئے ہلالی کے دیوان غزلیات کی تصحیح وتدوین کا انتخاب کیا تا کہ ان کی غزلوں کو منظر عام پر لایا جاسکے اور ان کا حق دلایا جاسکے جس کے وہ مستحق ہیں۔

دیوان غزلیات مولانا ہلالی کی تدوین مقدمہ وحواشی پر مشتمل ہے اس مقالے کو درج ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اوّل: مقدمہ

حصہ دوم: متن دیوان ہلالی

حصہ اوّل، مقدمہ کے تحت تمہید کے بعد مولانا ہلالی کے مختصر سوانحی حالات اور کلام کا اجمالی تعارف شامل ہے شاعر کے نام، تاریخ ولادت، خاندان، عادت واطوار، ہم عصر شعراء اور معاصرین، اعتقاد ومذہبی زندگی کا اہم حادثہ، وقت سے متعلق اہم امور کو زیر بحث لانے کی کوشش کی گئی ہے اس کے علاوہ ہلالی کے مختلف اصناف سخن کا تنقیدی جائزہ بھی لیا گیا ہے اور مشخصات کلام پر روشنی ڈالی گئی ہے، بعدازاں ہلالی کے مختلف نسخوں کا تعارف بھی اس میں شامل ہے۔

حصہ دوم: ہلالی کے دیوان غزلیات پر مبنی ہے اس تحقیقی کام کیلئے جن نسخہ ہای خطی سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں رام پور رضا لائبریری کے تین خطی نسخے موجود ہیں ان میں ایک نسخہ جو مکمل حالت میں ہے، اس کو اساس بنایا گیا ہے اور دوسرے دو نسخے ناقص ہیں دیگر نسخوں میں مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے تین نسخے اور سالار جنگ میوزیم کے ایک نسخے سے استفادہ کیا گیا اس کے علاوہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ کے نسخے پیش نظر تھے لیکن ان نسخوں کو مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخے خستہ حالت میں ہیں اسی لئے میں ان تمام نسخوں سے استفادہ نہیں کر پائی۔

مشتملات ومحتویات کے اس اجمالی ذکر کے بعد اب مرحلہ تقریظ کا ہے اور دلی جذبات کے متقاضی ہیں کہ اس دیوان کی تصحیح وتدوین کی تیاری میں جن لوگوں کی اعانتیں شامل رہی ہیں ان کے خدمت میں تشکر ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ سب سے پہلے میں اپنے راہنما اور اس مقالے کے نگراں استاد کی حیثیت سے پروفیسر سیدہ خورشید فاطمہ حسینی کو گلہائے تلمذانہ نذر کرتے ہوئے شکریہ کے چند سطور لکھنے کی جرأت کر رہی ہوں۔

یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ آپ کی معاملہ فہمی، تدبیر وفراست، ذہانت وفطانت، تمام علوم سے گہری مناسبت اور تاریخ وادب میں وسیع النظر ہیں، کثرت مطالعہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس سال انھیں حکومت کی طرف سے پریسیڈنٹ ایوارڈ بھی عطا ہوا، طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت آپ کے یہ وہ اعلی صفات ہیں جو بیک وقت آپ کی ذات میں جمع ہیں۔

آپ کی اسی عالمانہ سرپرستی اور مشفقانہ رہبری نے اس مقالے کو دریافت سند دکتری کے قابل بنایا۔ جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باجود ہر ہر قدم پر میری رہنمائی کی، مجھے نسخہ پڑھنا سکھایا اور پوری توجہ وانہماک کے ساتھ دیوان کے ایک ایک شعر کو پڑھ کر مجھے بتایا۔ ان کے طرز فکر اور خیالات سے میں نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا ہے۔

خوشی وغم کے مابین میں اپنے مشفق والدین کی عنایتوں اور نوازشوں کو فراموش نہیں کرسکتی جن کی آغوش تربیت اور دعاؤں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔ جنھوں نے ہر موقع پر عنایت کی بارشیں کیں کہ میں علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کروں۔ ایسے پر مسرت موقع پر میں اپنے بھائی انذر خان کی کاوشوں کو نظر انداز نہیں کرسکتی جنھوں نے حیدر آباد کے سفر کے دوران مشقتیں برداشت کر کے ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی اگر ان کا تعاون میرے ساتھ نہیں ہوتا تو شاید اس تحقیقی کام کی تکمیل میرے لئے ممکن نہ ہوتی۔ نیز میں اپنے تمام افراد خانہ کی متشکر ہوں جن کی نیک خواہشات شامل حال رہی ہیں۔ خصوصاً میں اپنے والدین کی نہایت ممنون ہوں جن کی دعاؤں اور تشویق سے یہ تحقیقی کام پائے تکمیل کو پہنچا۔

پھر میں اپنے شعبۂ فارسی کے تمام اساتذہ اور بالخصوص پروفیسر سید محمد اصغر، رئیس شعبۂ فارسی کی ممنون ومشکور ہوں جنھوں نے میری ضرورت کے وقت رہنمائی کی۔

جناب ڈاکٹر احمد نوید یاسر ازلان حیدر کی بے حد شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اپنا قیمتی وقت اپنے مفید اور گرانبہا مشوروں سے نوازا۔ اور اس کے ساتھ ہی میں رضا اظہری، سیمینار لائبریرین شمیم بھائی، مولانا آزاد لائبریری اور شعبۂ مخطوطات کے تمام کارمندوں، رامپور رضا لائبریری کے ڈاکٹر ابو سعد اصلاحی اور حیدر آباد سالار جنگ میوزیم کے ڈائرکٹر احمد علی صاحب اور مخطوطات کے انچارج اور دیگر اراکین کی خدمت میں تشکر پیش کرتی ہوں۔ آخر میں اپنے تمام دوستوں اور شعبۂ فارسی کے اراکین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی اعانت بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمیشہ میرے ساتھ رہیں۔

تحقیق وتنقید کی دنیا میں کوئی چیز حرف آخر نہیں ہوتی۔ مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس ہے ممکن ہے اس مقالے کے بعض گوشے اب بھی یقیناً تشنہ لب ہوں گے اور آنے والے دنوں میں کوئی محقق یا ناقد اس کی نشاندہی کرے۔

یہ ہفت خوان طے کرنے میں مجھے کس حد تک کامیابی ملی ہے اس کا فیصلہ اہل ذوق ہی کریں گے۔ آخر میں معلم اخلاق حضرت شیخ سعدی کی زبان میں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ

بگفتا من گل ناچیز هستم
ولیکن مدّتی با گل نشستم
جمال هم نشین در من اثر کرد
وگرنه من همان خاکم که هستم

آفرین بانو
شعبۂ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

مقدمہ

تمہید:

دنیامیں وہیں قومیں اورنسلیں عزت ووقار کے ساتھ زندہ رہتی ہیں جواپنی تاریخی اورتمدن روایات کواپنے لئے نہ صرف سرمایہ افتخار سمجھتی ہیں بلکہ اسے وقیع ترین میراث بھی سمجھتی ہیں جس قوم نے اپنی تمدنی روایات کواپنے سینے سے لگایاوہی آج سرفرازاورسربلند ہےان میں سرفہرست جس تمدنی روایات کانام آتا ہےوہ ایران ہے:

تازه خواهی داشتن گر داغهای سینه را

گاهی گاهی باز خوان این قصّه پارینه را

فارسی زبان کی تمدنی روایات صدیوں پرانی ہےفارسی زبان اپنی تمدنی قدامت کے اعتبار سے دنیا کی اہم اور قدیم زبانوں میں سے ایک ہے جوعلمی خزانہ اورشعروادب کے گنجہائے گراں مایہ کی وجہ سےغیر معمولی قدروقیمت کی حامل ہے۔اس کا مطالعہ درحقیقت ایک مخصوص تہذیب اورایک مخصوص نظام معاشرت کا مطالعہ ہےحیرت کی بات یہ ہے کہ سینکڑوں سال گزرنے پربھی ان روایات میں کہنگی یا افسردگی کے آثار پیدانہیں ہوئے بلکہ اس کے برعکس ہر مرحلےمیں ان میں شگفتگی اورتازگی آتی رہی اوراس کے ساتھ ساتھ زبان کے خدوخال بھی سنورتے گئے چاہےوہ سامانی دورہویا ساسانی دورہو،یاپھرسلجوقی دور،فارسی شعروادب کا یہ قافلہ ترقی کے منازل طے کرتاہواتیموری وصفوی دورمیں داخل ہواجہاں پہنچ کراس کی رفتارمیں کمی آگئی کیونکہ یہ دورقومی یکجہتی کا دور ہےفن نقاشی،خوشنویسی اورفن تعمیرات کا دور ہےاس دورکوپوری طرح سےادبی انحطاط کا دور کہنا مناسب ہوگا کیونکہ ان دونوں دور کے سلاطین اکثراوقات جنگ و جدال میں مصروف رہتے تھےمذہب وفرقہ میں بنٹے ہوئے تھےلیکن اس کے باوجودان لوگوں نےعلوم وادب کی سرپرستی بھی کی جس کی ایک الگ حیثیت ہےتذکروں کی روسے پتہ چلتا ہے کہ بعض تیموری وصفوی بادشاہ خودبھی شاعر تھےمثلاً شاہ رخ مرزا،ابوسعید مرزااورتیموری دورکے آخری بادشاہ ابوالغازی سلطان حسین بایقرااوران کے رفیق علم پروروزیر

میر علی شیر نوائی اور صفوی بادشاہوں میں شاہ اسمعیل صفوی، شیبانیوں اور ازبکوں وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے اور ان کے دربار سے بہت سے مورخ، عالم، مصنف اور فقیہ وابستہ تھے اور شعراء کا ایک بڑا مجمع ان کے یہاں موجود تھا۔ تیموری و صفوی دور کے مشہور شعراء و ادباء میں مولانا جامی، میر علی شیر نوائی، خواجہ آصفی، مولانا جلال الدین دوّانی، ملاّ حسین واعظ کاشفی، اہلی شیرازی، مولانا ہاتفی علی نقی، بابا فغانی، اہلی ترشیزی اور مولانا ہلالی وغیرہ کا نام آتا ہے۔

اس دور کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فارسی زبان و ادب کو ایران سے باہر بالخصوص ہندوستان میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا کیونکہ سلاطین مغل شعراء اور ادباء کی بھرپور سرپرستی اور حمایت کر رہے تھے اور زر و گوہر نثار کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شعراء، ادباء اور دیگر ہنرمندوں کی ایک بڑی تعداد شہرت و ثروت کی وجہ سے برصغیر ہند و پاک کا رخ کر رہی تھی لیکن مولانا ہلالی کے دل میں اپنے وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر موجود تھی اس لئے ہلالی نے اپنے وطن میں رہ کر ہی شعر و شاعری کے فن کو آزمایا اور اپنی جولانی طبع کے جوہر دکھائے مولانا ہلالی تیموری دور کے اختتام اور صفوی دور کے آغاز کے مشہور غزل گو شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن اس مایہ ناز شاعر کا کلام بے اعتنائی کا شکار تھا ان کی شاعرانہ عظمت کا اندازہ ان کے معاصرین کے اظہار خیال اور ان کے کلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح فردوسی، خیام، نظامی، سعدی اور رومی جن کا نقد کلام وغیرہ منظر عام ہوا جن کی تابانی آج بھی زمانے کی نگاہوں کو خیرہ کئے ہوئے ہے اور ان کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ نہ صرف ان کی باکمال ہونے کی روشن دلیل ہے بلکہ ان حضرات نے تاریخی شاعری میں ہمیشہ کیلئے اپنی جگہ بنالی ہے اور دنیا ان کی شاعرانہ عظمت اور فنکارانہ قدرت کو تسلیم کر چکی ہے۔ لیکن بہت سے ایسے شاعر بھی گذرے ہیں جن کی شاعری تو درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے، لیکن وہ گمنام ہے ایسے ہی شاعروں میں مولانا ہلالی ہیں۔ لیکن ہلالی کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کرنے سے پہلے ان ادوار میں گزرے ہوئے سیاسی و سماجی و ادبی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے ان دور کے بادشاہوں کا بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

Abstract

Maulana Hilali was a famous and highly intelligent poet, especially in Ghazal, during the later half of 15^{th} and first half of 16^{th} century. He was a prolific Persian poet, who followed the sabk-e-Hindi style. Hilali was born in 1470 in ustrabaad and spent his early years in his native town, Ustarabad. Later on, he moved to Herat and became a member of Sultan Husain Bayqara, where he came in contact with Ali-Sher Navai. Under his able guidance, Hilali grew as a fine poet and became famous in his span. Hilali saw the rise of two powers, Safavids and Uzbeks, during his stay in Herat. And the conquest by Obaidullah Khan Uzbek, led to the public execution of Hilali in 1529. He was executed on the assumption of being a Shia.

The literary oeuvre of Hilali is one of the most original and polished in Persian literature. His poetry carries innovative thoughts, which the other poets of his time lacked. Another important feature of his work is that it contains both similes and metaphors.

Hilali has written poems in almost all the genres of Persian poetry; like: Qasida, Masnavi, Ghazal, Qata, Tarjeeh band, Tarkeeb band and Rubaie, which shows his versatility as a poet. Hilali wrote Diwan-e-Ghazaliyat which contains 213 ghazals and 1201 couplets. Moreover, it also comprises of qaseeda, 2 mathnavi and miscellaneous poetry of about 150 couplets as well.

The present research entitled “A Critical Edition of Diwan-e-Maulana Badruddin Hilali Ustrabadi, a Poet of 16th Century with Introduction and Notes” deals with the Ghazliyat of Helali Ustrabadi.

The present work is divided into two main parts (1) Introduction and (2) the original texts of Ghazals. The introduction comprises of a detailed account of Maulana Hilali’s life, his works, his contemporaries and a critical appreciation of his poetry.

The second and the main part of the thesis comprises of 213 Ghazals of Hilali. In order to edit Hilali’s Diwan of Ghazaliyat, the text is compared with other available manuscripts, so that a correct, error-free and complete text could be prepared of his Diwan of Ghazals. The available text has been compared with the manuscript of Rampur Raza Library, Rampur. With three other manuscripts, available in Maulana Azad library, Aligarh and one manuscript of Salarjung Museum, Hyderabad.

فہرست ابواب

تلخیص

باب اول

ایران کے سیاسی، سماجی اور ادبی حالات پندرہویں اور سولہویں صدی کے آئینے میں

پندرہویں صدی عیسوی کے آخری بادشاہ سلطان بایقرا ایک عادل عوام دوست اور ادبی حسن کے مربی بادشاہ تھے ان کے سلطنت کے ایام میں اہل ہرات شادوخرم تھے اس عظیم بادشاہ کا شجرہ نسب ایران اور توران کے سلطان حسین مرزا بن منصور بن بایقرا ابن حسن بن عمر شیخ بن امیر تیمور سے ملتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطان حسین بایقرا کا شجرہ کئی واسطوں کے ساتھ چنگیز تک بھی پہنچتا ہے اور یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان کا شمار نویں صدی نسل سے خواجہ عبداللہ انصاری ہرات کے مشہور صوفی بزرگ تھے جو پیر ہرات کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں، ان سے بھی جا ملتا ہے۔

سلطان حسین مرزا بایقرا کے والد کی شادی سلطان حسین بن محمد بیگ بن امیر موسی جو کہ بہت طاقتور اور سپہ سالار مانے جاتے تھے، کی دختر فیروزہ سلطان بیگم سے ہوئی ان سے دو بیٹے بایقرا مرزا اور سلطان حسین مرزا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سلطان حسین بایقرا کی ولادت ہرات میں ۱۴۳۸ء میں ہوئی۔[۱] انھوں نے وہاں پر ۱۴۶۹ء سے ۱۵۰۶ء تک برابر حکومت کی۔[۲]

جب یہ آٹھ سال کے تھے تو ان کے والد محترم دنیا سے کوچ کر گئے یہ خاندان کے اعتبار سے بہت بلند مرتبہ تھے کیونکہ یہ اپنے ماں اور باپ دونوں کی طرف سے براہ راست تیمور کی نسل سے تعلق رکھتے تھے حالانکہ ان کے والد تیموریہ خاندان میں معروف شخص نہ تھے اسی لئے انھوں نے اپنا نام اپنے مثالی دادا کے نام پر ابوالغازی سلطان حسن مرزا بایقرا رکھا انھوں نے ابوالغازی لقب اختیار کیا، ان کے والد کی موت کے بعد ان کے بڑے بھائی بایقرا مرزا سلطان حسین مرزا کی تربیت کی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ زندگی کے ابتدائی ایام میں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار خستگی اور دیاروں کی ٹھوکر کھا کر قسمت نے اچھے دن دکھائے اور محمد بایسنقرا کی بارگاہ تک رسائی حاصل کی اور خراسان کی

۱- دائرۂ معارف اسلامیہ، ج، آٹھویں، ص: ۳۰۹

۲- تاریخ ادبیات در ایران، فصل دوم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۰

سلطنت کے حاکم بن گئے۔اور سینتیس ۳۷سال یعنی ۱۴۶۹ء سے ۱۵۰۶ء حکومت کے تخت پر برابر جلوہ افروز رہے اس دوران ان کی شادی مرو کے سلطان سنجر مرزا کی بیٹی بیقا بیگم سے ہوئی جس کے بطن سے بدیع الزماں مرزا پیدا ہوئے۔ سلطان حسین بایقرا نے گیارہ شادیاں کی تھی، یہ کثیرالاولاد تھے مگر ان کے بیٹوں میں سے سات ان کی زندگی ہی میں مر گئے اور جو باقی بچے وہ ان کی شہرت کے ضامن نہ ہو سکے اور یہ سب کے سب سلطان حسین بایقرا کے بعد صرف ایک یا دو سال زندہ رہے سب سے بڑا بدیع الزماں نسبتاً زیادہ دنوں تک زندہ رہا اور بلخ میں اس کی حکومت تھی۔[1]

سلطان حسین بایقرا کے بارے میں مشہور ہے کہ اپنے سلطنت کے ایام ''امام الثقلین ابی عبداللہ الحسین علیہ الصلوۃ السلام'' کی روح کی خوشی کیلئے روزانہ دو عدد دنبہ محرم کے پہلے عشرے میں آش پکانے کے لئے ذبح کرتے تھے تاکہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے۔اس آخری تیموری بادشاہ کے پرچم کے سائے میں ہرات میں بہت امن و امان رہا۔یہ بادشاہ شعراء وعلماء وفضلاء کے بہت بڑے محسن اور مربی تھے ان کی سخاوت سے شہر ہرات علم وفضل کا مرکز بن بن گیا۔سلطان حسین بایقرا خود بھی ایک عالم شخص تھے حقیقت تو یہ ہے کہ جس بادشاہ کے دربار میں میر علی شیر نوائی جیسا وزیر اور درباری ہو اور مولانا جامی جیسا مدح سرا شخص موجود ہو یقیناً ایسا بادشاہ کسی بھی مداح کی مدح سے بے نیاز ہوتا ہے میر علی شیر نوائی بایقرا کے بچپن کے رفیق تھے جسے انھوں نے وزارت کے منصب جلیلہ پر فائز کیا چنانچہ پندرہویں صدی عیسوی کے آخر میں علم وادب کو جو فروغ ہوا اس میں میر علی شیر نوائی کی علم دوستی اور ادب پروری کو بہت دخل ہے اور یہی وجہ ہے کہ سلطان حسین بایقرا کے فضل وشجاعت اور سخاوت رعایا پر کسی بھی تذکرے میں اختلاف نہیں پایا جاتا اور اس کی خوش طبعی اور ہنر مندی میں کوئی اختلافی بات نہیں ملتی اور نظم میں دسترس ہونے کا بہترین نمونہ ''رسالہ مجالس العشاق'' ہے۔[2] جس سے اس کی قدرت بیان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے یہاں پر نمونہ کے طور پر اس عدالت شعار بادشاہ کی غزل ذیل میں حاضر خدمت ہے:

از غم عشقت مرانی تن جانی مانده است
آن خیالی گشته و ز آن نلك نشانی مامده است
با قدم خم گشته ام در هجر آن ابر و کمان
چون کمانی پی بروی استخوان مانده است

۱- دائرۂ معارف اسلامیہ، ج، آٹھویں، ص:۳۱۰

۲- ایضاً، ص:۳۱۰

ای کـــه مـــی جـوی نشـــانـم رو بـــه کـوی یـــار بین
خـــاك گشتـــه چشـم و سـر بـر آستـان مـــانده است
داغهـــای استـــخـوانـم بیـن چـو نـقـــش کـعبتیـن
هـــر یـکـــی از نـــاوك آن ســـه نشـانـی مـــانده اسـت
چـو حسینـــیؔ خـویـــش را خـواهـم دگـر پیـرانـــه سـر
مســـت و سـر در ســجـده زیبـا جـوانـی مـــانده است [1]

کہا جاتا ہے کہ ابوالغازی سلطان حسین بایقرا اپنی حکمرانی کے دوران تقریباً بیس سال تک فالج کے مرض میں مبتلا رہے یہاں تک کہ ان کی عمر ساٹھ سے تجاوز کرگئی تھی پھر بھی شیبانی اور ازبکوں کے خلاف فوجی مہم پر نکلے کہ اچانک ''بابالھی'' کے مقام پر ۱۵۰۶ء میں ہمیشہ کے لئے زندگی کو خیر باد کہہ گئے اور ہرات میں مدفون ہوئے۔[2]

سیاسی حالات:

سلطان حسین بایقرا جب سن بلوغ تک پہونچے تو اپنے والدہ محترمہ کے مشورے کے بعد ان کو مرزا عبدالقاسم بابر بن بایسنقرا جو ان کے قدیمی چچازاد بھائی تھے ان کے یہاں ملازمت اختیار کرلی جو ۱۴۵۲ء ہرات کے حاکم بھی تھے لیکن مرزا عبدالقاسم بابر ایک اعلیٰ معیار کے حاکم نہیں تھے ان کی اپنی حکومت میں خود بدنظمی کا بول بالا تھا اور اس کے باوجود سمرقند کے تیموری حاکم ابوسعید مرزا کے مقابل جنگ کا ارادہ کیا، ادھر سلطان حسین بایقرا اپنی ملازمت سے خوش نہیں تھے اور اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے لہٰذا ان کی کوشش تھی کہ ابوسعید مرزا کی خدمت میں حاضر ہوں اور خود ابوسعید ان کو اپنی خدمت میں لینا چاہتے تھے لیکن سلطان حسین مرزا کے قریبی رشتہ دار بایقرا مرزا ابن محمد مرزا ابن سلطان اویس نے ابوسعید سے کہا کہ سلطان حسین مرزا کو حراست میں لے لو اور پھر حکومت میں داخل ہوکر سلطان حسین مرزا اور دور دراز کے تعلقداروں کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ لیکن بالآخر سلطان حسین مرزا کی ماں فیروزہ بیگم کے رحم وکرم پر ان کو آزاد کردیا گیا۔ انھوں نے دوبارہ مرزا عبدالقاسم بایسنقرا کے یہاں ملازمت اختیار کرکے سلطان حسین بایقرا ابو القاسم بابر کے وفات کے دو سال بعد تک رہے۔

۱۴۵۷ء میں ابوالقاسم بابر کی فوت کے بعد خراسان میں بدنظمی کو ظہو ہوا اور ناپائیداری، اقتصادی، سماجی حالات

۱۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۱۴۔۱۵

۲۔ ایضاً، ص: ۱۴

اور مرکزی اقتدار کی کمی سے خراسان کی حکومت بکھر گئی اور اس دوران کچھ عرصے کے لئے نئی نئی سلطنتیں قائم ہوتی گئیں۔ بالآخر ابوسعید مرزا نے ۱۹؍جولائی ۱۴۵۷ء کے آخر میں خراسان پر حملہ کیا اور خراسان کے طرز حکومت کو بدل دیا لیکن بہت جلد ہی کچھ گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے ابوسعید مرزا کو شہر ہرات سے دست بردار ہونا پڑا۔ پھر قراقویونلو کے رہبر جہاں شاہ ابن یوسف نے حملہ کر کے مازندران کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس سخت بدنظمی کے دوران خراسان کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

سلطان حسین مرزا اپنے مخالفین سے مقابلہ کرنے کے لئے اہل نہیں تھے ان کی اپنی کوئی مستقل حکومت نہیں تھی دیگر بادشاہوں کے دربار میں ملازمت اختیار کرنے کے بعد بالآخر سلطان سنجر مرزا کی ملازمت اختیار کی جنھوں نے اپنی بیٹی بیقا بیگم سلطان حسین بایقرا کے عقد میں دے دیا تھا۔ سلطان حسین مرزا اور سلطان سنجر مرزا آپس میں بہت اچھے مراسم ہو گئے تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش وخرم تھے۔ سلطان سنجر مرزا نے جولائی ۱۴۵۷ء میں سلطان حسین مرزا کو ہرات کا گورنر مقرر کیا لیکن یہاں بھی ان کو قدم جمانے کا موقع نہیں ملا۔ البتہ ہرات میں تیموریوں کی حکومت قائم تھی لیکن قراقویونلو کے پیروکار جہاں شاہ نے ۲۸؍جون ۱۴۵۷ کو اپنے قبضے میں لے لیا جس پر بایسنقر کا پہلے ہی قبضہ تھا لیکن ابوسعید مرزا نے جہاں شاہ سے بات چیت کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علاقائی سلطنت کی تقسیم کا اس طرح کی جائے جیسے شاہ رخ مرزا کے زمانے میں تھی اس طرح خراسان، مازندران، اور جرجان پر تیموریوں نے تصرف پالیا۔ پھر ابوسعید مرزا ہرات لوٹ گیا اس کے بعد ابوسعید مرزا نے پورے ہرات کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ سلطان حسین مرزا نے ۱۰۰۰؍سپاہیوں کی فوج تیار کی اور ۱۹؍اکتوبر ۱۴۵۸ء میں قراقونیلو جُرجان پر حملہ کر کے اپنے تسلط میں لے لیا اس وقت سلطان حسین مرزا صرف ۲۰؍سال کے تھے پھر ابوسعید مرزا نے جُرجان پر حملہ کیا سلطان حسین بایقرا اس حملے سے پریشان ہو کر جلد بازی میں ہار مان لی اور فرار ہوئے بالآخر خوارزم کے مقام پر پناہ لی ابوسعید مرزا نے اپنے بیٹے سلطان محمود مرزا کو جُرجان کا گورنر مقرر کیا جب سلطان حسین مرزا کو پتہ چلا کہ ابوسعید محمد جو کہ سرکوبی کے لئے ہرات سے نکل گئے تو پھر حسین بایقرا جُرجان پر دوبارہ حملہ کر دیا اور بالآخر ۱۴۶۱ء میں انھوں نے سلطان محمود کو شکست دے کر پھر ۱۴۶۴ میں جُرجان کا محاصرہ کیا ابوسعید مرزا وہاں سے واپس ہو گیا اور سلطان حسین مرزا بایقرا نے لوٹ مار کی اور انھوں نے یہ لوٹ مار ۱۴۶۴ء کے ابتداء میں کی تھی پھر سلطان حسین مرزا اپنے آپ کو ابوسعید سے محفوظ کرنے کیلئے ازبک سے مدد کی درخواست کی لیکن ازبک کی یہ یاوری کام نہ آئی اس کے رہبر ابوالخیر خان ۱۴۶۸ء میں انتقال کر گئے جس کی وجہ

سے ازبک بہت غمگین تھا۔ آٹھ سے دس سال کا وقفہ سلطان حسین بایقرا کی زندگی کا بدترین دور تھا اس اثنا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ مارے مارے پھرتے رہے اور ایک ایسا وقت آیا کہ یہ ہولناک مشکلات میں گھر گئے۔

بہر حال تیموری عہد کے آخر سلسلے میں سرزمین ایران کا ترکمانوں کی یلغاروں سے سابقہ پڑا ترکمانوں کے دو قبیلے باقی تمام قبائل میں ممتاز تھے ایک قراقونیلو قبیلے کے ترکمان تھے، جن کے سردار قرا محمد یوسف تھے دوسرے ترکمان آق قونیلو قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جو قرا یوق عثمان اور اوزون حسن کے پیروکار تھے۔ ان دونوں قبائل نے سازشوں، چالاکیوں اور عقل مندی کے ذریعے اقتدار حاصل کئے جب ابوسعید مرزا آق قونیلو پر حملہ کرنے گیا اور ''قراباغ'' کی جنگ میں اس کو شکست دے کر گرفتار کرلیا بالآخر ابوسعید حکمران اوزون حسن کے ہاتھوں مارا گیا اور پھر وہ پورے ایران میں سیہ وسفید کا مالک بن بیٹھا۔ ابوسعید مرزا کی وفات کے بعد تیموریہ سلطنت کا زوال ہوتا نظر آرہا تھا اسی دوران سلطان حسین بایقرا دوبارہ خراسان میں ظہور پذیر ہوا۔ انھوں نے ہرات کا محاصرہ کر کے ۲۴/ مارچ ۱۴۶۹ء میں بالآخر قبضہ کرلیا اور یہ ہرات کے تیموری حکمراں بن گئے۔[۱] حالانکہ ابوسعید مرزا کے بیٹے خراسان پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن سلطان حسین بایقرا نے اس کی مہلت نہیں دی کیونکہ ان کے والد ابوسعید مرزا کی فوج بھی حسین بایقرا کے ساتھ شامل ہوگئی تھی۔

دوسری جانب آق قونیلو خاموش نہیں رہے اس نے پھر سے اپنے پیروکار اوزون حسن کو خراسان فتح کرنے کے لئے یادگار محمد مرزا کے پاس بھیجا لیکن سلطان حسین مرزا نے ۱۴۶۹ء میں Chinaran کی جنگ میں یادگار کو شکست دی اس کے باوجود اوزون حسن کا مطالبہ تھا کہ تم اس کے ساتھ اور جنگ کرو۔ یادگار مرزا مسلسل خراسان میں دخل اندازی کرتا رہا لیکن حسین مرزا بایقرا کے پاس اس کا مقابلہ کرنے کے لئے طاقتور فوج نہیں تھی کیونکہ اس کے یہاں روگردانی کی زیادتی تھی آخر کار اسے ہرات سے فرار ہونا پڑا جس پر انھوں نے ۷/ جولائی ۱۴۷۰ء میں قبضہ کرلیا تھا۔ لیکن ۶/ چھ ہفتے بعد پھر سے سلطان حسین بایقرا نے نئی طاقت اور افواج کے ساتھ ابوسعید کے بیٹوں کو شکست دے کر دوبارہ ہرات پر قبضہ کرلیا جو خراسان میں پہلے سے شورش کررہے تھے اس نے یادگار مرزا کو گرفتار کر کے قتل کردیا۔ سلطان حسین بایقرا کی سلطنت اب محفوظ تھی اب کوئی بھی اس کے مدمقابل نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود ازبک بھی کبھی کبھی دھمکی دیتے رہتے تھے لیکن سلطان حسین بایقرا ان کی ان دھمکیوں سے باخبر بھی رہتے تھے۔[۲]

۱- A History of Persian Literature Vol.III rd Edward G. Brown .P.N.# 390

۲- A History of Persian Literature Vol.III rd Edward G. Brown .P.N.# 403

سلطان حسین بایقرا ایک مطلق العنان بادشاہ اور امن وانصاف کے محبوب تھے انھوں نے بہت عمارات تعمیر کرائیں جس میں ایک اسکول بہت مشہور ہے اس عادل بادشاہ نے اس دوران بہت سی بغاوت اور حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ آخر کار ۱۴۸۰ء میں سلطان حسین بایقرا کے خلاف سازشیں کیں کچھ سالوں بعد سلطان حسین بایقرا نے اپنے بڑے بیٹے بدیع الزماں کو استرآباد سے بخارا منتقل کردیا لیکن بدیع الزماں نے بغاوت کردی کیونکہ اس کے بیٹے محمد مومن کو استرآباد کی حکومت نہیں ملی اس کے بعد سلطان حسین بایقرا نے اپنے بیٹے اور پوتے کو شکست دے کر محمد مومن کا قتل کردیا اور بدیع الزماں سے صلح کرلی، لیکن یہ صلح بعد میں جا کر عارضی صلح ہوگئی کیونکہ بدیع الزماں پھر ہرات کا محاصرہ کیا۔ اسی اثنا میں ۱۵۰۱ء میں ازبک نے "Transoxiana" کو فتح کرلیا،۱ لیکن خراسان محمد شیبانی کے زیر اثر رہا جس کی وجہ سے ازبک خراسان کو دھمکی نہیں دے سکا۔ چونکہ فالج میں مبتلا اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے سلطان حسین بایقرا نے جنگ کی پیش قدمی نہیں کی اور ابوالقاسم نے بھی ان کو یہی مشورہ دیا۔ ادھر ازبک خراسان پر حملے کرنے کیلئے بندوبست کرتے رہے، بالآخر سلطان حسین بایقرا کا ذہن بدلا کہ ان پر حملہ کرنا چاہئے اور ان لوگوں کے خلاف رسائی بھی کی لیکن جیسے ہی انھوں نے جنگ کی شروعات کی ۱۵۰۶ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ انھوں نے اپنی سلطنت جو ورثہ میں چھوڑی تھی ان کے بیٹے بدیع الزماں اور مظفر حسین دونوں میں اس کیلئے تکرار شروع ہوگئی ابوالقاسم بابر جو حسین بایقرا کی موافقت میں فوجی مہم کی ابتداء کر چکا تھا دونوں بھائیوں کی لڑائیوں میں دخل اندازی کی اور طے کیا کہ جنگ کو دفاع کرنا ہے پھر دوسرے سال ہی محمد شیبانی نے ہرات کو فتح کرلیا اور سلطان حسین بایقرا کے جانشین بھاگ کھڑے ہوئے اس طرح خراسان میں تیمور یہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

آخری تیموری بادشاہ سلطان حسین بایقرا کی وفات کے بعد ان کی سلطنت بالکل بکھر کر رہ گئی تھی اور ہرات کے لوگ کچھ عرصہ تک پریشان حالی میں رہے اور یہ شہر ایک لمبے زمانے تک شاہ اسمٰعیل صفوی، شیبانیوں، ازبکوں اور عثمانیوں کے ہاتھوں بازیچہ اطفال بنا رہا۔

جیسا کہ پہلو ذکر کیا جا چکا ہے کہ اوزون حسن کے ہاتھوں ابوسعید مرزا کا قتل ہوا اس کے بعد اس نے پورے ایران مین اپنی فتح کا اعلان کیا اور قراقونیلو ترکمانوں پر غلبہ پالیا اور آذربائیجان اور عراق پر قابض ہوگیا اوزون جس کی یہ حکمرانی ایران کیلئے یہ قبائلوں کی حکومت کچھ کم مصیبت خیز نہ تھی کہ ادھر عثمانی ترک بھی ایران کو اپنے تسلط میں لانے کے خواب دیکھنے لگے اس اثنا میں ۱۵۰۶ء میں ایک روحانی پیشوا صفی الدین اردبیلی کے خاندان سے ایک صاحب اثر شخص

۱۔ A History of Persian Literature Vol.III rd Edward G. Brown .P.N.# 390

شاہ اسمٰعیل وارد ہوا۔1 اس وقت اس کی عمر ۱۳ رسال تھی اور یہ اپنی چھوٹی عمر کے باوجود بھی اپنے سپاہیوں کی ہمت کے سرمائے سے اپنے والد کے خون کا انتقام لینے کیلئے ان کو مقرر کیا اس نے شیروان پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور واپس ہوتے ہوئے الوند بیگ بن یوسف بن حسن آق قونیلو کو سخت شکست دی اور ترکمان کے اسّی ہزار سپاہیوں کو ہلاک کر کے پھر ۱۵۰۷ء میں تبریز میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا اور پھر الوند بیگ جو آق قونیلو کا آخری بادشاہ تھا اس کو بری طرح شکست دی اور عراق، ایران، فارس، ہمدان اور کرمان پر غلبہ پا لیا۔

بالآخر ازبکوں کے سردار محمد خان شیبانی جو کہ شیبک کے نام سے مشہور تھا اور تیموریوں کی گرفت سے آزادانہ حکومت قائم کئے ہوئے تھا یہاں تک کہ اس نے ازبکوں کی بڑی فوج کے ساتھ پہلے ماوراء النہر اور مشرقی ایران تیموریوں سے چھین لیا اس کے بعد ۱۵۰۸ء میں یہ خراسان پر جلوہ افروز ہوا اور تیموری دور کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھانے کے درپے ہوا اور مذہبی تعصب کی بناء پر ان بیابانیوں نے شیعہ لوگوں پر بے حد ظلم کئے تیموری سرداروں میں اب فقط دو لوگ ان ظالموں کا مقابلہ کر رہے تھے ایک ظہیر الدین بابر دوسرے بدیع الزماں۔ انہی دونوں کی التجا پر ۱۵۱۰ء میں شاہ اسمٰعیل نے خراسان پر حملہ کیا جس پر ازبک حکمران محمد شیبان قابض تھا مرو کے مقام پر ازبکوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کا سردار میدان جنگ میں ہلاک ہو گیا اس فتح کے بعد بلخ اور ہرات بھی صفوی سلطنت کا حصہ بن گئے لیکن شیبک کے قتل سے ازبکوں کا زور ختم نہیں ہوا سولھویں صدی کے آغاز میں ہی بہت دیر تک ان وحشیوں نے بار بار شمالی ایران کی غارت گری میں مبتلا رہے۔

شاہ اسمٰعیل صفوی نے ۱۵۱۰ء تک عراق، فارس، کرمان، ہمدان اور خراسان تک کے علاقے فتح کرنے کے بعد اس نے شیعہ مذہبی کو سرکاری حیثیت سے فروغ دینا شروع کیا اور سنّیوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا، اور پھر سنّی اور شیعہ حکمرانوں کے مابین لڑائیاں ہوئیں لیکن خونریزی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ۱۵۱۴ء میں تبریز سے چالیس میل کے فاصلے پر چالداران کے مقام پر حکومت سلیم عثمانی اوّل نے اہل سنّت کی طرف داری کا اعلان کر کے آذربائیجان پر حملہ کر دیا اور اس جنگ میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا، سنّیوں اور شیعوں کے اس جھگڑے نے تباہی مچا دی تھی۔ اسی مقام پر شاہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور تبریز پر عثمانیوں کا قبضہ ہو گیا۔

چالداران کے مقام پر جنگ کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ایرانی شمشیر و نیزہ کے مقابل عثمانی توپ و تفنگ کا استعمال تھا۔ تبریز پر بہت دنوں تک عثمانیوں کا قبضہ نہ رہ سکا اور کچھ ہی عرصے بعد شاہ اسمٰعیل صفوی از سر نو ارمنستان اور

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل دوم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۲۷-۲۶۔

گرجستان کو فتح کر کے چالداران کے مقام پر جو شکست پائی تھی اس کامیابی نے اس شکست و ہار کی بھرپائی کر دی۔ سارے ایران میں ایک بے مثال دینی اتحاد قائم کر کے ۳۸ رسال کی عمر پا کر ۱۵۲۴ء میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ طہماسپ ولی عہد بنا۔[۱]

شاہ طہماسپ نے ۱۵۲۴ء سے ۱۵۷۶ء تک حکومت کی، تخت نشینی کے وقت اس کی عمر تقریباً دس، گیارہ سال کے قریب تھی، چنانچہ قزلباش امراء نے پہلے چھ سالوں میں شاہ کی کم عمری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر طرف ظلم و ستم سے کام لینا شروع کیا لیکن اس کے باوجود اس حکمراں کے عہد میں ازبکوں اور ترکمانوں کی بغاوت کا سامنا کرنا پڑا اور حکمرانوں نے لوٹ مار اور شیعوں کے شکست و خون کیلئے خراسان پر مسلسل حملے کئے اور ہرات جیسے بارونق شہروں کو ویرانگی میں مبتلا کر دیا کیونکہ شاہ طہماسپ صفوی سن رشد کے منازل طے کر رہا تھا جنگ کی معرکہ آرائیوں سے آشنا نہ تھا جس کے سبب ازبکوں نے بھی خراسان پر اپنی حکومت کا سکہ جمایا اور یہاں پر قتل و غارت گری کا بازار عام کیا انھیں ازبکوں میں ابوالغازی عبید اللہ خان ازبک خاص طور سے اہم جس نے ظلم و تشدد کو بڑھاوا دیا۔

ابوالغازی عبید اللہ خان بن محمود ازبک چنگیز خان کا بیٹا اور ماوراء النہر کے شیبانی سلسلے کا پانچواں بادشاہ تھا جو کہ خاندان جوجی خان سے منسوب ہے اور تیرہ پشتوں کے بعد اس کا سلسلہ نسب چنگیز خان تک پہنچتا ہے شیبانی سلسلہ کی سنگ بنیاد اس کے دوسرے جد ابوالخیر نے ۸۳۲ھ میں سمرقند میں رکھی اور ان کی حکومت بخارا سمرقند اور بلخ کے حدود میں بھی تھی اور بالآخر ۱۰۰۹ھ میں جانیان استرآخان نامی خاندان کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہو گیا اس خاندان کے زیادہ تر بادشاہ کیونکہ ازبک تھے اور حنفی مذہب کے ماننے والے تھے صفوی بادشاہوں سے جو کہ شیعہ مذہب کے پیروکار تھے شدید دشمنی رکھتے تھے اس لئے جب بھی ان کو طاقت ملی ایران کے شمالی مشرق کے حصّے پر لشکر کشی کی ہے اور صفوی خاندان کے بادشاہوں سے سخت پیکار کیا۔ چنانچہ عبید اللہ خان ازبک نے سب سے پہلے ۹۱۸ھ میں بخارا پر حکومت کی[۲] پھر اس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ شہر ہرات میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہو گیا۔ بدمعاش غنڈے ازبک اور سمرقند کے خوارج ظلم و ستم پر آمادہ ہو گئے تھے اس دور میں تاجیک اور ترک کے آس پاس کے بھی علاقوں اور اس علاقے کے لوگوں پر حملہ کرتے اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی اور اس بدمعاش قوم سے جو حملے واقع ہوئے ان لوگوں کی ایک یہ حرکت تھی کہ اس زمانے میں ہرات میں اگر کسی بھی شخص پر شک اور ظن ہو جاتا تو اسے گرفتار کر کے قاضی کے پاس لے

۱- تاریخ ادبیات در ایران، فصل دوم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۲۸

۲- تاریخ ادبیات ایران از صفویہ تا عصر حاضر، حصہ اول، پروفیسر ادوارد براؤن، ص: ۸۹۔

جایا جاتا اور یہی کہا جاتا کہ یہ شخص قزلباش لوگوں کے زمانے میں صحابہ پر لعن کرتا تھا اور وہ بد بخت (قاضی) بغیر تحقیق کئے جیسے ان جھوٹوں کی بات سنتا تو فوراً ہی اس بے گناہ شخص کے قتل کا حکم صادر کر دیتا تھا اور فوجی سپاہی ناحق طور پر ان کو گھسیٹتے ہوئے شہر کے میدان میں لے جاتے ایک چور اور گنہگار کی طرح اس بے چارے کو قتل کر دیتے تھے بہت سے ایسے متعصب سنّی بھی تھے جن پر صرف اور صرف مال و دولت کی وجہ سے ان پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا جاتا تھا اور بہت سے ایسے سنّی اور شیعہ اسی غلط فہمی میں قتل کئے گئے انھیں مظالم اور شیعیت کی وجہ سے مولانا ہلالی بھی مقتول میں شمار ہوتے ہیں۔

عبید اللہ خان ازبک اسی طرح عوام پر قتل و غارت اور ظلم و ستم کرتا رہا اور اپنے خاندان کی ایران پر لشکر کشیوں میں شامل تھا جن میں سے ۱۵۲۱ء سے ۱۵۲۲ء تک جنگیں کرتا رہا بالآخر ۱۵۲۹ء میں اس نے پورے ہرات پر تصرف پالیا[۱] اور کئی بادشاہ اسمٰعیل اور شاہ طہماسپ سے بھی جنگیں کیں یہاں تک کہ ۱۵۳۴ء سے ۱۵۴۰ء تک ایران سے دشمنی میں ثابت قدم رہا۔ بالآخر شاہ طہماسپ نے ان کو شکست دے کر ازبکوں کا خاتمہ کیا۔ ۱۵۴۰ء میں ہی ایک سخت بیماری کی وجہ سے بخارا میں وفات پائی۔[۲]

عبید اللہ خان ازبک کے متعلق تذکروں میں ملتا ہے کہ اس نے تاریخ میں اپنی بہت سی کڑوی یادگاریں باقی چھوڑی ہیں خراسان اور ماوراء النہر کے خواص پر مسلّط ہونے کے موقع پر اس کی دہشت گردانہ فطرت کے قصّے بہت مشہور ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ظلم و ستم و خونریزی میں اس سلسلے میں معروف بادشاہوں میں اس کا نام آتا ہے۔ اگرچہ آج ہم فارسی زبان میں عبید اللہ خان کا لفظ بے رحم اور شرارتی لوگوں کیلئے استعمال کرتے ہیں تو وہ زمانے کے دہشت گردانہ افعال کا آئینہ ہے جو عبید اللہ خان ازبک نے ہرات میں انجام دیئے تھے مگر ان تمام رذیل صفات کے باوجود یہ ایک خوش ذوق انسان تھا اور فارسی زبان جو کہ اس وقت کے ماوراء النہر کے باشندوں کے اکثریت کی زبان تھی، اس سے بخوبی واقف تھا اور فارسی کے مختلف شعری صنفوں پر ماہر تھا اور اس کی فارسی شاعری کسی حد تک پسندیدہ ہے۔

سام مرزا صفوی 'عبید اللہ خان ازبک' کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"پسر سلطان محمود برادر شیبک خان مذکور است و او
بغایت سفاك و بی رحم و بی باك بود و جز جور و ظلم

۱۔ تاریخ نظم ونثر درایران ودرزبان فارسی، سعید نفیسی، ص: ۴۸۶

۲۔ ایضاً، ص: ۴۸۶

پیشه نداشت و بغیر عداوت بذریت حضرت رسول صلی
اللّٰہ علیه وسلم نظر بر اندیشه دیگر نمی گماشت و بواسطه
او اکثر بلدات خراسان ویران شده وبشاست او بسیاری از
عجزه و رعایا بآب تیغ غریق بحر فنا گردید عدد قتلاین از
چهل هزار افزونست و کشتگان معارك او از شمار بیرون
در واقع این عبید اللہ باجود آنکه طبع خوب او ذهن سرغوب
داشت و در سخاوت بی مثل و در شجاعت بی بدل بود باز
بدین اخلاق ذمیمه و اطوار لئیمه مبادرت می نمود و با این
همه شعر می فرمودند این مطلع ازوست"
دوست ساقی شد دلا جام محبت نوش کن
نیست وقت گفتگو دم در کش و بنیوش کن[1]

چنانچہ عبید اللہ خان از بک کے بیماری کے دوران ہی ۱۵۳۰ء میں عثمان سلطان سلیمان نے اپنے والد سلیم اوّل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آذر بائیجان پر حملہ کر دیا اور سلطانیہ تک چلا آیا پھر بھی شاہ طہماسپ نے ان درندوں کا شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کیا اور تقریباً ہر لڑائی میں شکست بھی دی۔ بالآخر سخت سردی کے باعث عثمانی فوجوں کو بغداد میں پناہ لینا پڑی۔ شاہ طہماسپ ان کا تعاقب کر کے بغداد کا محاصرہ کیا پھر ان کی سرکوبی کی۔ اس طرح از بکوں اور عثمانیوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور پھر شاہ طہماسپ نے بڑی شان وشوکت سے ۱۵۷۶ء تک حکومت کی۔[2]

سماجی حالات:

پندرہویں صدی عیسوی اور سولہویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور کا جائزہ لیں تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دور صرف سیاسی وادبی حالات کے اعتبار سے نہ صرف بلند پایہ اور مستحکم دور گذرا بلکہ یہ ادوار سماجی حالات کے اعتبار سے بھی ایک درخشاں دور رہا ہے۔ اگر گذشتہ ادوار کا موازنہ کیا جائے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت ایران کے معاشرے میں شعور اقتدار نہ ہونے کے برابر تھا۔ بادشاہ وقت کا بھی ان حالات پر کوئی قابو نہیں رہا۔ ہر طرف کشت وخون کا بازار گرم تھا ان

۱۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۲۰

۲۔ تاریخ ادبیات ایران از صفویہ تا عصر حاضر، حصہ اوّل، پروفیسر ادوارد براؤن، ص: ۸۹

حالات کا اثر یہ ہوا کہ اس قدیم معاشرے میں بحران کی کیفیت پیدا ہونی شروع ہوگئی اور ہر جانب افراتفری کا عالم برپا ہوگیا یہاں تک کہ زبان وادب اور مذاہب بھی تنزلی کا شکار ہوتے نظر آرہے تھے اور اس عہد میں تنزلی کا یہ بھی نتیجہ ہوا کہ معاشرے میں زیادہ تعداد ایسے افراد کی جمع ہوگئی تھی کہ جن کے اندر سخن سنجی کی خصوصیت کم نظر آتی تھی کیونکہ یہ وہ معاشرہ تھا جہاں ہر طرف بذلہ سنج جمع رہتے اور اپنے فن شعر تصنیف وتالیف سے معاشرے کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتے۔[۱] اس بدحال معاشرے کا سبب یہ بھی ہوا کہ علماء فضلاء کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی میں بھی کمی آگئی تھی اس کی اصل وجہ یہ نظر آتی ہے کہ اس ناسازگار دور میں امرا وزراء اور سلاطین مذہبی رواداری کو فروغ دینے میں کوشاں ہونے کے باوجود جنگ وجدال مین مصروف رہتے، وہ دور تھا جب ہرات میں فارسی زبان وادب، فنون لطیفہ، نقاشی، مصوری اور صناع کا رواج بہت زیادہ رہا لیکن اسی دور میں ان تمام خصوصیات پر آہستہ آہستہ وزال آنا شروع ہوا اور معاشرہ بد سے بدتر ہوتا گیا۔ لہٰذا اس تنزل میں سلطان حسین بایقرا کی ذات کسی معجزے سے کم نہ تھی۔ انھوں نے اپنے فیض سے اس بحران پرور معاشرے کو ترقی کے راہ پر لا کھڑا کیا جس سے معاشرہ دوبارہ اس انداز سے عروج پر آیا جیسا کہ ہمیں شاہ رخ مرزا کے دور میں نظر آیا۔[۲] چودہویں صدی عیسوی کے آخری بادشاہ سلطان حسین بایقرا ایک عدل پسند عوام دوست اور ادبی حسن مربی بادشاہ تھے ان کے سلطنت کے ایام میں ہرات کے لوگ شاد وخرم تھے پورا معاشرہ ایک سکون، امن، امان اور سادگی سے پُر تھا۔ سلطان حسین بایقرا کے ہی پرچم تلے فارسی وترکی زبان وادب کو بہت فروغ ہوا۔ ہرات کے رجال فارسی وترکی زبان وادب سے آشنا ہوئے اور سماج میں تیزی سے پھیلے ہوئے مفاسد اخلاق کے پیش نظر شعر وادب میں طنز وہزل کا رواج ہوا۔

بہرحال ان سب کے ساتھ ساتھ تیموری عہد میں فن نقاشی، مصوری، معماری اور طلاکاری وغیرہ کہ بہت عروج حاصل ہوا خاص طور پر کتابوں، برتنوں اور دیگر اشیاء پر مختصر تصویر بنانے کا بہت رواج تھا۔ جب کسی چیز یا کسی ورق پر ہی کسی بادشاہ کی تصویر بناتے رنگ بہت شوخ استعمال کئے جاتے، تصاویر کے پس منظر میں آسمان، درخت، صحرا وغیرہ عام نظر آتے ہیں۔ بہت سی تصویروں میں اس دور کے لباسوں کی تفصیلات بہت واضح طور پر دکھائی گئی ہیں۔[۳] ایرانی خاتم کاری کا فن شباب پر پہونچ چکا تھا، اس دور کے مشہور نقاش بہزاد اسی دور کی پیدوار ہے اور اس نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے نہ صرف ہم عصروں کو بلکہ آج تک کے ایران نقاشوں کو بے حد متاثر کیا ہے فارسی ادبیات میں 'مانی' کے

۱- فارسی ادب کے ارتقاء کی مختصر تاریخ، پروفیسر ذبیح اللہ صفا، مترجم عندلیب زہرا کاظمی پوری، ص: ۷۶

۲- تاریخ ادبیات در ایران، فصل اول، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۱۰

۳- ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص: ۲۰۵

بعد بہزاد کے نام سے سند لی جاتی ہے۔قاہرہ کے شاہ کتب خانے میں محفوظ بوستان سعدی' میں بہزاد کا فن عروج پر نظر آتا ہے۔[۱] اس میں چار تصویروں پر بہزاد کے اپنے دستخط شدہ تصویریں شامل ہیں ۱۴۶۷ء میں سلطان حسین بایقرا کے لئے لکھے گئے 'ظفر نامے' میں بہزاد کی بہت سی تصاویر موجود ہیں۔جن میں تیمور کی زندگی کے مختلف واقعات دکھائے گئے ہیں۔[۲] اس وقت ہرات میں بہزاد کے بہت سے شاگرد موجود تھے قاسم علی ان سب میں ممتاز تھا اس کی بنائی ہوئی تصویریں بھی اکثر مل جاتی ہیں۔آخر الذکر فنکار کے بہت سے شاگرد بخارا چلے گئے تھے۔ جہاں انھیں بہت شہرت نصیب ہوئی۔

اسی عہد کا ایک مفکر شاعر میر علی شیر نوائی سیاستدان اور شاعر تو تھا ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسے موسیقی، نقاشی اور معماری سے گہری دلچسپی تھی اور ان سب میدانوں میں انھوں نے خود کام بھی کیا اس کی مرتب کی ہوئی دھنوں کا ذکر 'بابر نامہ' میں موجود ہے[۳] اور سلطان بن محمد امیری ان کے خطاطی اور نقاشی (کما حقہ) میں ماہر ہونے کا ذکر بھی کرتے ہیں۔اور 'تذکرۃ الخطاطین' کے مؤلف بڑے یقین کے ساتھ علی شیر نوائی کو مصوری، سنگ تراشی، طلاکاری اور موسیقی جیسے فنون کا ماہر بیان کرتے ہیں۔[۴] کہا جاتا ہے کہ جو نقش خراسان میں مشہور تھے ان میں سے 'سات بحر' کے اصول علی شیر نے پرندوں کی بولیوں پر مبنی ایجاد کئے تھے اور اس مصنف نے ان 'سات بحروں' کو ایک ایک کر کے گنوایا بھی ہے، جن نقشوں کا علی شیر نے اضافہ کیا تھا، وہ آج تک خراسان کے ترکمانوں، فرگانہ اور خوارزم کے ازبکوں کی کلاسیک موسیقی کی تاریخ میں موجود ہے۔[۵] یہاں تک کہ سٹاور پول (Stavropol) کے ترکمانوں میں، جو شمالی قفقاز میں واقع ہے۔میر علی شیر نوائی کی ایک 'میناتوری' (Miniture) جو علی شیر کی طرف منسوب ہے اور جس پر 'عمل علی شیر' لکھا ہے، دراصل یہ تصویر محمدی بیگ کی بنائی ہوئی تصویر کی نقل ہے۔[۶] یہ تصویر صرف (Golubev) کے مجموعۂ تصاویر میں موجود ہے۔ K. Ananda Koomaraswamy, La Minirter Persane: Sakisina. کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا تصویر

۱- ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص:۲۰۵

۲- ایضاً، ص:۲۰۵

۳- دائرہ معارف، ج۱۴/۲، ص:۱۵۰

۴- ایضاً

۵- ایضاً

۶- ایضاً

خودعلی شیرہی کے موقلم کا نتیجہ ہے۔علی شیر کی تصانیف کے ان مصور نسخوں میں سے جنھیں اس کی زندگی میں خوداس کے اپنے خوش نویسوں اوراپنے زرنگاروں نے تیار کیا تھا، بطور مثال مندرجہ ذیل کا ذکر یہاں پر کیا جارہا ہے مثلاً (خمسہ، مع چھ تصاویر، جس کی خطاطی سلطان علی مشہدی نے ۱۴۹۰ء میں کی۔) (۲) غرائب الصغر ،مع آٹھ تصاویر، جس کی خطاطی اسی سال سلطان علی قائنی نے کی۔) (۳) خمسہ کے اس پر تکلف اور آراستہ نسخے کے چار ورق جن میں گیارہ تصویریں ہیں۔اور یہ نسخہ علی شیر نے خود تیار کیا تھااور ۱۴۸۰ء میں ولی عہد، بدلیع الزماں مرزا' کوپیش کیا گیا تھا۔۱ اس کتاب میں اس خواب کی بھی ایک تصویر موجود ہے جوعلی شیر نے خمسہ کی تکمیل کے لئے دیکھا تھا،اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ بڑے بڑے کلاسیکی فارسی شعرا کی ایک مجلس میں حسن دہلوی علی شیر کونظامی کے حضور میں پیش کرر ہے ہیں اس تصویر پر شاعر کے ایک خصوصی نقاش قاسم علی کے دستخط ہیں ،علی شیرنوائی کو بہت ہی عاجزانہ انداز میں دکھایا گیا ہے یعنی اس طرح جیسے ایک شاگرد کسی استاد کے پاس بڑی عاجزی وانکساری سے بیٹھا ہو۔۲ اس کیفیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیگر شاندار تصاویر، جن پر کسی کے دستخط نہیں،خودعلی شیر کے اتحاد سے تیار کی گئی ہیں۔

میرعلی شیرنوائی کے کتابخانے کے مصوروں میں سے سلطان علی مشہدی، سلطاعلی قائنی ،میرعلی مشہدی، سلطان محمد خندان اور ابو المعالی نصر اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اس مصور کا ''کلیلہ و دمنہ' کا ایک منظر تہران کے کاخ گلستان میں راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے۔۳ اور نقاشوں میں سے شاہ مظفر، بہزاد، قاسم علی حاجی محمد، درویش محمد، سلطان محمد تبریزی محمد مذہب اور یوسف وغیرہ کام کرتے تھے۔ جواپنے زمانے کے بہترین اعلیٰ نمونے ہیں۔ان فنکاروں میں سے محمد مذہب علی میرعلی شیرنوائی کی بنائی ہوئی تصویر بہت اچھی حات میں محفوظ ہے۔ عی شیر کی کلیات کی پہلی جلد تصویریں محمد مذہب کے موقلم کا نتیجہ ہے۔اوراس نقاش کی چابکدستی کا مظہر ہے۔ حاجی محمد، جوعلی شیر کے ذاتی کتاب خانے کا مہتمم تھا، یہ بھی اویغور قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ حاجی محمد اویغور کا نام سلطان حسین بایقرا کے عملے کی فہرست میں شامل ہے۔ حاجی محمد نے چینی نمونے کے چینی کے شفاف برتن تیار کئے تھے ،اواس برتن پر حاجی محمد کی سند موجود ہے ۔اس عہد میں ریشمی کپڑے پر ایرانی شہزادہ ہمائی کی چینی شہزادی ہمایوں سے ملاقات کا یہ منظر کم نظیر استادی میں کھینچا گیا ہے پس منظر میں میوہ دار اشجار

۱۔ دائرہ معارف، ج۱۴، ۲/، ص:۱۵۱

۲۔ ایضاً، ص:۱۵۱

۳۔ ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص:۲۰۶

۴۔ ایضاً، ص:۲۰۶

اور پھولوں سے لدی ہوئی ڈالیاں عجیب بہار دکھاتی ہیں۔ ایرانی نقاشی کے ایسے عمدہ نمونے بہت کم موجود ہیں۔ [۱]

علی شیر کے کتاب خانے میں کام کرنے والے نقاشوں نے فن تصویر میں صحیح معنی میں ترک قومی روح پھونک دی۔ اس زمانے میں فنی کام کئے گئے وہ تیموریوں کے آخری دور کی ترکی اور بالخصوص محل شاہ کی زندگی کی تمام دل فریبیوں اور باریکیوں کی جیتی جاگتی تصویر پیش کرتے ہیں اور ان سب مصوروں، نقاشوں اور زرنگاروں کو ابوالقاسم بابر، خواندمیر اور واصفی جیسے مصنفین نے عظیم الشان کاری گر بتایا ہے ان کا کمال فن علی شیر نوائی تعلیم اور تربیت کا مرہون منت تھا۔ ترکی ادب کی وہ کتابیں، خاص کروہ کتابیں جو میر علی شیر نے خود تصنیف کیں، یا اپنی سرپرستی میں تصنیف کروائی، نیز خوبصورت صناعی اور معماری کے آثار اس ترکی ثقافت کے انتہائی دور کمال کی نشان دہی کرتے ہین۔ جو تیموریوں کے زمانے میں بالخصوص چینی اور اویغور تمدن کے زیر اثر پروان چڑھی۔ [۱]

محمد مذہب اور یوسف نقاش پندرہویں صدی عیسوی کے آخری عہد تک تصاویر ہرات میں اور اس کے بعد بخارا میں بناتے رہے اور بہزاد اور سلطان محمد، صفوی سلاطین کی بھی ملازمت میں فرض انجام دیتے رہے اس میں کوئی شک نہیں پایا جاتا کہ پندرہویں صدی عیسوی کے اختتام میں ہرات کے لائبریریوں میں علی شیر نوائی کی کڑی نگرانی میں اپنا کام بخوبی نبھاتے تھے۔ یہ فن کار ہرات کے فن تصویر سازی کے آخری عہد کمال کے نمائندے تھے۔ شاہ رخ کے زمانے میں بایسنقر مرزا کے کتاب خانے میں کام کرنے والے خطاطوں اور مصوروں کو ''بایسنقرا کادی سے متعلق خیال کیا جاتا ہے لیکن ان فن کاروں کو جو پندرہویں صدی کے ربع آخر میں اس صنعت کے فروغ اور کمال کے دور میں موجود تھے، فن تصویر کے مؤرخین کے نزدیک ''بہزاد اکادمی'' سے نہیں، بلکہ ''علی شیر اکادمی'' سے منسوب سمجھنا چاہئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک شخص درویش محمد ترک بہزاد کا شاگرد اور جانشین تھا۔ اور باقی سب میرک نقاش اور شاہ مظفر کے شاگرد بتائے جاتے ہیں۔ ان سب مصوروں کے کام میں جو مشترکہ خصوصیات نظر آتی ہیں، انھیں کسی ایک کی فکری رہبری کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ ایک زبردست ''ترکی ہاتھ' کی طرف منسوب کرنا چاہئے جو اپنے ذوق کے مطابق ان لوگوں کی رہنمائی کرتا تھا، اور مادی معنوی طور پر ان پر حکمراں تھا۔ یہ ہاتھ سلطان حسین بایقرا اور اسکا علم پرور دوست علی شیر کا تھا۔ علی شیر کی رائے میں عبدالحی مصور، جو جلایری سلطان اویس اور اس کے بیٹے سلطان احمد کا اور آخر میں سمرقند میں امیر تیمور کا خاص مصور رہا تھا۔ مانی نقاش پائے کا مصور تھا۔ [۲] بعض ایسے ماہرین مصور بھی ہیں جنھیں ہرات کی تصویروں میں اس زمانے کے اٹلی کے فن کا اثر نظر آتا ہے۔ میر علی شیر نوائی خود کہتا ہے کہ اس زمانے کے طلا کاروں

۱۔ دائرہ معارف، ج ۱۴/۲، ص: ۱۵۳

۲۔ ایضاً، ص: ۱۵۲

نے ختائی اور فرنگی نمونوں سے استفادہ کیا ہے ممکن ہے کہ استانبول میں محمد ثانی فاتح کے زمانے میں وارد ہونے والے اٹلی کے فن کاروں کا اثر بالواسطہ ہرات تک پہونچ گیا ہو، یہ کہا جاتا ہے کہ ۱۴۹۴ء میں کچھ یورپی ہرات میں آئے تھے اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ مثالی نقاشی چین کی نقاشی پر بار بار اظہار تعجب وتحسین کیا ہے صرف یہی نہیں میر علی شیر نوائی اور ان کے رفیق سلطان حسین بایقرا مفاخرہ لباس زیب تن کرنا پسند کرتے تھے اور اس زمانے میں عام بات تھی جو بھی اس وقت لباس بنواتا، یا پہنتا، کہتا کہ مجھے لباس یا قبۂ میر علی شیر نوائی ہی چاہئے۔

اسی عہد میں یزد، قُم، ہرات، نیشاپور اور تبریز پارچہ بافی کے مرکز تھے یہاں کے بنے ہوئے ریشمی کپڑے ایران سے باہر بھی بھیجے جاتے تھے۔ مختلف عجائب گھروں میں اب بھی ان کپڑوں کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ یوروپ میں ایک ایسے ہی ریشمی کپڑے کا ٹکڑا دستیاب ہوا ہے جس پر سلطان ابو سعید مرزا کا نام لکھا ہوا ہے اور بھی چند ٹکڑے دستیاب ہوے ان پر میر علی شیر نوائی اور سلطان حسین بایقرا کے نام درج ہیں۔[۱]

چنانچہ ارتقائے فنون کی بات کی جائے تو ہلاکو کے عہد سے ابو سعید کے زمانے سے ہی (یعنی تقریباً سو سال) تک کی بیسیوں عمارتیں اور کھنڈرات اب بھی ایران میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن سلجوقی فنکاران عمارتوں کی تزئین کے لئے اینٹو کے گل بوٹوں سے کام لیتے تھے ایلخانیوں نے اب یہ کام آرایش پلاسٹر سے بنانا شروع کیا۔ محرابوں، دیواروں اور کتبوں کی آرائش کے لئے یہی پلاسٹر کام میں لایا جاتا تھا جس میں مختلف رنگوں کا حسین امتزاج ہوتا تھا۔ عمارتوں اندرونی اور بیرونی قصوں کی آرائش کے لئے ایک اور تکنیک کا اضافہ ہوا جس میں شفاف ٹائیلوں سے بہت کام لیا گیا۔ تیموری وصفوی دور میں اس فن کو بہت ترقی ہوئی ہر قسم کے رنگین ٹائیلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو نصب کر کے گل بوٹے بناتے تھے اس فن کو ایران میں ''کاشی کاری'' کہتے ہیں۔

پندرہویں صدی میں بہت سی عمارات تعمیر ہوئیں جو اپنے زمانے کے بہت عمدہ اور زیبائش سے آراستہ ہیں۔ شاہ رخ مرزا کے عہد حکومت میں ''مسجد گوہر شاد'' آج بھی مشہد میں اس نفاست پسند ملک کی عظمت کے فسانے دہرا رہی ہے۔ اس کی اندرونی دیواروں کی کاشی کاری اس فن میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ ملکہ گوہر شاد نے بہت سی عمارات ہرات میں بنوائیں اور ان میں ایک مدرسہ ایک مسجد نما عمارت جسے ''مصلا'' کہتے تھے۔[۲] صرف شاہ رخ مرزا کے عہد کو ایران فنون لطیفہ کی تاریخ میں سنہری دور نہیں کہا جاسکتا بلکہ سلطان حسین بایقرا اور میر علی شیر نوائی کے عہد حکومت میں

۱۔ ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص: ۲۰۳

۲۔ ایضاً، ص: ۲۰۴

ہرات اور خراسان کے دیگر مقامات پر جو مدرسے، درویشوں کی خانقاہیں، کاروان سرائے، پل اور مقبرے تعمیر ہوئے وہ بھی اہمیت کے حامل ہیں اور ان عمارتوں کی تعداد ان میں سے ذیل کی عمارات مشہور و معروف ہیں۔ رباط سنگ بست، نیشاپور میں فریدالدین عطار، ہرات کی جامع کبیر کے اس حصے کی تصویر، جیسے علی شیر نوائی نے از سر نو بنایا تھا اور ابوالولید کے مرزا کی تصاویر علی شیر کی بڑی تعمیر یعنی محلّہ علی شیر آج کل ویران ہے اب اس جگہ باب قپچاق کے باہر باغ اور دبستان ہیں، تاہم اس سارے احاطے کا نام آج بھی کوچہ علی شیر ہے۔[1]

درج بالا عمارات کے علاوہ تیموری عہد کی اور بھی بہت سی یادگاریں موجود ہیں جن کے بیشتر حصّے منہدم ہو چکے ہیں۔ ان میں خواجہ ابونصر پارسا کی آرام گاہ بلخ، ہرات کے باہر خواجہ عبداللہ انصاری کی خانقاہ اور جام کے مقام پر تُربت شیخ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[2]

جیسا کہ شہر ہرات تیموری عہد کے بادشاہوں شاہ رخ مرزا اور اس کے بعد سلطان حسین مرزا بایقرا کی سلطنت کے دوران پر رونق اور شان و شوکت کے مرتبے پر پہونچا اور اسی بادشاہ کے عہد میں شہر کی رونق زیادہ سے زیادہ بڑھتی گئیں مختلف عمارات اور تمام مدرسہ اور بڑے بڑے کتب خانوں کی بنیاد رکھی۔ ایرانی صنائع ظریفہ کی تاریخ میں ہرات اسکول کا اثر مسلّم ہے۔ اور یہاں اس مطلب کو بڑھانا لازم ہے کہ صرف یہی نہیں بلکہ سلطان حسین بایقرا اور ان کے علم دوست میر علی شیر نوائی نے شہر ہرات کو آباد کرنے کی ذمے داری لے لی تھی۔ ڈکتر ذبیح اللہ صفا، سلطان حسین بایقرا کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

"کہ در بنیاد بقاع خیر و مساجد و مدارس و خانقاہ و رباطات بغایت سایل و راغب بودی و قصبات معمورہ و مستغلات مرغوبہ از خالص اموال خویشتن خریدہ وقف نمودی و در تعمیر قصور دلگشای و عمارات فرح افزای سعی و اہتمام نمودی و در طرح باغات و بساتین و نضارت اشجار و ریاحین بنفس نفیس لوازم جدو اجتہاد بجای آوردی"[3]

بہر حال سلطان حسین بایقرا کے حکومت کے آخری ایام مصادفات کے تھے چنانچہ سلطان حسین کی عمر کے غروب ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سلطنت کے دیگر نظام بھی کمزور پڑ گئے اور زوال کی طرف مائل ہو گئے پھر ازبکوں

۱۔ دائرہ معارف، ج ۱۴/۲، ص: ۱۴۳

۲۔ ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص: ۲۰۵

۳۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل اوّل، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۰

کے ہاتھوں میں حکومت آنے کے بعد سماجی حالات خستہ ہوگئے اور پورا معاشرہ بدحالی کا شکار ہوگیا بالآخر صفوی حکومت کا ستارہ چمکا اور شاہ اسمٰعیل صفوی جو اس سلطنت کا اول بادشاہ نامزد ہوا اس طرح ایران میں صفویوں کا ظہور ہوا، اور یہ ظہور ایران میں دین اور قومی یکجہتی کا ظہور ہے اس عہد کا جائزہ لیا جائے تو یہ دور شاہ اسمٰعیل کے زمانے کے اہم ترین واقعہ کی عکاسی کرتا ہے جس نے شیعیہ مذہب کو سرکاری مذہب قرار دینے کا اعلان کیا اور یہ شیعی مذہب آج بھی ایران میں رائج ہے۔ ایران کو صفویوں کا سب سے بڑا شیعی مذہب کا سرکاری حیثیت سے اجرا ہے صفویوں نے روز اول سے ہی سمجھ لیا تھا کہ اس مملکت میں یک رنگی پیدا کرنے والے اور اسے دوسرے اسلامی ممالک سے منفرد کرنے کے لئے ایک مخصوص فضا کی ضرورت ہے اور ان کی یہ فضا فقط شیعی مذہب کے اجرا سے ہی پیدا ہو سکتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے شروع سے ہی انھوں نے اپنے فوجیوں کے لئے ''علی ولی اللہ'' کے نعرے تجویز کئے۔

اس عہد میں صفویوں کا مذہبی جوش فقط شیعی مذہب کے اجراء تک محدود نہ رہا بلکہ انھوں نے سنیوں کے پہلے تین خلفا حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان پر بلا امتیاز خلوت وجلوت لعنت بھیجنے کا حکم بھی دیا جو آدمی اس لعنت کو سنے اس پر واجب تھا کہ وہ ''بیش باد کم مباد'' کہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں موت کی سزا دی جاتی تھی۔[۱] مسجدوں میں خطیبوں کو حکم دیا گیا کہ وہ منبر سے ''علی ابن ابی طالب'' کی فضیلت کا اعلان کریں۔ شیعی عقائد کی تبلیغ کے لئے عالموں سے کتابیں اور رسالے لکھوائے گئے۔ اس سے بیشتر مذہبی عقائد کو جاننے کے لئے عربی زبان میں دست گاہ حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ اب عین الحیوۃ، حیات القلوب، ابواب الجنان، اور قواعد الاسلام وغیرہ کتابیں فارسی میں پیش کی گئیں جس سے عوام کے لئے مذہبی امور کا سمجھنا آسان ہوگیا۔ اسی وقت ایران میں صفویوں نے بہت سی مسجدیں اور دینی مدارس بھی بنوائے۔ ہر شہر اور ہر قصبے میں علوم دینی کی ترویج کا خاطر خواہ انتظام کیا گیا۔ شہداء دین کی سوگواری کو دسویں صدی سے آل بویہ نے مروج کیا تھا اور اس کے بعد دین مخالف کے علم برداروں نے اسے بند کرا دیا تھا۔ صفویوں نے اس رسم کو از سر نو رائج کیا۔ ایام محرم میں روضہ خوانی اور دینی پیشواؤں کی مداحی ہر جگہ مقبول ہوگئی اماموں پر مصائب کا حال دکھانے اور ''شبیہ خوانی'' کا رواج اس زمانے میں پڑا۔ اماموں کے یوم ولادت پر جشن منانے اور ایام شہادت عزا داری کی رسم بھی صفوی دور میں جاری ہوئی۔

لیکن تھوڑے عرصے بعد شیعہ مذہب کی بنیا درکھنے والے اور اس کو فروغ دینے والے شاہ اسمٰعیل کی وفات ہوگئی اس کے بعد شیعی مذہب کا شیرازہ بکھر گیا ایک بار پھر ایران بدتر حالت میں واپس آ گیا۔ اس وقت ایران میں کچھ بادشاہ

۱- ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص: ۲۴۸

سنّی مذہب کے پیرو تھے، جیسے سلطان سلیمان عثمانی، ترکمان اوزبک وغیرہ۔ ازبک قبیلوں کے نویں پشتوں میں ایک بادشاہ عبید اللہ خاں ازبک جو کہ شیعہ مذہب کی مخالفت میں تھا۔ جس کے سبب مشہور ومعروف ادباء وشعراء جدال و قتال کی زد میں آئے اور اس نے کئی ادباء وشعراء کا قتل عام کروایا۔ ان میں مولانا بدرالدین ہلالی چغتائی استرآبادی کا نا بھی ہے۔

''هلالی استر آبادی بسبب انتساب بتر کان جغتائی به مشهور است. وی بعد از پرورش در استر آباد (گرگان) به خراسان رفت و بدستگاه سلطان ابو الغازی حسین بایقرا(م.۹۱۲ هجری =۱۵۰٦ میلادی) ووزیر او امیر علی شیر نوائی راه یافت وپس از زوال سلطنت سلطان حسین بایقرا در اوایل عهد صفویان هنگام حملهٔ عبید الله خان ازبك بسال (۹۳٦ هجری = ۱۵۲۹ میلادی) به جرم تشیّع کشته شد''۔[۱]

صفوی عہد میں ان مذہبی امور میں اتار چڑھاو کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر بھی توجہ کی گئی۔ چنانچہ تذہیب، نقاشی، مصوری، تعمیری، کاشی کاری اور قالین بافی کو جو کمال حاصل ہوا، اصل میں ان فنون کی بنیادیں نہایت قدیم تھیں۔ ان فنون میں سلجوقی اور تیموری دور میں ہی ترقی کے آثار پیدا ہو چکے تھے اور ترقی کرتے کرتے صفوی دور میں انتہائی عروج پر پہنچ گئے۔ آغاز سلطنت کے وقت دار الخلافہ تبریز تھا۔ شاہ اسمٰعیل صفوی کی سرپرستی نے سینکڑوں خطّاط، نقاش معمار اور طلاکار اس شہر میں جمع کر دیئے تھے۔ ان کے شاہ کار کتبوں، ٹائیلو اور قلمی نسخوں کا طلاکاریوں کی صورت میں ہمارے ہاتھوں پہونچے ہیں۔ اور یہ تمام کاریگروں نے شاہی محلات، مساجد اور مدارس کی تعمیر میں اپنے ہنرمندی کے مظاہرہ کیا۔ صفوی عہد کی یہ عمارتیں زیبائش وآرائش اور ساخت کے لحاظ سے ایک مخصوص ومنفرد اقدار کی حامل ہیں اور اس دور کی تعمیروں میں خوش رنگ ٹائلیں اور رنگارنگ نقش ونگار عجیب بہار دکھلاتے ہیں۔ جابجا سنگ مرمر پر کندہ کوفی کتبے عمارتوں کے حسن میں اضافہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اکثر مقامات پر ان کتبوں کو پھولوں اور پتیوں کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

صفوی دور کی ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس عہد میں فن نقاشی کی بے حد مقبولیت اور غیر معمولی ارتقا کا سب سے بڑا سبب شاہانہ سرپرستی ہے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی کے وقت سے ہی تبریز میں نقاشوں کی ایک برگزیدہ انجمن قائم ہو چکی

۱۔ گنج سخن، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۱۳۰

تھی اور مشہور فن کار بہزاد کو اس کا صدر بنایا گیا تھا۔ پھر شاہ طہماسپ کے دور میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی۔ اس عہد میں نقاشوں اور ہنر مندوں سے دوستانہ مراسم تھے اسی سب ان فنون کی قدر و منزلت عوام میں بڑھ گئی۔ چنانچہ خواص و عام میں اس فن کی مقبولیت کا ثبوت اس زمانے کی قلمی کتابوں، چھتوں اور دروازوں وغیرہ پر کھینچی گئی بے شمار تصویروں کی صورت میں ہم تک پہونچا ہے ان تصویروں میں بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور درباریوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی عکاسی کی گئی ہے۔ ناؤ نوش کی مجلسیں، سرسبز باغات، عالی شان عمارتیں اور رنگ برنگے لباس نظر آتے ہیں۔ تصویروں کے نقوش اجاگر کرنے کے لئے درخشاں اور متناسب رنگوں کا استعمال کیا گیا ہے۔

صفوی عہد کے مشہور مصور عام طور پر بہزاد کے شاگرد یا اس کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ چنانچہ اس دور کی مصوری میں بہزاد کے اسلوب کا رنگ بہت گہرا نظر آتا ہے مشہور فن کاروں میں پہلا نام بہزاد کے ہونہار شاگرد شیخ زادہ کا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اپنے استاد بہزاد کے ساتھ ہی گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتا ہوا تبریز پہونچ کر دربار صفوی سے وابستہ ہو گیا تھا۔ اس کی بے مثل مصوری اس ہنر مندی کو دوسرے فن کاروں سے ممتاز کرتی ہے۔

اسی وقت کا ایک اور مصور سلطان محمد مہارت فن میں آقا میرک سے اس قدر مشابہت رکھتا ہے کہ دونوں کے شاہکاروں میں دستخط کے بغیر پہچان مشکل ہو جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمد مصوری بہزاد کے بعد نقاشان ایران کی تبریزی انجمن کا صدر بھی مقرر رہا تھا۔

فن مصوری، فن نقاشی اور فن تعمیر کے ساتھ اس عہد مین قالین بافی کا فن بھی بام عروج پر پہنچا۔ شاہی کارخانوں میں بنے گئے بہت بڑے بڑے نفیس قالینوں کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ ایسے خوبصورت اور قیمتی تحائف کو فرش پر بچھانے اور پامال کرنے کیلئے بنائے گئے ہوں گے۔ ہزاروں اور لاکھوں روپے کی مالیت کے یہ قالین محلوں، خانقاہوں اور شاہی گذرگاہوں میں بچھائے جاتے تھے، ان قالینوں پر رنگارنگ تصویریں موجود ہیں۔ شکار کے مناظر، باغوں کے نظارے جانوروں کی تصویریں، پھولوں اور پھلوں وغیرہ کی شکلیں بڑی چابک دستی سے بنائے گئے ہیں۔ اس زمانے کے قالین جو ہم تک پہونچے ہیں ان کی تفصیل یوں ہے:

مشہور ترین قالین جام (خراسان) کے معرف فن کار غیاچ الدین کا تیار کیا ہوا ہے۔ یہ ۱۵۲۲ء میں مکمل ہوا تھا اور اس پر غیاث الدین کے دستخط موجود ہیں۔ قالین کا طول ۲۲ رفٹ اور عرض ۱۱ رفٹ ہے اور یہ آج کل میلان کے عجاب گھر میں محفوظ ہے۔[1]

۱۔ ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص: ۲۶۲

دوسرا قالین صفویوں کے مورث اعلیٰ شیخ صفی کی خانقاہ واقع اردبیل سے متعلق ہے ۲۶رفٹ لمبا اور ۱۳رفٹ چوڑا اس قالین کے خالق مقصود کاشانی کے دستخط اس پر موجود ہیں ۱۵۳۹ء میں شاہ طہماسپ کے حکم سے تیار کیا گیا تھا۔[۱]

صفوی دور کے چینی کے برتن بھی بے حد لطیف رنگوں کے حامل ہیں اور عام طور پر چینی اسٹائل پر بنائے گئے ہیں۔ عمومی طور پر ایران میں چینی برتنوں کی تیاری کا کام عہد صفوی میں بہت وسیع پیانے پر ہونے لگا تھا۔ خود چینیوں نے اس ہنر کو ایران میں مقبول بنایا لیکن ایرانی اپنے فطری ذوق جمالی سے اس میں اتنے ماہر ہو گئے کہ ان کے بنائے ہوئے چینی کے نفیس و لطیف برتن یوروپ میں چین سے منگوائے گئے برتنوں سے کم قیمت نہیں پاتے تھے۔[۲]

اردبیل کے مقام پر شیخ صفی الدین اردبیلی کے مقبرے میں جمع کئے گے صفوی بادشاہوں کے لاتعداد چینی کے برتن اس دعوے کا روشن ثبوت ہیں۔

۱- ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، ص:۲۶۲

۲- ایضاً، ص:۲۶۳

ادبی حالات:

پندرھویں صدی عیسوی میں فارسی نثر

پندرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں فارسی زبان اور دیگر علوم وادب کی طرح فارسی نثر ونظم نے کوئی قابل توجہ ترقی نہیں کی، فارسی شاعری، سیاسیات اور سماجیات کی کسد بازاری اور دوسری وجہ اس زمانے میں سخن شناس اور علم پرور بادشاہ وامیروں کے فقدان کی وجہ سے اپنے پرانے طرز سے کوسوں دور نظر آنے لگا۔ اگر چہ تیموری بادشاہ اور شاہزادے اکثر علم دوست اور شاعر نواز تھے اور بعض خود بھی شاعر تھے، جیسے شاہ رخ مرزا، الغ بیگ، مرزا، وغیرہ ہیں۔[۱] اور انھوں نے شعراء وادباء کی تشویق اور حوصلہ افزائی کیلئے کوششیں کیں مگر انتھک کوششیں علم وادب کے میدان میں نا کام رہی کیونکہ عوام وخواص میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن کے اندر شعر فہمی کی صلاحیت نہ تھی اور شاعروں اور سخن سنجوں کو قابل احترام سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں گذشتہ روایتوں کے برخلاف عالموں اور مصنفوں کی سرپرستی اور ہمت افزائی بھی نہیں کی گئی۔[۲] وقت وحالات اور زمانے کی ناسازگاری کے علاوہ امراو سلاطین کو اس طرح کے مسائل پر توجہ دینے کا وقت بھی نہیں تھا کیونکہ شہزادوں اور بادشاہوں میں آئے دن جنگ وجدال کے واقعات پیش آتے اور امرائے سلطنت اور اہل ذوق بھی ان معرکوں میں پھنسے رہتے۔ بالآخر انھیں تیموری بادشاہوں میں سلطان حسین بایقرا کی لا محدود کوششیں علم وادب کے میدان میں کامیاب ہوئیں۔ پھر ان تمام ادبی مراکز اور حلقوں میں سب سے اہم وہ حوزہ تھا جو سلطان حسین بایقرا کی دستگاہ ہرات میں تشکیل پا چکا تھا۔

سلطان حسین بایقرا کی جد وجہد اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اس حوزے میں اس کے دانش مند شاعر اور شعر دولت

۱- فارسی ادب کے ارتقاء کی مختصر تاریخ، پروفیسر ذبیح اللہ صفا، مترجم: عندلیب زہرا کاموں پوری، ص:۷۶

۲- ایضاً، ص:۷۶

وزیرمیر علی شیر نوائی کی حمایتوں سے شاعروں، مصنفوں، مورخوں، نقاشی، موسیقی دانوں اور ادیبوں کا ایک حلقہ اس شہر میں اجتماع ہوا۔ ان کے زیر سایہ ان کے شاگردوں نے کسب فیض کیا اور ان میں سے ہرایک کا اپنا ایک مخصوص انداز تھا، اور وہ تمام بدائع اور ایجادات کا جوہر جس کو ہر گروہ نے منظر عام میں پیش کیا، صفویوں کے دور تک اس کا سلسلہ قائم و دائم رہا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو علمی، ادبی اور ہنری حلقے سلطان حسین بایقرا کے عہد میں ہرات میں ادبی مراکز قائم ہوے یہ ایک فکری اور ہنر کے میدان میں ایک نئی تبدیلی کا پیغام تھا جس کی بدولت ایک مدت کے لئے پورے معاشرے کی علمی اور ادبی زندگی میں تازگی آئی، جس کی اہمیت سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ اس دور میں نثر، چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے پر تکلف اور مبالغہ آمیز طرز تحریر سے آزاد ہو چکی تھی اور اسے ادبی آثار جس میں افراط کے ساتھ فن اور ادبی صنائع پر توجہ دی گئی اس دور کی نثر میں فارسی کے پرانے لہجے کا کم لحاظ کیا گیا ہے اور زیادہ تر روز مرّہ کے اصطلاحات، نکات اور ترکیبوں کو استعمال میں لایا گیا اور اس نسبت سے مصنف بھی فارسی زبان و ادب کی رعایت میں کمی کرتے تھے۔ اگر چہ اس عہد کے مصنفوں کے آثار مین سادہ نویس کو اصل مرکزیت حاصل تھی مگر اس کے باوجود کتابوں کے مقدمے اور کتاب کے ہر فصل میں تکلف کے ساتھ القاب وعناوین کا استعمال ہوتا تھا، اس لئے مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دور کی نثر میں وہ متانت اور استحکام نہیں ہے جو قدیم مصنفوں کے یہاں دستیاب ہے اور اسی لئے قدیم مصنفوں جیسا طرز تحریر کا اختیار کرنا عوام میں مقبول نہیں تھا۔ ۱

بہر حال اس کے باوجود تیمور عہد میں فارسی نثر کو ایک سازگار ماحول میسّر رہا اس دور کی نثر میں مطالب ومعاون کا تنوع پایا جاتا ہے اور اس عہد کی کتابوں میں مصنوعی طرز زیادہ نہیں ملتا، لیکن جب کوئی مصنف کسی کتاب کا کسی امر یا سرپرست کے نام انتساب کرتا ہے کسی موقع پر کسی مخصوص شخصیت کا ذکر کرتا ہے تو کتابوں اور فصلوں کے آغاز میں بہت تکلف برتا ہے مصنفین القاب اور نئے نئے عنوان میں جدت طرازی سے کام لیتے، اور اس قدر مبالغہ کہ اصل مطلب فوت ہو جاتا، اس دور کی بعض کتابوں میں سجع ور نا مانوس تکلفات بھی ملتے ہیں اور کچھ میں سادگی، روانی اور دلکش باتیں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ۲

۱- تاریخ علوم وادبیات ایرانی، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص ۱۸۲

۲- فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، ڈاکٹر محمد ریاض، ڈاکٹر صدیق شبلی، ص: ۹۴

چنانچہ اس دور میں فارسی زبان وادب اتنا عروج پر نہیں جتنا کہ گذشتہ ادوار میں فارسی زبان وادب کا رتبہ تھا کیونکہ اس عہد کا جائزہ لیا جائے تو یہ زوال کا دور تو ہے لیکن باوجود اس کے اس تنزلی دور میں بھی چند اچھے مشہور و معروف علماء وادباء گزرے ہیں جو مقبولیت کے حامل ہیں جنھوں نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی مثلاً میر علی شیر نوائی، مولانا جامیؔ، خواجہ آصفی، بابا فغانی شیرازی، اہلی ترشیزی، اہلی شیرازی، امیر شاہی سبزواری، کاتبی ترشیزی، مولانا بن محمد حسام الدین محمد اسفرازی، ملاّ حسین واعظ کاشفی، جلال الدین دوّانی، نظام الدین غازانی، فصیحی خوانی، حافظ ابرو، میر خوانداور مولانا ہلالی وغیرہ جو قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے بعض کا تفصیلی ذکر آگے کے صفحات میں کیا جائے گا اور ان میں سے کچھ کی حیات سولہویں صدی عیسوی کے آغاز تک بھی رہی ہے اور ان شعراء وادباء نے ہر موضوعات پر قلم فرسائی کی ہے۔ جیسے علمی، دینی، تاریخی مسائل، ادبی مسائل، قصے، روایتیں، تراجم احوال، قرآن کی تفسیر اور تصوف و اخلاق وغیرہ متعدد کتابیں لکھیں اور ان میں گوناگوں مطالب کا بھی خیال رکھا بطور مثال چند معروف تصنیفات کا مختصراً ذکر حسب ذیل ہے: مثلاً:

زبدۃالتواریخ:

پندرہویں صدی عیسوی کی اہم اور مستند تاریخ ''**زبدۃالتوارخ**'' جس کا مؤلف 'خواجہ نورالدین لطف اللہ' ہے جو 'حافظ ابرو' کے نام سے مشہور ہے اور اس کا شمار ایران کے مشہور مورخوں میں ہوتا ہے۔ حافظ ابرو امیر تیمور کے مقربین میں سے تھا اس کتاب کو اس نے ۱۴۲۶ء میں مکمل کی۔ اور شاہ رخ کے بیٹے مرزا بایسنقر مرزا کے نام منسوب کیا۔ اس لئے اسے ''زبدۃالتوارخ بایسنقری'' بھی کہا جاتا ہے۔ حافظ ابرو نے اسے ''**زبدۃالتوارخ ومجمع التوارخ سلطانی**'' بھی کہا ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ہے اس کی پہلی اور دوسری جلد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر خاتمہ خلافت تک ہے اور تیسری اور چوتھی جلد میں مؤلف کے زمانے تک کے ایرانی مسلمان فرمان رواؤں کے بارے میں ہے۔[1]

۱۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۰۹۔ ۶۱۰

مجمل التواریخ:

یہ بھی اسی دور کی اہم اور معتبر تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔اس تصنیف کے مصنف ''احمد بن جلال الدین محمد فصیحی خوانی'' ہے انھوں نے یہ کتاب ۱۴۴۶ء میں مکمل کی اور امیر تیمور کے بیٹے شاہ رخ مرزا کے سامنے پیش کیا۔اس کتاب میں بہت سے شعراء وادباء وعلماء کا ذکر ملتا ہے اور ادبی مسائل پر بحث کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے اس کی بہت اہمیت ہے کتاب کا انداز بیان بہت سادہ اور سہل ہے۔ یہ تاریخ مقدمہ اور خاتمہ کے علاوہ دو مقالات پر محیط ہے۔مقدمے میں ابتدائے آفرینش سے لے کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تک کے واقعات درج ہیں اور مقالہ اوّل میں ہجرت نبوی تک کی تاریخ ہے۔ دوسرے مقالے میں ہجری سال اوّل سے لے کر ۱۴۴۲ء تک کے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ کتاب کا خاتمہ فصیحی خوانی کے مولد ہرات سے تعلق رکھتا ہے۔[۱]

مطلع السعدین:

اس عہد کی ایک اور تاریخ 'مطلع السعدین' ہے جس کے مصنف ''کمال الدین عبد الرزاق سمرقندی'' ہے سمرقندی سلطان ابوسید مرزا کے عہد میں اہم سفارت خانوں پر بھیجا گیا اور اعلیٰ منصب پر فائز رہا۔مطلع السعدین ابوسعید مغول کے سال پیدائش ۷۰۴ھ سے لے کر اسی کے ہم نام مرزا ابوسعید گرگانی کی وفات ۱۴۷۰ء تک ایک سوستر سالہ دور کی تاریخ ہے۔مصنف کے نزدیک یہ دونوں ابوسعید سعد ستارے تھے اور انھیں کے ناموں پر سمرقندی نے کتاب کا نام رکھا اور اس نے اس کتاب کا ضمیمہ بھی لکھا۔اس کی وفات ۱۴۸۲ء میں ہوئی۔[۲]

روضۃ الصفا:

پندرہویں صدی عیسوی کی ایک معتبر اور مستند تاریخ ''روضۃ الصفا'' ہے اس تاریخ کا مؤلف ''محمد بن خاوند شاہ بن محمود'' ہے۔جس کی شہرت میر خواند سے ہے سلطان حسین بایقرا کے دربار میں اسے بہت بلند مقام حاصل تھا یہ ضخیم تاریخ سات جلدوں میں ہے 'روضۃ الصفا' کی پہلی جلد میں قبل از اسلام کے پیغمبروں اور بادشاہوں کے بارے میں ہے۔ دوسری جلد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات کے متعلق ہے۔تیسری جلد

۱- از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۰۹۔۶۱۰

۲- از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۱۳۔۶۱۴

میں دواز دہ امام، بنو امیہ اور بنی عباس کا ذکر ہے۔ چوتھی جلد میں ایران کے مسلمان بادشاہوں کا بیان ہے۔ پانچویں جلد میں منگول حکمرانوں کے حالات قلمبند ہیں۔ چھٹی جلد میں امیر تیمور اور اس کے جانشینوں کے واقعات درج کئے ہیں میر خواند چھ جلد ہی لکھ پائے تھے کہ ۱۴۹۸ء میں ہرات میں ان کا انتقال ہوگیا روضۃ الصفا کی ساتویں جلدان کی وفات کے بعد میر خواند کے بھانجے غیاث الدین خواندمیر نے میر علی شیر نوائی کی فرمائش پر لکھا، اس ساتویں جلد میں اس نے ابو الغازی سلطان حسین بقرا کے ۱۵۰۶ء کے سلطنت کے واقعات بیان ہوئے ہیں روضۃ الصفا کا اسلوب منشیانہ اور پر تکلف ہے۔[۱]

روضۃ الجنات فی مدینۃ الہرات:

یہ کتاب بھی پندرہویں صدی عیسوی کی تاریخ پر مبنی ہے۔ اس کتاب کا مؤلف ''معین الدین احمد اسفرازی'' ہے یہ تاریخ شہر ہرات کی تاریخ ہے اس نے ۱۴۷۲ء میں یہ تصنیف مکمل کی اور اس میں خاندان کرت کے بادشاہوں اور سلطان حسین بایقرا کے زمانے تک کے تیموری دور کے حادثات و واقعات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ یہ کتاب سلطان حسین بایقرا کے نام معنون ہے، محمد اسفرازی اگر چہ منشی اور دبیر تھا، لیکن کتاب کا اسلوب بیان سادہ اور رواں ہے اشعار و اقوال کا ستعمال جا بجا ملتا ہے اسفرازی کو ترسُّل میں بھی مہارت تھی درباری انشاء سے بھی واقف تھا اس کتاب میں اس نے لفظی صنعتوں سے کام لیا ہے اور مترسلوں کے انداز پر فصلوں کے مقدموں میں اطناب اور تصنع پایا جاتا ہے۔[۲]

تذکرۃ الشعراء:

عہد تیموری کی مشہور و معروف تصنیف ''تذکرۃ الشعراء'' جس کے مصنف ''دولت شاہ بن علاء الدولہ سمرقندی'' ہے جو سلطان حسین بایقرا کا خاص ندیم تھا اور اس کے مشہور وزیر میر علی شیر نوائی کی تحریک پر دولت شاہ نے اپنا مشہور تذکرہ ۱۴۹۴ء میں تالیف کیا اور پھر میر علی شیر نوائی کے نام معنون کیا۔ اس کتاب میں سلطان حسین بایقرا اور میر علی کی سیرت و کردار پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے ہم عصر شاعر جامیؔ کا خاکہ لکھا ہے۔ کتاب کی تمہید میں فن شعر گوئی پر

۱۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۴۴

۱۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۴۰

ایک مقالہ موجود ہے یہ تذکرہ ۱۰۵ شعراء کے احوال واشعار کا ایک دلکش مجموعہ ہے اس کتاب کا انداز نگارش سادہ ہے اور مؤلف نے لفظی آرائش سے پرہیز کیا ہے۔ اور یہ بھی کہ مؤلف نے سنی سنائی باتوں پر زیادہ اعتبار کیا اور تحقیق سے کام نہیں لیا جس کی وجہ سے اس تذکرے میں مشتبہ اور غلط باتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ تذکرۃ الشعراء کی نثر چھٹی صدی ہجری کی سادگی وروانی ہے، تشبیہات ضرورت کے مطابق استعمال کی گئی ہیں اس کا انداز کہیں کہیں ڈرامائی وافسانوی نظر آتا ہے۔[1]

جواہرالاسرار وزواہرالانوار:

اسی دور کی ایک تصنیف ''جواہرالاسرار وزواہرالانوار'' ہے جو کہ مثنوی مولانا روم کی شرح ہے جس سے کمال الدین حسین بن حسین خوارزمی ۱۴۴۰ء میں لکھا یہ مثنوی کی مفصل شرح ہے اس کے مقدمے میں مؤلف نے تصوف کے اصول وتاریخ پر بحث کی ہے۔[2]

دانشنامۂ جہان:

دانش نامۂ جہان 'غیاث الدین علی بن علی حسینی اصفہانی' کی تصنیف ہے اور یہ کتاب حکمت الٰہی اور علم طبعیات کے موضوع پر ہے اور زبان سادہ اختیار کی گئی ہے یہ شخص سلطان ابوسعید مرزا کا معاصر تھا۔ عہد تیموری میں رسائل ''اخوان الصفا'' کی عربی تلخیص سے فارسی میں ایک ترجمہ ''مجمل الحکمہ'' کے نام سے کیا گیا ہے اس کی نثر میں روانی اور اس سے 'اخوان الصفا' کی بہترین تلخیص کہا جاتا ہے۔[3]

مجالس العشاق:

پندرہویں صدی عیسوی کے نصف آخر کی ایک مستند اور معتبر کتاب 'مجالس العشاق' ہے یہ تذکرہ ایک مقدمہ اور ۷۶ مجلسوں پر مشتمل ہے۔ ابوالغازی سلطان حسین بایقرا کی تالیف بتائی جاتی ہے۔ مجلس میں کسی بڑے صوفی یا سلطان کی زندگی اور اس کے عشق کا تذکرہ ہے اور مقدمے میں عشق حقیقی ومجازی پر بحث کی گئی ہے اس تصنیف میں جا بجا

۱- تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر رضازادہ شفق، اے۔ بی آفسیٹ پریس، دہلی، ص ۴۴۴

۲- از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۵۲

۳- فارسی ادب کے ارتقاء کی مختصر تاریخ، پروفیسر ذبیح اللہ صفا، ص: ۷۲

صوفیانہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب کا آغاز امام جعفر صادق کے ذکر سے شروع ہوتا ہے اور اس کے آخر میں مولانا جامؔی کا ذکر ہے۔ لیکن اس کتاب پر مغل بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر نے کڑی تنقید کی ہے اور اس بادشاہ کے خیال میں یہ کتاب میر علی شیر نوائی کی بارگاہ سے وابستہ ایک صوفی ''عالم کمال الدین حسین گازر گاہی'' کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے آخر میں مؤلف نے اپنے حالات زندگی بھی شامل کئے ہیں اس کی انشاء مصنوعی ہے۔[1]

مجالس النفائس:

تیموری عہد کے آخر کی ایک نثری تصنیف 'مجالس النفائس' اپنے عہد کی اہمیت اور مستحکم کتاب ہے۔ اس کتاب کا مؤلف سلطان حسین باقرا کے علم دوست اور ادب پرور وزیر میر علی شیر نوائی کی ترکی تصنیف ہے اس کتاب کے فارسی زبان میں دو ترجمے ملتے ہیں ایک ترجمہ 'فخری ہراتی' نے 'لطائف نامہ' کے نام سے ترجمہ کیا اور دوسرا ترجمہ اسی زمانے میں حکیم شاہ محمد قزوینی نے کیا جو 'مجالس النفائس' کے نام سے ہی مشہور ہے اصل کتاب 'مجالس النفائس' ایک مقدمہ اور آٹھ مجالس پر مشتمل تھی لیکن فارسی مترجمین نے اپنے اپنے ترجمے میں ایک ایک مجلس کا اضافہ کیا ہے اور ان مجالس میں شعراء، فضلاء، سلاطین اور شاہزادوں وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔[2]

نور الدین ابو البرکات عبد الرحمٰن بن نظام الدین احمد محمد جامی کا شمار پندرہویں صدی عیسوی کے مشہور و معروف فارسی شعراء میں ہوتا ہے۔ مولان جامی کی ولادت ضلع جام کے کے قصبہ خرجرد میں ۱۴۱۴ء کو ہوئی۔ ان کا خاندان دشت میں آباد تھا، جو اصفہان کے نواح میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہی وجہ ہے کہ شروع شروع میں وہ دشتی تخلص کرتے تھے جامؔی کے والد نظام الدین احمد دشتی بن شمس الدین محمد نے دشت کو خیر باد کہہ کر علاقۂ جام میں سکونت اختیار کی اور اسی نسبت سے آپ 'جامؔی' تخلص اختیار کیا۔ جامی اپنے زمانے کے سب سے بڑے ادیب اور شاعر اور ایران کے وہ آخری بڑے صوفی شاعر ہیں، جن کا نام انورؔی، سعدؔی، مولانا رومؔ، حافظؔ، خیامؔ اور فردوسؔی وغیرہ کے ساتھ لیا جا سکتا ہے۔ جامی کے بعد ندرت اور جدّت رکھنے والے بڑے شاعر سرزمین ایران میں دیکھنے کو نہیں ملتے۔ جامؔی نے نہ صرف شاعری کی ہے بلکہ بحیثیت نثر نگار میں بھی قابل تعریف ہیں اور فارسی نثر میں متعدد کتابیں

۱- تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، تہران، ۱۳۴۳، ص: ۱۵

۲- از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۱۳۴)

تصنیف کیں جو مندرجہ ذیل میں نقل ہیں ۔[۱]

نفحات الانس من حضرات القدس:

نفحات الانس من حضرات القدس، مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے ۱۴۷۹ء میں تالیف کی یہ تصنیف ۶۱۱ ر صوفیوں کے تذکرے پر مشتمل ہے اس کتاب کا بڑا حصہ خواجہ عبداللہ انصاری کی کتاب شرح احوال مشائخ صوفی کا ترجمہ ہے دراصل خواجہ عبداللہ انصاری کی یہ اپنی تصنیف نہیں بلکہ خواجہ نے ابو عبدالرحمٰن بن حسین سلمی نیشاپوری کی عربی کتاب ''طبقات صوفیہ'' کو ہروی زبان میں منتقل کیا ہے دونوں مترجموں نے اپنی اپنی تصانیف میں خود سے بھی اضافہ کئے ہیں۔نفحات الانس میں تصوف کے اصول کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کتاب کا انداز بیان تکلف و تصنع سے بالکل پاک ہے اور تصوف کے موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے تصنیف کو لکھنے میں مولانا جامی نے فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے ''تذکرۃ الاولیاء'' سے بھی استفادہ کیا ہے ۔[۲]

بہارستان:

مولانا جامؔی کی دوسری کتاب ''بہارستان'' کے نام سے موسوم ہے انھوں نے یہ تصنیف ''گلستان سعدی'' کے طرز و اسلوب پر لکھی ۔مولانا جامی نے اپنے بیٹے ''یوسف ضیاءالدین'' کو گلستان پڑھاتے وقت اس کتاب کی تصنیف کا خیال آیا اور پھر اس کتاب کو اپنے فرزند کی درس و تدریس لے لئے لکھی ۔[۳] مولانا جامؔی کی یہ تصنیف بھی ''بہارستان'' آٹھ ابواب پر مشتمل ہے، ہر بات میں چند حکایات ہیں، جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:

(۱) درویشوں اور صوفیوں کی حکایات (۲) دانشمندوں کی حکایات (۳) عدل اور سلاطین کے حکایات (۴) سخاوت کی حکایات (۵) عشق و محبت کی حکایات (۶) مزاح کی حکایات (۷) شعراء کی حکایات (۸) جانوروں کے حکایات بیان کئے گئے ہیں۔اس کا پہلا اور ساتواں باب تاریخی اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان میں صوفیا اور شعراء کا ذکر کیا گیا ہے اس کتاب میں تشبیہات و استعارات کثیر تعداد میں ملتے ہیں ۔[۳]

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، ج، چہارم، دکتر ذبیح اللہ صفا،ص:۳۴۷۔۳۴۸

۲۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۲۸

۳۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۳۰۔

لوائح:

یہ بھی مولانا جامؔی کی تالیف ،تصوف کے موضوع پر نثر میں رباعیات سے آراستہ۱۴۹۲ء میں تصنیف کی اور یہ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے اواس میں (۳۰) تمیں لائحہ ہیں مولانا جامؔی نے فصل کے بجائے لائحہ کا ستعمال کیا ہے اور ہر لائحہ میں عرفان وتصوف کے ایک ایک اصول پر مدلل ہے لیکن مختصر بحث کی گئی ہے اس رسالے میں جگہ جگہ مناجاتیں اور اشعار درج ہیں ۔[۱]

اشعۃ اللمعات:

پندرہویں صدی کی نثری تصنیف ’’اشعۃ اللمعات‘‘ بھی مولانا جامی کی تصنیف ہے ۔مغل عہد کے مشہور شاعر و ادیب فخر الدین ابراہیم عراقی کی فارسی تصنیف ’’لمعات‘‘ کی شرح ہے ۔ یہ شرح ۱۴۸۱ء میں مکمل ہوئی جو میر علی شیر نوائی کی خواہش پر لکھی گئی کتاب کی ابتداء ’’مقدمے‘‘ سے ہے ۔جامی نے اپنی شرح میں عراقؔی کی لمعات کی مشکلات کو رقم کیا ہے اس کی نثر سادہ اور رواں ہے ۔[۲]

لوامع:

عہد تیموری کی ایک نثری تصنیف ’’لوامع‘‘ ہے اور یہ تصنیف مولانا جامؔی نے ۸۷۵ھ میں تالیف کی، یہ کتاب ابن فارس کے خمریہ قصیدہ کی شرح ہے ۔[۳]

شواہد النبوۃ:

شواہد النبوۃ بھی مولانا جامی کی ایک معتبر اور مستند تصنیف ہے اس کتاب کی سن تالیف ۸۸۵ھ ہے اور یہ تالیف حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمات کی شرح اور اصحاب کرام کی مدح میں تالیف کی ہے یہ کتاب ایک مقدمہ، سات ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔

مقدمہ: نبوت اور رسالت کے بیان میں ہے اس کا سال تالیف ۸۸۵ھ ہے۔

رکن اوّل: اس میں وہ شواہد اور دلائل پیش کیے گئے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت پر ظہور میں آئے۔

رکن دوم: رکن دوم میں آنحضرت ﷺ کی ولادت سے بعثت کے حالات لکھے گئے ہیں۔

۱- تاریخ ادبیات درایران، فصل پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۳۵۳

۲- از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۵۳

۳- تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر رضا زادہ شفق، ص: ۴۳۶

رکن ثالث: میں آنحضرت کی بعثت سے ہجرت تک کے واقعات ہیں۔
رکن رابع: اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے۔
رکن خامس: رکن خامس میں وہ دلائل وشواہد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ظہور میں آئے۔
رکن سادس: اس باب میں وہ شواہد و دلائل ہیں جو صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت سے ظاہر ہوئے۔
رکن سابع: یہ باب ان شواہد پر مشتمل ہے، جو تابعین اور تبع تابعین اور طبقہ صوفیا کی وساطت سے ظاہر ہوئے۔

کتاب کا خاتمہ دشمنوں کی عقوبت سے ہوتا ہے۔شواہد النبوت کی زبان سادہ اور روان ہے۔اس میں تکلف اور صنائع نام کو بھی نہیں اس میں فارسی اور عربی اشعار کم اور احادیث اور روایات کا ذکر زیادہ ہے۔[1]

نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص:

پندرہویں صدی عیسوی کی ایک اہم تصنیف 'نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص' یہ تالیف بھی مولانا جامی کی ہے جنھوں نے فلسفہ اور تصوف کی کتاب 'فصوص الحکم' کے مؤلف 'شیخ محی الدین عربی' کے عقائد کی شرح وتفسیر ہے اور ''فصوص الحکم'' کا خلاصہ ''نقش الفصوص'' ہے اس کتاب میں جامی نے فصوص کے دوسرے شارحوں کے اقوال اور خاص کر 'شیخ صدرالدین قونوی' کے عقائد کو پیش نظر رکھا ہے۔[2]

پندرہویں صدی عیسوی کے نامور مصنفین میں 'ملا حسین واعظ کاشفی' کا بھی شمار ہوتا ہے۔ان کا پورا نام کمال الدین حسین اور تخلص ''کاشفی'' لکھتے تھے۔سبزوار میں آپ کی ولادت ہوئی۔تعلیم کی حصول کا فراغت کے بعد درس و تدریس اور واعظ وخطابت کا کام شروع کیا۔اسی مناسبت سے لوگ انھیں واعظ کہتے تھے۔علم حدیث اور قرآن پر انھیں مکمل عبور حاصل تھا۔ان کی علم کی شہرت سے ہی سلطان حسین بایقرا نے انھیں خراسان سے ہرات اپنے پاس طلب کیا اور ہرات کا خطیب مقرر کیا، یہ ایک اعلیٰ پایہ صوفی تھے۔علم قرآن اور حدیث کے علاوہ فقہ،حکمت،ادب اور نجوم میں بھی انھیں مہارت حاصل تھی۔ملا حسین واعظ کاشفی اپنے عہد کے نہایت کامیاب نثر نگار ہیں اپنے کلام میں اپنے موزون اشعار پیش کرتے ہیں کہ نظم کا لطف آجاتا ہے۔آپکی وفات ۹۱۰ھ بمطابق ۱۵۰۴ھ میں ہوئی۔[3] ملا حسین واعظ کاشفی نے متعدد کتابیں لکھیں۔بطور مثال مندرجہ ذیل میں ہیں:

۱- ادب نامۂ ایران، ج، دوم، مرزا مقبول بدخشانی ،ص:۵۸۴

۲- تاریخ ادبیات در ایران، فصل پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا،ص:۳۵۳

۳- تاریخ ادبیات ایران، ج، اوّل، ڈاکٹر منظر امام،ص:۱۱۸-۱۱۹

'مخزن الانشاء' اور 'روضۃ الشہداء' ان دونوں کتابوں میں ملا حسین واعظ کاشفی نے منشیانہ انداز اختیار کیا ہے 'روضۃ الشہداء' ان کی زندگی کی آخری ایام کی تالیف ہے اس میں انبیاء وائمہ کرام خصوصاً حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات درج ہیں صفوی دور میں مجالس عزا میں یہی کتاب پڑھی جاتی تھی اس وجہ سے اس کو مجالس روضہ خوانی کہتے ہیں۔[1]

اخلاق محسنی:

یہ کتاب بھی ملا حسین واعظ کاشفی کی شاہکار تصنیف ہے یہ کتاب اصول اخلاق اور صفات پر ایک جامع اور نہایت مفید کتاب ہے۔ یہ تصنیف ایک دیباچہ اور ۴۰/ابواب پر مشتمل ہے اس کی سن تالیف ۹۰۰ھ بمطابق ۱۴۹۴ء ہے۔ اخلاق کے موضوع پر یہ کتاب بہت سادہ اور عام فہم زبان میں تصنیف ہوئی اسی لحاظ سے یہ کتاب عوام الناس اور طلباء کے استفادے کے لے بہت مفید ثابت ہوئی۔ واعظ کاشفی نے یہ کتاب ابو الغازی سلطان حسین بایقرا کے نام معنون کیا۔ چنانچہ مضمون کی وضاحت کے لئے کاشفی نے جا بجا نہایت دلچسپ حکایات بھی بیان کئے ہیں۔ موزوں اشعار اور احادیث وغیرہ کے استعمال سے بھی اس کتاب کی زینت میں اضافہ ہوا ہے۔[2]

انوار سہیلی:

ملا حسین واعظ کاشفی کی معتبر اور مستحکم تصنیف 'انوار سہیلی' ہے اور اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ موصوف نے اس میں اصول اخلاق اور سیاسیات کو جانوروں کی زبان سے حکایات کی صورت میں پیش کیا ہے اس تصنیف کو 'ابو المعالی'' کلیلہ و دمنہ' کا دوسرا نقش سمجھنا بالکل درست معلوم ہوتا ہے حسین واعظ کاشفی نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کلیلہ و دمنہ کی زبان کو بہت سادہ، رواں اور دلکش بنا کر اور ساتھ ہی اس میں جو عربی امثال و حکم شامل ہیں اس کو خارج کر کے اور بہتر انداز میں عوام کے سامنے پیش کریں لیکن وہ اپنے ارادے کو پورا نہیں کر سکے، بہر حال اس میں بھی تکلف و تصنع پایا جاتا ہے عربی کے الفاظ جا بجا دیکھنے کو ملتے ہیں اور حق بات تو یہ ہیکہ زبان و بیان سے متعلق جو لطافت 'کلیلہ و دمنہ' میں ہے 'انوار سہیلی' کو نصیب نہیں۔ اس ے باوجود بھی انوار سہیلی کو فارسی کے مشہور ترین کتابوں کی صف میں رکھا جاتا ہے۔[3]

۱- از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۲۸

۲- ایضاً، ص: ۶۴۶

۳- ایضاً، ص: ۶۴۰

فتوت نامہ:

تیموری دور کی دیگر نثری تصنیف 'فتوت نامہ'' سلطانی ہے اس کتاب کو بھی ملا حسین واعظ کاشفی نے تصنیف کی ہے اس کا موضوع 'فتوت وجوانمردی' ہے۔اور فارسی کی ایک بہت معتبر کتاب ہے۔[۱]

ان کتابوں کے علاوہ ملا حسین واعظ کاشفی نے قرآن مجید کی مفصل تفسیر بھی لکھی ہے۔مثلاً ''جواہرالاسرار یا جواہرالتفسیر'' ہے اور 'مواہب علیہ' ۸۹۹ھ میں تصنیف کی۔انھوں نے یہ کتاب قرآن کے ابتدائی حصے یعنی سورۂ فاتحہ سے سورۂ نساء کی آیت ۸۴ تک کی تفسیر لکھی ہے اور مثنوی مولانا روم کا بھی اختصار کیا ہے۔''لب لباب'' کا خلاصہ 'لبِّ لب'' کے نام سے لکھا۔[۲]

جلال الدین محمد بن سعد الدین اسعد،معروف بہ محقق دوانی کا شمار تیموری دور کے اہم ترین نثر نگاروں میں ہوتا ہے آپ کی پیدائش ۸۲۸ھ میں دوان کے ایک قصبہ 'کازرون' میں ہوئی تھی۔آپ کا بچپن وطن میں ہی گزرا اور یہیں اپنے والد سے تعلیم بھی حاصل کی۔چونکہ ایام طفلی سے ہی حصول علم وفضل کا بے حد شوق تھا،اسلئے زیادہ تر اوقات آبادی سے دور ایک بلند پہاڑی پر مطالعہ میں صرف کیا کرتے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے اکتساب علم وفن کا شوق اس قدر بڑھا کہ اپنے آبائی وطن دوان کو خیر آباد کہہ کر شیراز چلے گئے اور ملا محی الدین انصاری کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔مختصر یہ کہ اپنی فطری صلاحیت اور طبعی ذہانت کے طفیل میں کم عمری ہی میں موصوف نے فضائل وکمالات کا بہت بڑا ذخرہ جمع کر لیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کی شہرت ایک جیّد عالم نامور حکیم اور بے بدل محقق کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔جلال الدین دوانی اپنی زندگی کے ایام جوانی ہی میں کازرون کے قاضی مقرر ہوئے پھر مدرسہ 'دارالایتام' کے صدر مقرر ہوئے۔سلطان آق قونیلو نے آپ کو ''قاضی القضاۃ'' کا عہدعطا کیا۔دوانی اس عہد پر مامور رہتے ہوئے بھی درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔آپ نے ۹۰۸ھ میں وفات پائی اور اپنے وطن کازرون میں ہی مدفون ہوئے۔''جلال الدین'' نے عربی اور فارسی دونوں زبان میں کتابیں لکھی ہیں جیسے ''حواشی سہ گانہ بر شرح تجرید'' رسالہ اثبات واجب قدیم،رسالہ اثبات واجب جدید،رسالہ المعجز العلوم،حواشی تہذیب المنطق ،اور شرح ہیاکل،وغیرہ آپ کی مشہور تالیفات ہیں فارسی رسالہ کوچک در شرح بعض رباعیات واشعار،'نورالہدایہ' اور 'لوامع الاشراق فی المکارم الاخلاق' معروف بہ ''اخلاق جلالی' خاص طور پر ان کی شاہکار تصنیف ہے مذکورہ تمام تصنیفات میں ''اخلاق جلالی'' کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔اس کتاب کی عبارت بہت دقیق اور جملے بھی بہت طویل ہیں۔چونکہ دوانی عالمانہ وحکیمانہ

۱- فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ،ڈاکٹر محمد ریاض،ڈاکٹر صدیق شبلی،ص:۱۰۱

۲- از سعدی تا جامی،تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری،ادوارد براؤن،ص:۶۴۳

رنگ کے انسان تھے اس نے 'اخلاق ناصری' کے مباحث بھی اس انداز میں بیان کیا ہے البتہ دوانی کے شیوۂ بیان میں وہ پختگی نہیں جو محقق طوسی کے یہاں ہے پھر بھی کسی دوسرے کی مجال نہیں کہ اس رنگ میں 'جلال الدین دوانی کی یا کتاب حکمت عملی اور اخلاق کے موضوع پر لکھے۔[۱] انھوں نے اس کتاب کو تین 'لامع' میں تقسیم کیا ہے ہر بات کی شروعات 'لامع' کے نام سے ہوتی ہے۔ پہلے لامع کے چھ، دوسرے کے دس اور تیسرے لامع کے سات حصے ہیں ہر حصے کو لامع کا نام دیا گیا ہے۔**لامع اوّل**، میں محاسن اخلاق بیان کئے گئے ہیں اور عقل نظری اور عقل عملی کو ان کی بنیاد بتایا ہے۔ مولانا دوانی نے اس کتاب میں یہ بیان کیا ہے کہ عقل نظری کی تہذیب سے علم وحکمت حاصل ہوتی ہے اور عقل عملی کی تربیت سے عدالت کا شعور پیدا ہوتا ہے عدالت سے مولانا کی مراد تمام انسانی قوتوں کو متوازن رکھ کر ان کی تربیت کرنا ہے۔ مثلاً قوت غضبی کی تہذیب کی جائے تو شجاعت حاصل ہوتی ہے۔ مادی خواہشات کے منظم کرنے سے عفت پیدا ہوتی ہے جلال الدین دوّانی نے انسانی قوتوں کے فضائل بتائے ہیں اور فضائل کے مقابل رزائل کا بھی ذکر کیا ہے پھر فضائل حاصل کرنے اور رزائل سے محفوظ رہنے کی تدبیر بتائی ہے۔ رذائل میں غضب، خوف، جہالت اور حسد خاص طور پر ذکر کرکے، انھیں دور کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ **لامع دوم** میں گھر اور کنبے کی ضرورتوں اور لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ میل جول رکھنے کا ذکر ہے کوئی شخص خواہ کتنا ہی صاحب مقدور ہو دوسروں کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اس لئے لوگوں کے تمام طبقات کے مفاد کی حفاظت ضروری ہے اس باب میں اولاد، نوکروں اور چاکروں کی تربیت کی بھی تلقین کی ہے اور ماں۔ باپ کے حقوق وفرائض کا ذکر کیا ہے۔

لامع سوم میں تمدن، سیاست اور رسوم شاہی کی متعلق ہے مؤلف نے اس باب میں شہریت کے مفہوم اور اس کی ضرورت کا ذکر کیا ہے بادشاہ کے حقوق وفرائض پر بحث کی ہے حکومت کے نظم ونسق پر روشنی ڈالی ہے اور صداقت و محبت کی اہمیت واضح کی ہے۔ دوانی نے اس کتاب کو آق قویونلوں ترکمان امیر حسن خان کے نام معنون کیا ہے۔ اور اس کتاب کا خاتمہ ''اخلاق ناصری'' سے ملتا ہے علم واخلاق فلسفے کی ایک شاخ ہے اس لئے اس کتاب کا اسلوب فلسفیانہ موضوع کے باعث کہیں کہیں مشکل اور ادق نظر آتا ہے۔ اس کتاب میں علامہ دوّانی نے عربی الفاظ بہت استعمال کئے ہیں۔[۲] چودھویں صدی عیسوی کے آخر کی ایک قابل توجہ خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانے میں ترکی زبان میں کتابیں لکھنے کا رواج ہوا، اس لئے ترکی زبان کو اس عہد میں ترقی ہوئی خاص کر سلطان حسین بایقرا اور میر علی شیر نوائی کی سرپرستی میں

۱۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، ص: ۶۵۰۔۶۵۱

۲۔ تاریخ ادبیات ایران، ج، اوّل، ڈاکٹر منظر امام، ص: ۱۱۵

احوال وآثار مولانا بدرالدین ہلالی اُستر آبادی

نام ونسب:

پورا نام مولانا بدرالدین ہلالی چغتائی اُستر آبادی۔ ہلالی نسلاً تُرک تھے، نسب نامہ چغتائی ترکوں سے ملتا ہے۔ آبائی تعلق چغتائی تُرکوں کے اعیان وبزرگوں میں سے تھا۔ اسی نسبت سے چغتائی مشہور ہوئے اوران کی پرورش اُسترا باد (گرگان) میں ہوئی، لیکن ان کی زندگی کا بیشتر حصّہ ہرات میں گزرا، جہاں پروہ اقامت پذیر تھے۔ بعض تذکرہ نگار ہلالی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

'امین احمد رازی' نقل کرتے ہیں:

''ھلالی اگرچہ اصلش تُرک است اماچوں در استرآبادمتولد گردیده و درآن آب وھوا نشو نما یافته ھرآئینه در ضمن آن دیار نوشته سی شود وھلالی در غرّہ ایام جوانی بعد از خروج تحت الشعاع نادانی به صوب خراسان شنافته از افق شھر ھری طلوع نمود۔''[۱]

بقول 'ڈکٹر ذبیح اللہ صفا':

''بدرالدین ھلالی استرآبادی چغتائی شاعر مشھور و توانائی پایان عھد تیموری است۔ نسب وی بترکان چغتائی می کشید وولادت و نشوونمایش در استرآباد بود۔''[۲]

'محمد قدرت اللہ گوپاموی' یوں لکھتے ہیں:

''صاحبِ فکرعالی، مولاناھلالی که از اتراك چغتائی است ،ولادتش در استرآباد جلوۂ ظھور یافته، در ریعان شباب به ھرات رسید۔''[۳]

۱- ہفت اقلیم، ج-سوم، امین احمد رازی، ص:۱۰۹

۲- تاریخ ادبیات درایران، ج-چہارم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص:۴۳۲

۳- نتائج الافکار، محمد قدرت اللہ گوپاموی، ص:۷۹۱

'سام مرزا صفوی' رقم طراز ہیں:

''هر چند که از ترکان چغتائیست امّادر ولایت استرآباد نشو و نما یافته و در غرّه ایّام جوانی بعد از خروج تحت الشعاع طفولیت و نادانی بصوب خراسان از افق شهر هری طلوع فرمودند۔'' ۱؎

مولانا بدرالدین ہلالی چغتائی استرآبادی عہد تیموری کے آخر اور عہد صفوی کے ابتدائی دور سے تعلق رکھنے والے ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ لیکن ان کے نام میں تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مآخذ کی بعض کتابوں میں 'بدرالدین' کے بجائے 'نورالدین' لکھا ہے۔ اس کے متعلق تذکرہ نگار اس طرح لکھتے ہیں:

'ڈکتر زہرا خانلری' رقم طراز ہیں :

''نورالدین هلالی استرآبادی معروف به چغتائی از شاعران غزل سرائی قرن دهم هجری۔'' ۲؎

'سعید نفیسی' نقل کرتے ہیں :

''مولانا نورالدین هلالی چغتائی از بزرگان شعرائی اواخرنهم واوائل قرن دهم بود۔'' ۳؎

اور 'خواندمیر' اس طرح لکھتے ہیں:

''مولانا نورالدین هلالی زبدۂ شعراء زمان وعمدۂ بلغاء دوران است۔'' ۴؎

لیکن اصلاً شواھد کی بناء پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ''بدرالدین'' ہی درست ہے۔ بطور مثال مندرجہ ذیل میں نقل ہے :

بقول 'غلام علی آزاد بلگرامی'۔ :

''هلالی استرآبادی مشارالیه اناسل است وفروع پیشانی فضائل طوطی شکر ریز است وبلبل شور انگیز از اعیان اتراک چغتا بود۔'' ۵؎

۱۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص:۹۰

۲۔ فرھنگ ادبیات فارسی دری، دکتر زہرا خانلری، ص:۵۴۴

۳۔ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی، سعید نفیسی، ص:۴۰۹

۴۔ حبیب السیر، ج۔ چہارم، غیاث الدین ہمام الدین الحسینی معروف بہ خواندمیر، ص:۳۶۱

۵۔ خزانۂ عامرہ، غلام علی آزاد بلگرامی، ص:۴۵۶

'ریاض الشعراء' میں یوں تحریر ہے:

''مولانا بدرالدین هلالی آفتاب سپهر سخنوری وبدر سیمای معنی پروری است۔'' [1]

'ڈکتر ذبیح اللہ صفا' کے قول کے مطابق :

''بدرالدین هلالی استرآبادی چغتائی شاعر مشهور و توانائی پایان عهدِ تیموری است۔'' [2]

ولادت:

مولانا بدرالدین ہلالیؔ کی تاریخ ولادت کے متعلق تذکرہ نگار خاموش ہیں۔مختلف تذکروں کے مطالعے سے صرف اتنی ہی معلومات دستیاب ہوتی ہے کہ استرآباد میں ان کی پیدائش ہوئی۔ اس سے زیادہ ان کے متعلق تذکروں میں ذکرنہیں کیا گیا ہے۔ البتہ انٹرنیٹ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی سنِ ولادت ۸۷۴ھ بمطابق ۱۴۷۰ء استرآباد میں ہوئی ہے۔ [3]

تخلص:

مولانا ہلالی نے اپنا تخلص بھی اپنے نام کی مناسبت سے ''ہلالیؔ'' رکھا ہے اوران کی شہرت خود شاعر کے زمانے میں بھی تھی کیونکہ قابلیت اورلیاقت کی روشنی ان کے جبیں مبارک سے ساطع ہورہی تھی جس کی وجہ سے لوگ انھیں ''ہلالیؔ'' یعنی عید کا چاند کہتے تھے۔بطورِ مثال ہلالیؔ کا تخلص ان چند بیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ جومندرجہ ذیل ہے :

روزی که فلك نام مرا خواند هلالی — می خواست که من مایل ابروی تو باشم

ای به ابروی تو مایل همه کس چون مه عید — از هلالی چه عجب میل خم ابرویت

هرگز بجانب مه نور است ننگرم — کز شوق ابرویت چو هلالی خمیده ام [4]

۱۔ ریاض الشعراء، علی قلی خان والہ داغستانی، ص: ۷۸۰

۲۔ تاریخ ادبیات درایران، ج۔ چہارم، ص: ۴۳۲

۳۔ https:eh.wikipedia.org/wiki/Badar-al-din.

۴۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۹۳

اور اس تخلص کو مولانا ہلالی نے اپنے ابیات میں کثرت سے استعمال کیا ہے۔ درج ذیل مقطع سے اس بات کا اثبات ہوتا ہے۔

دل خستہ ھلالیؔ چو بہ سوختی حذر کُن　　　کہ مبادا از آتش او بہ رسد آفت شرارہ[1]

تعلیم و تربیت:

مولانا ہلالی کی نشونما بھی استرآباد میں ہوئی جب عنفوانِ شباب میں آئے تو وہ استرآباد سے ہرات چلے گئے۔ ان کا ابتدائی کلام بے معنی اور غیر مہذب ہوا کرتا تھا۔ اور فرصت طلب لوگ ان کے اشعار کو اپنے بزم اور مجالس میں بطورِ مضحکہ پڑھتے تھے۔ اُس وقت سرزمین ہرات میں عہد تیموری کے آخری بادشاہ ذی شعور و ذی علم سلطان حسین بایقرا تختِ نشین تھا، اس کا علم پرور ویزیر اور دوست میر علی شیر نوائی اپنے علم و فضل سے ان کے دربار کو روشن کئے ہوئے تھا، جب میر علی کو اس بات کی خبر ہوئی تو انھوں نے ہلالی کو اپنے پاس طلب کیا اور کہا جو تم بے ہودہ اور غیر مہذب شاعری کرتے ہو جو کہ فنِ شاعری کی توہین ہے افسوس یہ کہ ہمارے زمانے میں بھی بالکل وہی حالات پیدا ہو گئے کہ ہر جاہل شخص فصاحت و بلاغت کا دعوے دار ہے۔ فی المختصر یہ کہ ہلالی ان کے پاس سے واپس گئے اور پھر کچھ عرصہ بعد میر علی شیر نوائی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میر علی نے ان کو دیکھتے ہی پوچھا! کیوں ہلالی اس مدت میں کچھ اشعار کہے یا نہیں؟ ہلالی نے کہا جی! کہاں ہے، پھر میر علی نے پوچھا کسی کو سُنایا یا نہیں! ہلالی نے ان کے جواب میں کہا کسی کو بھی پڑھ کر نہیں سنایا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے آپ کی خدمت میں پیش کروں میر علی شیر نوائی نے شعر پڑھنے کا حکم دیا۔ مولانا ہلالی نے ان کی خدمت میں شعر پیش کیا جس کا مطلع یوں ہے :

چنان از پا فگند روزم آن رفتار وقامت هم　　　کہ فردا بر نخیزم بلکه فردای قیامت هم[2]

میر علی نوائی اُٹھے اور ہلالی کو اپنے آغوش میں سمیٹ لیا۔ ان کو اپنے پاس بٹھایا اور بہت حوصلہ افزائی کی۔ پھر پوچھا تخلص کیا ہے؟ میں نے (ہلالی) نے کہا۔ 'ہلالیؔ'۔ نوائی نے فرمایا بدر ہو، بدر ہو۔ میر علی نے ہلالی کو جانچنے اور پرکھنے کے بعد مزید مطالعہ کا مشورہ دیا اور وہ مدرسہ جو کہ انہوں نے خود بنوایا تھا ان کو (ہلالی) اسی مدرسے میں پڑھنے کے لئے مقرر کیا اور وہاں کے مدرس سے یہ بھی تاکید کر دی کہ ہلالی کی تربیت میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیئے۔ ہلالی اس نامور میر علی

۱- دیوانِ ھلالی، نوشتہ میر حسین حسینی، ص: ۹۰

۲- تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۹۱

شیر نوائی کے زیرِ تربیت میں رہ کر فضل وکمال اور فنِ شاعری کے اکتساب میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور پھر چودہ (۱۴) سال تک میر علی شیر نوائی نے معاش سے بے نیاز ہو کر ہلالی کی تربیت کی۔ اس کے بعد ہرات ۹۱۲ھ بمطابق ۱۵۰۶ء میں سلطان حسین بایقرا کے دربار میں باریابی کا شرف حاصل ہوا۔[۱]

اور ان کے دربار سے وابستہ ہو کر ان کی اور میر علی شیر کی خدمت میں مشغول ہو گئے اور اس دربار سے اس وقت تک وابستہ رہے جب تک عبید اللہ خاں ازبک نے اس شہر پر حملہ نہیں کیا تھا۔ تحقیق ومطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہلالی کی تربیت کے متعلق تذکرہ نگاروں نے اس سے زیادہ نہیں کیا ہے خود ان کے کلام اور زبان وادب کے بارے میں ان کے خیالات جاننے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ مروجہ درسی تعلیم کے علاوہ فنِ شعر میں بھی انھوں نے مہارت حاصل کی تھی۔ خاص طور سے غزل، مثنوی اور قصیدے میں خاص عمدہ کلام کا اعجاز پا لیا۔

اخلاق وعادات :

انسان کے شرف کا اصلی معیار اخلاق وکردار ہے اگر اس حیثیت سے اس میں کوئی کمزوری ہے تو وہ غیر معمولی ہو کر بھی معمولی آدمی ہے اور اگر اس اعتبار سے اس میں کوئی خوبی ہے تو وہ ہماری نظروں میں کتنا بھی ادنیٰ کیوں نہ ہو لیکن شرفِ حقیقی اس کو حاصل ہے۔

مولانا ہلالی اپنے فضل وکمال کے ساتھ اخلاق وکردار میں بھی اپنے ہم عصروں سے ممتاز تھے۔ یہ نہایت ہی خوش اخلاق وخوش مزاج تھے۔ اپنی اس نازک طبعی اور مکارم اخلاق کی وجہ سے قتل ہوئے۔ انھوں نے اپنی بے گناہی کا ثبوت بھی نہیں دیا۔ بہت خاموشی، منکسر وعاجزی سے اپنا سَر جُھکا دیا۔

خاندان :

مولانا ہلالی کے تفصیلی حالاتِ زندگی اور خاندان کے متعلق تمام ہم عصر مؤرخین وتذکرہ نویس خاموش نظر آتے ہیں۔ تذکروں کے مطالعے سے محض اتنی ہی اطلاعات دستیاب ہوتی ہیں کہ یہ نسلاً چغتائی ترک تھے اور استر آباد میں ان کی ولادت ہوئی۔

بہر حال جس طرح بدرِ کامل کو بھی تکمیل کے بعد دوام حاصل نہیں ہے اسی طرح مولانا ہلالی بھی اپنی ابتدائی زندگی میں آب وتاب سے چمکتے ہوئے اختتامی مراحل سے بھی دوچار ہوئے۔

۱۔ نتائج الافکار، محمد قدرت اللہ گوپاموی، ص: ۷۸۰

سلطان حسین بایقرا کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں بدیع الزماں اور ظفر حسین کے پاس سلطنت باقی نہ رہی ہلالیؔ اس عرصہ میں حوادث و مشکلات میں گرفتار رہے اور ہرات ایک طویل عرصے تک سولہویں صدی عیسوی کے بادشاہوں شاہ اسمٰعیل صفوی، شیبک خان اور عبید اللہ خاں ازبک کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بنا رہا۔ پھر جب عبید اللہ خان ازبک نے ہرات کو فتح کیا تو مولانا ہلالی اس کے دربار میں حاضر ہوئے اور اس فتح کی کامیابی کی خوشی میں انھوں نے ایک قصیدہ لکھا اور اپنے کلام کو عبید اللہ خاں ازبک کے سامنے پیش کیا جس کے دو بیت حسب ذیل ہیں:

خراسان سینہ روی زمین از بهر آن آمد — کہ جان آمد در او یعنی عبیدالله خان آمد
سمند تند زرین نعل خورشید را ماند — کہ از مشرق بہ مغرب رفت و یك شب درمیان آمد[1]

لیکن اس قصیدے کے متعلق تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بطور مثال :

بقول 'ڈکٹر ذبیح اللہ صفا' :

''کہ گویا از راہ ترس واضطراب ساختہ شُدہ باشد۔'' [2]

'محمد قدرت اللہ' گوپاموی اس طرح رقم طراز ہیں :

''اورافضی است و ہجوخان ہم بہ رقم در آوردہ حکم قتل اوصدور یافت وی در معذرت قصیدۂ بہ نظم درآوردہ۔'' [3]

'علی قلی خان والہ داغستانی' لکھتے ہیں :

''درحینی کہ عبیداللہ خان ازبك فتح ہرات کرد، وی قصیدہ ای کہ این دوبیت از آنجاست ، گفتہ بہ او گذرانید و نوازش بسیار یافت۔'' [4]

'امین احمد رازی' کے قول کے مطابق:

''ودرحینی کہ ھرات در تحت تصرّف عبید الله خان اوز بك در آمد۔ مولاناھلالی شرف ملازمت یافتہ قصیدہ بگذرانید۔'' [5]

۱- ریاض الشعراء، علی قلی خان والہ داغستانی، ص:۷۸۲

۲- تاریخ ادبیات درایران، ج۔ چہارم، ڈکٹر ذبیح اللہ صفا، ص:۴۲۴

۳- نتائج الافکار، محمد قدرت اللہ گوپاموی، ص ۷۶۶

۴- ریاض الشعراء، علی قلی خان والہ داغستانی، ص:۷۸۲

۵- ہفت اقلیم، ج۔ سوم، امین احمد رازی، ص:۱۰۹

تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مولانا ہلاؔلی نے عبیداللہ ازبک کی فتح کی کامیابی پر ہی یہ قصیدہ کہا تھا اور یہ درست بھی ہے کیونکہ عبیداللہ خاں ازبک نے جب یہ قصیدہ سُنا تو بہت خوش ہوا اور اس خوشی میں اس نے ہلاؔلی کو بہت زیادہ نوازش کیا اور اس کو اپنے دربار میں خاص ملازم رکھ لیا اس نوازش اور خاص ملازم کی وجہ سے درباریوں نے ان پر رشک وحسد کیا۔ خاص طور سے مُلّا بقائی اور شمس الدین قہستانی جو عبیداللہ خاں ازبک کے دربار میں اعلیٰ منصب پر فائز تھے، ہلالی کی کامیابی اور مال ودولت پر حسد کیا اور عبیداللہ خان ازبک سے کہا کہ ہلالی رافضی ہے اور اس نے یہ بھی جسارت کی ہے کہ آپ کی ہجو میں ایک رباعی بھی لکھی ہے اور پھر اسی بیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا ہلالی نے عبیداللہ خان ازبک کی ہجو تو کی ہے لیکن اس رباعی کے آخری بیت میں تھوڑا سا فرق پایا جاتا ہے۔ بطورِ مثال اسکندر بیگ ترکمان، اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

غارت کنی و مال 'یتیمان' ببری　　　　کافر باشم اگر مسلمان باشی [۱]

اور 'حسن روملو' کے قول کے مطابق۔

غارت کنی و مال 'مسلمان' ببری　　　　کافر باشم اگر مسلمان باشی [۲]

ایک بیت میں 'یتیمان' اور دوسرے بیت میں ''مسلمان'' لطیف فرق کے ساتھ موجود ہے۔ جس کی بناء پر عبیداللہ خاں ازبک نے جو خود ایک سُنّی تھا اس کے شیعہ ہونے کے جُرم میں قتل کا حکم صادر کردیا۔

''دکتر ذبیح اللہ صفا ہلاؔلی کے قتل کے متعلق یوں لکھتے ہیں :

''هنگامی که عبید الله بر هرات مستولی شده بود گروهی از شیعیان یا متهمان به تشیع را بقتل رسانید ویکی از آنها هلالی بود۔'' [۳]

'رضاقلی خان ہدایت' بیان کرتے ہیں:

''آخر الامر بدست عبیدالله خان اوزبك بجرم تشیع شهادت یافت۔'' [۴]

مولانا ہلاؔلی کے قتل سے کچھ وقفہ پہلے وہاں پر ایک خوبصورت اور صاحبِ کمال شخص کھڑا تھا۔ مولانا ہلاؔلی نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ میرا قتل اس نوجوان کے ہاتھوں ہو ان کی یہ خواہش پوری ہوئی اور آخر کار اسی نوجوان نے ہلالی

۱۔ تاریخ عالم آرای عباسی، ج۔اوّل، اسکندر بیگ ترکمان، ص:۵۷

۲۔ تاریخ ادبیات در ایران، ج۔چہارم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص:۴۳۳

۳۔ ایضاً، ص:۴۳۳

۴۔ مجمع الفصحا، رضاقلی خان ہدایت، ص:۱۱۹

کا سَر قلم کیا یہ بھی عجیب وغریب اتفاق ہے کہ اس شخص کا نام سیف اللہ تھا اور ہلالی کی تاریخ شہادت بھی ''سیف اللہ کشت'' سے نکلتی ہے۔

مولانا ہلالؔی کی تاریخِ وفات کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض تذکرہ نگاروں نے ۹۳۵ھ، ۹۳۹ھ اور بعض نے ۹۳۶ھ لکھا ہے۔

'مرزا مقبول بدخشانی' رقم طراز ہیں :

''ھلالی چغتائی سالِ وفات ۹۳۹ھ بمطابق ۱۵۳۲ء۔'' ؂۱

'دکتر زہرا خانلری' لکھتی ہیں :

''ھلالی مقتول ۹۳۵ھ۔'' ؂۲

بقول 'پروفیسر ادوارد براؤن' :

''ھلالی مقتول در سنه ۹۳۵ھ۔'' ؂۳

'رضازادہ شفق' لکھتے ہیں :

''ھلالی چغتائی متوفی ۹۳۹ھ۔'' ؂۴

لیکن واضح قول یہ ہے کہ ان کا قتل ۹۳۶ھ میں ہوا اور یہ بات مختلف تذکرہ نگار کے اقوال سے ثابت ہوتی ہے جو درج ذیل ہے :

'محمد قدرت اللہ گوپاموی' رقم طراز ہیں :

''درسنۂ است وثلثین و تسعماۃ درچار سوی ھرات علف تیغ جلّاد گشت۔'' ؂۵

'شمع انجمن' کے مصنف 'صدیق حسن خاں' کے قول کے مطابق :

۱- ادب نامہ ایران، ج۔ دوم، مرزا مقبول بدخشانی، ص: ۲۲۹

۲- فرھنگ ادبیات فارسی دری، دکتر زہرا خانلری، ص: ۵۴۳

۳- تاریخ ادبیات ایران، پروفیسر ادوارد براؤن، ص: ۱۵۶

۴- تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر رضازادہ شفق، ص: ۴۶۹

۵- نتائج الافکار، محمد قدرت اللہ گوپاموی، ص: ۴۶۷

۶- شمع انجمن، صدیق حسن خان، ص: ۵۲۹

''درچارسوی هرات ۹۳۶ھ خون اورا ریختند۔'' ۱

'فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ' میں رقم طراز ہے:

''هلالی چغتائی استرآبادی ۹۳۶ھ بمطابق ۱۵۲۹ء۔''۱

'غلام علی آزاد' بلگرامی بیان کرتے ہیں :

''درچارسوی هرات سنه ست وثلثین وتسعمائۀ خون اورا ریختند۔'' ۲

'تذکرۃ الشعراء' میں لکھا ہے کہ :

''ہلالی سنہ وفات ۹۳۶ھ۔'' ۳

بقول 'دکتر ذبیح اللہ صفا':

''در اوایل عهد صفویان هنگام حملۀ عبیدالله خان ازبك بسال ۹۳۶ھ بمطابق ۱۵۲۹ میلادی بجرم تشیّع کُشته شد۔'' ۴

تذکروں کی رو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس وقت مولانا ہلالی کا سَر پھوڑ کر لے جا رہے تھے تو ان کا چہرہ خون سے خضاب ہوگیا تھا۔ اس حال میں بھی عندلیب خوش نوا نے اپنے قتل سے کچھ دیر قبل اہلِ دنیا کو اپنا دلکش بیت سُنا کر زندگی کی آخری سانس لی۔

مثال کے طور پر یہ بیت حسب ذیل ہے۔

این قطرۀ خون چیست بـه روی تـو هلالی　　　گـویا کـه دل از غصّه به روی تو دویده ۵

لیکن اس شعر کے متعلق 'علی قلی خان والہ داغستانی' لکھتے ہیں کہ:

''وبعضی گفت اند که این بیت از دُختر اوست که دران حال گفته است۔'' ۶

'ریاض الشعرا' میں بیان ہے کہ:

۱۔ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، ڈاکٹر ریاض، ڈاکٹر صدیق شبلی، ص:۱۰۶

۲۔ خزانہ عامرہ، غلام علی آزاد بلگرامی، ص:۴۵۷

۳۔ تذکرا لشعراء، مولانا محمد عبدالغنی خان غنی، ص:۱۴۴

۴۔ گنج سخن، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص:۱۳

۵۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص:۹۴

۶۔ ریاض الشعراء، علی قلی خان والہ داغستانی، ص:۷۸۲

''عجب اینکہ مولانا ہلالیؔ درمیان شیعہ متھم بہ تسنّن بود واھلِ
سُنّت اورا بہ تُہمت تشیّع کُشتند۔''[1]

نتائج الافکار کے مؤلف 'محمد قدرت اللہ گوپاموی' لکھتے ہیں کہ مولانا ہلاؔلی کے بے گناہی ثابت ہونے کے بعد عبید اللہ خان پر خون بہانے کا دھبہ لگ گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ عبید اللہ خاں کو مولانا ہلاؔلی کے قتل کا بہت افسوس ہوا اور اپنے کئے پر نادم بھی تھے۔ ایک دن اسی تصور میں انھوں نے مولانا ہلاؔلی کے دیوان کا مقدمہ کھولا تو اتفاق سے یہ شعر لکھا تھا۔

مارا بہ جفا کشتہ پیشمان شدہ باشی　　　خون دل ما ریختہ حیران شدہ باشی [2]

'تحفہ سامی' میں بیان کیا گیا ہے کہ :

''اگر کچھ عناد اور کینہ پرور لوگوں سے ہلالی کی اس قدر عظمت و برتری برداشت نہیں ہوئی وہ لوگ ان کو اپنی نظر میں رذل اور کم ہمت سمجھتے تھے لیکن ''سام مرزا صفوی'' نے ''حافظ شیرازی'' کے قول کو دستور العمل بتاتے ہوئے کہتے ہیں۔

کمالِ سرِّ محبت ببین نہ نقص گناہ　　　کہ ھر کہ بیھُنر افتد نظر بعیب کند [3]

معاصرین:

مولانا ہلاؔلی کی علمی صلاحیت اور قابلیت کے باعث شہرِ ہرات کے افق سے ان کے اقبال کا آفتاب طلوع ہوا۔ جس کی کرنیں مؤرخین، ادب پرست وسیرت نگاری کی متداول کتابوں کے اوراق پر مرتسم ہوتی چلی گئیں۔ ہلاؔلی اپنی جداگانہ صلاحیت اور قابلیت کی وجہ سے اپنے ہم عصروں پر برتری حاصل کی۔ ہلاؔلی کے وہ ہم عصر شعراء جن سے دوستانہ روابط ومراسم تھے۔ ان کا ذکر بعد آنے والے صفحات میں نقل کیا گیا ہے۔

۱۔　ریاض الشعراء، علی قلی خان والہ داغستانی، ص: ۲۸۲۷

۲۔　نتائج الافکار، محمد قدرت اللہ گوپاموی، ص: ۷۶۴

۳۔　تحفہ سامی، سام مرزا صفدی، ص: ۹۴

۱؎ نسخۂ خطی دیوان ہلالی، رامپور رضا لائبریری، ص: ۹

۲؎ کلیات سعدی، ص: ۴۵

۳؎ نسخۂ خطی دیوان ہلالی، رامپور رضا لائبریری، ص: ۲۱

۱؎ نسخہ خطی دیوان بلالی، رامپور، رضا لائبریری، ص: ۲۰

۱ نسخۂ خطی دیوان ہلالی رامپور، رضا لائبریری، رامپور، ص: ۲۹

۲ دیوان امیر خسرو، ص: ۷۴۷

۳ نسخۂ خطی دیوان ہلالی رامپور، رضا لائبریری، رامپور، ص: ۲۹

۱؎ دیوان ھلالی چغتائی با شاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی طہران، ۱۳۳۷، ص: ۲۰۵

۲؎ ھمان، ص: ۲۰۳

۱؎ خزانہ عامرہ، آزاد حسین بلگرامی، ص:۴۵۶

۲؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ درویش وصفات العاشقین، بہ تصحیح سعید نفیسی کتابخانہ سنائی، تہران، ۱۳۳۷ھ، ص:۲۱۶

۱۔ عرفان وادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۵۲

۲۔ عرفان وادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۵۳

۳۔ عرفان وادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۵۳

۴۔ ہمان، ص:۱۵۵

۵۔ عرفان وادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۵۵

۱؎ ہمان،ص:۱۵۶

۲؎ عرفان وادب درعصر صفوی،بخش اول،ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۱۵۶

۳؎ ھمان،ص:۱۵۷

۴؎ عرفان وادب درعصر صفوی،بخش اول،ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۱۵۷

---

۱ همان،ص:۱۵۷
۲ عرفان وادب درعصر صفوی،بخش اول،ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۱۵۷
۳ همان،ص:۱۵۷
۴ (همان،ص:۱۵۷)
۵ عرفان وادب درعصر صفوی،بخش اول،ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۱۵۸

۱؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۵۷

۲؎ ھمان، ص: ۱۵۸

۱؎ دیوان ہلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی، تہران، ۱۳۳۷،ص:۲۷۶

۲؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۵۹

۳؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۵۹

۴؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص:۱۶۰

۵؎ دیوان ہلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی، تہران، ۱۳۳۷،ص:۲۷۸

۱؎ ھمان، ص: ۲۸۳

۲؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی، تہران، ۱۳۳۷ھ، ص: ۲۸۴

۳؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۶۲

۴؎ ھمان، ص: ۱۶۲

۵؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۶۲

۱؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی، تہران، ۱۳۳۷ء، ص:۲۸۵

۲؎ ھمان، ص:۲۸۶

۳؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، کتابخانہ سنائی، تہران، ۱۳۳۷ء، ص:۲۸۸

۴؎ ھمان، ص:۲۸۹

۵؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۲۸۴

۱؎ ھمان، ص:۲۹۴

۲؎ دیوان ہلاآلی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۲۹۵

۳؎ دیوان ہلاآلی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۲۹۸

---

۱ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ و درویش و صفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۲۸۴

۲ ہمان، ص:۳۰۵

۱؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی ،ص:۳۰۵

۲؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی ا،ص:۳۰۶

۳؎ ھمان،ص:۳۰۹

ا؎ دیوان بلاآی چغتائی با شاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی ،ص:۳۱۱

۲؎ دیوان بلاآی چغتائی با شاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی ،ص:۳۱۲

۳؎ ھمان ،ص:۳۱۶

۴؎ دیوان بلاآی چغتائی با شاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی ،،ص:۳۱۲

۱؎ ھمان، ص:۳۱۶

۲؎ عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر تمیم داری، ص:۱۲۹

۳؎ دیوان ہلاّلی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۳۲۵

۱؎ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۱۷۰

ا؎ نسخۂ خطی دیوان بلاؔلی رامپور، رضا لائبریری، ص:۱۰۰

۱؎ نسخۂ خطی دیوان بلاؔئی رامپور، رضا لائبریری، ص:۱۰۰

۲؎ نسخۂ خطی دیوان بلاؔئی رامپور، رضا لائبریری، ص:۱۰۱

۱؎ دیوانِ ہلالی چغتائی با شاہ و درویش بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۱۰۵

۲؎ نسخۂ خطی دیوان ہلالی رامپور، رضا لائبریری، ص: ۵۳

۳؎ ھمان، ص: ۵۲

۴؎ ھمان، ص: ۵۳

۵؎ ھمان، ص: ۷۰

۱۔ نسخہ خطی دیوان بلاآکی رامپور، رضا لائبریری، ص:۱۳

۲۔ ھمان، ص:۳

۳۔ ھمان، ص:۹

۴۔ ھمان، ص:۱۰۴

۵۔ نسخہ خطی دیوان بلاآکی رامپور، رضا لائبریری، ص:۹

۶۔ ھمان، ص:۶

بابافغانی شیرازی

تمام اہل سخن اور تذکرہ نگار اس بات سے متفق ہیں کہ متوسطین کی شاعری میں جو انقلابات قائم ہوئے وہ متاخرین کے لئے نازک خیالی اور خیال بندی کا دور کہلاتا ہے اس کا بانی ''فغانی'' ہے بابا فغانی عہد تیموری کے آخر اور عہد صفوی کے اوائل دور کے مشہور و معروف غزل گو شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ فغانی ایک باکمال شاعر تھے۔ ان کا کلام ہر خاص و عام میں مشہور تھا۔

بابا فغانی کے ولادت کے متعلق مؤرخین اور تذکرہ نویسوں نے زیادہ ذکر نہیں کیا ہے لیکن مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی ہجری کے وسط میں شیراز میں پیدا ہوئے ۔ان کے مفصل حالات کا ذکر نہیں ملتا۔

تذکرہ نویس 'سام مرزا صفوی' اور 'امین احمد رازی' اپنے تذکرے ''تحفہ سامی' اور 'ہفت اقلیم' میں لکھتے ہیں کہ فغانی شروع میں چاقو، چھریاں بنانے کا کام کرتا تھا اس نسبت سے اس نے سکاّ کی تخلص اختیار کیا۔ لیکن پروفیسر اڈوارڈ براؤن اس طرح رقم طراز ہیں:

''مشارا الیہ از طبقہ پست و پسر یکنفر سیاف یا بر قول دیگر پسر سی فروش بوده''[۱]

تخلص: سام مرزا صفوی اور امین احمد رازی اپنے تذکرے میں بیان کرتے ہیں کہ بابا فغانی نے ابتداء میں 'سکا' کی تخلص اختیار کیا لیکن بعد میں بدل کر ''فغانی'' رکھا۔[۲]

بابا فغانی کی عمر جب ۳۰/ سال تک پہونچی تو انھوں نے شیراز کو خیر آباد کہہ دیا۔ سب سے پہلے ہرات گئے اور کچھ ہی عرصہ وہاں قیام کیا، ہرات میں جامی اور اس زمانے کے دیگر شعراء کی ہم نشینی اور صحبت اختیار کی مگر ہرات میں جب کوئی توجہ نہ ملی تو خراسان سے ہوتے ہوئے آذربائیجان چلے گئے۔ اس سرزمین آذربائیجان میں سلطان یعقوب آق قونیلو جو کہ ایک ادب پرور بادشاہ تھا اس کے دربار سے وابستگی اختیار کر لی اور اس کی خدمت

۱۔ تاریخ ادبیات ایران، پروفیسر اڈوارڈ براؤن، ص:۱۵۴

۲۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی ص:۱۰۲

میں مشغول ہو گئے۔ سلطان یعقوب آق قونیلو کی شان میں ایک قصیدہ کہا۔ جس کی وجہ سے سلطان یعقوب نے اس کی بہت قدر کی اور فغانی کو اعزاز و اکرام بھی دیا۔ یہاں تک کہ سلطان یعقوب نے فغانی کو اپنے دربار کے دیگر شعراء پر فوقیت بھی دی۔ اور فغانی کو ''بابا'' کا خطاب دیا۔ اس لئے یہ قصیدہ مثال کے طور پر چند شعر درج ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو:

طاعت و عشرت نگردد جمع با هم ای حکیم
گر مرید پیر سایی یکدل و یکرنگ باش
پادشاهی سانع فقر و نقیض عشق نیست
همت از دل های آگه جوی و هر اورنگ باش [۱]

مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان یعقوب آق قونیلو جنگ میں بھی بابا فغانی کو اپنے ساتھ ساتھ رکھتے تھے اور یہ اتفاق کی بات ہے کہ ایک لڑائی کے ہنگامے میں بابا فغانی کا دیوان گم ہو گیا، پھر فغانی نے بھائی کو خط لکھا جہاں کہیں سے بھی جو کچھ مل سکے جمع کرو، چنانچہ ان کے بھائی نے جگہ جگہ سے تلاش کر کے وہ مجموعے مرتب کیا جو آج موجود ہے۔ مگر ان تمام حالات کے باوجود ''فغانی بہت لاابالی طبیعت کا اور بے توجہ شاعر تھے اور جاہ وجلال کا پابند نہ تھے اور مزاج رندانہ تھا، شراب حد سے زیادہ پیتے تھے بیشتر وقت شراب خانے میں گزرتا تھا یہاں تک کہ ۸۹۶ھ میں سلطان یعقوب کی وفات ہوگئی''۔[۲]

سلطان یعقوب کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں نے شعر و ادب کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ فغانی نے تقریباً ۱۷ سال تک تبریز میں زندگی بسر کی اور اس کے بعد اپنے وطن شیراز واپس آگئے۔ پھر کچھ عرصے بعد خراسان کوچ کر گئے۔ اور مشہد میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں پر شراب خوری اور میگساری سے توبہ کی سعادت ملی اور پھر تقویٰ و پرہیز گاری میں زندگی بسر کرنے لگے مگر زندگی کے آخری ایام میں مفلوج ہو گئے۔ اور ۹۲۵ھ میں ان کی وفات ہو گئی[۳]۔

۱۔ ہفت اقلیم، ج۔اول، امین احمد رازی، ص: ۲۲۲
۲۔ تاریخ نظم ونثر در ایران، ج ششم، سعید نفیسی، ص: ۴۳۸
۳۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۱۰۳۔

چنانچہ جس انداز بیان کو 'سبک ہندی' کہا جا تا ہے۔ یہ انداز فکر پہلی مرتبہ اپنی ابتدائی شکل میں بابا فغانی کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ایک شعر نمونے کے طور پر ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے:

خوبی ہمین کرشمۂ و ناز ر خرام نیست

بسیار شیوۂ ھاست بتان را کہ نام نیست [۱]

فغانی کے کلام میں کچھ حد تک وہی خصوصیت پائی جاتی ہے جو 'سبک ہندی' کے شعراء کے کلام میں پائی جاتی ہے،ان کے کلام پر 'والہ داغستانی' اس طرح رائے پیش کرتے ہیں:

''بابای مغفور مجتهد فنّ تازه ای است که پیش از وی احدی به آن روش شعر نگفته۔ پایۂ سخنوری را به جایی رسانیده که عنقای اندیشه به پیرامون او نمی تواند پرید۔ اکثر استادان زمان مثل ملّا وحشی یزدی و مولانا نظیری نیشاپوری و مولانا ضمیری اصفهانی و خواجه حسین ثنائی و مولانا عرفی شیرازی و حکیم شفایی اصفهانی و حکیم رکنائی مسیح کاشی و مولانا محتشم وغیره متتبع و مقلّد و شاگرد و خوشه چین خرمن طرز و روش اویند۔[۲]''

فغانی کے کلام میں خیال بندی اور مضمون آفرینی پائی جاتی ہے۔تذکرہ 'ریاض الشعراء' کے مصنف 'والہ داغستانی' نے 'مرزا غالب' نے اپنے کئی 'خطوط' میں اور 'مولانا شبلی' نے 'شعر العجم' میں فغانی کی شاعری میں جو سادگی، دلآویزی، زور بیان اور ان کے استعمال کردہ تشبیہات واستعارات ہیں، ان کے بارے میں کافی تعریف وتوصیف کی ہے۔

دیگر شعراء محبوب کے حسن کو بیان کرنے کے لئے اس کی الگ الگ خوبیوں کا ذکر کرتے ہیں۔مثلاً ناز و کرشمہ، انداز وخرام وغیرہ ،لیکن فغانی محبوب کے حسن وخوبی کا ذکر کرتے ہوئے کرشمۂ ناز وخرام کا نام تو لیتا ہے لیکن اس سے وہ مطمئن نہیں ہوتا، تو ایک اور مضمون پیدا کرتا ہے کہ محبوب کی بعض ایسی خوبیاں بھی ہیں جن کے نام نہیں ،بیان حسن ہوتو کیونکر ہو۔

۱۔ ادب نامۂ ایران ،جلد دوم ،مرزا مقبول بدخشانی ،ص:۶۲۷

۲۔ ریاض الشعراء ،علی قلی ،خان جلد اوّل ،والہ داغستانی ،ص:۴۸۶

فغانی کو تمام شعری اقسام میں دسترس حاصل تھی اس نے بہت سے قصائد ائمہ اثنی عشری خاص طور سے امام رضا علیہ السلام کی مدح میں کہے مگر اس کا اصل میدان غزل کا ہے۔ بابا فغانی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے شاعری میں محبوب کو فوق الفطرت بنا کر پیش نہیں کیا ہے، اس کی شاعری میں عشق حقیقی کا شائبہ تک نہیں، وہ عشق مجازی کا دلدادہ ہے۔ چنانچہ یہی واردات قلبی اس کی عشقیہ شاعری میں نظر آتی ہے۔ ان کی غزلیں سوز درون اور روانی کا بہترین نمونہ ہیں۔ بابا فغانی کا دیوان چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے مثال کے طور پر ایک غزل درج ذیل میں نقل ہے:

نہ خیال غنچہ بندم نہ بگل کنم نظارہ
کہ مرا دلی فگار و جگری است پارہ پارہ

من و آفتاب رویت کہ بہ خلوت سعادت
شرفیست عالمی را از طلوع آن ستارہ

بہ خدا کہ در دل من رقم دوئی نگنجد
تو بیا کہ من ز غیرت کنم از میان کنارہ

بہ جراحت دل من کہ نمک زدی حذر کن
کہ مباد ز آتش آن بگلت رسد شرارہ

ہمہ برگ نا امیدی ز بہار عمر چیدم
کہ بہ کام من نگردد، فلک ستیزہ کارہ

ز فسانۂ فغانی دل کوہ رخنہ گردد
نفس نیاز مندان گذرد ز سنگ خارہ [1]

۱۔ دیوانِ فغانی، احمد سہیلی خوانساری، ص: ۳۷۷

اہلی شیرازی

شیخ محمد اہلی شیرازی پندرہویں صدی عیسوی اور سولہویں صدی عیسوی کے آغاز کے مشہور اور نامی گرامی شعراء میں سے ہیں۔ جنھوں نے تیموری، ترکمانوں اور صفوی درباروں سے فیض پایا، ان کا پورا نام ''مولانا شیخ محمد اہلی شیرازی' ہے۔ ان کی ولادت ۸۵۸ھ میں شیراز میں ہوئی۔ [1]

اہلی شیرازی کی ابتدائی تعلیم بھی شیراز میں ہوئی۔ ایام جوانی میں اہلی شیرازی، شیراز سے ہرات کوچ کر گئے اس وقت سرزمین ہرات میں سلطان حسین باقرا کے دربار سے وابستگی اختیار کر لی۔ حسین باقرا کے دربار میں میر علی شیر نوائی وزیر کے عہدے پر فائز تھے، کی مدح میں اہلی نے ایک مصنوع قصیدہ کہا جو کہ بہت مشہور ہے۔ سلطان حسین باقرا کی حکومت ختم ہونے کے بعد اہلی شیرازی آذر بائیجان کے دربار میں چلے گئے، سرزمین آذر بائیجان پر اس وقت سلطان یعقوب آق قونیلو تخت نشین تھا اور پھر اہلی شیرازی اسی بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی اور اس کی مدح سرائی کرنے لگے سلطان یعقوب کی مدح میں انھوں نے ''شمع و پروانہ'' کے نام سے مثنوی لکھی۔ اور یہ مثنوی اہلی شیرازی نے سلطان یعقوب کے نام معنون کیا، اہلی شیرازی نے ''شمع و پروانہ'' بحر ہزج میں ۸۹۴ھ میں لکھی ہے یہ مثنوی در حقیقت ایک تمثیلی مثنوی ہے طالب اور مطلوب کے جذبات کا جو صوفیوں اور عارفوں پر راہ طریقت میں گزرتی ہے۔ اہلی نے مضمون کو بہت دلنشین اور حقیقتاً استادانہ طور سے بیان کیا ہے۔

سلطان یعقوب آق قونیلو کی حکومت کے بعد جب شاہ اسمٰعیل برسر اقتدار آئے تو اہلی شیرازی اس کی خدمت میں مشغول ہو گئے اور اس کی تعریف و توصیف کرنے لگے۔ پھر اہلی نے اپنی دوسری مثنوی 'سحر حلال' کے نام سے لکھا اور یہ مثنوی انھوں نے شاہ اسمٰعیل کے نام منسوب کیا۔ مثنوی ''سحر ہلال'' ۲۵۰/ اشعار پر مشتمل ہے اہلی شیرازی کی اس مثنوی کے چند اشعار اس طرح ہیں:

کاتبی آویخت دو محکم کمان
کامده در قبضۂ رستم کمان
مجمع بحرین در افشان دو بحر
جامع تجنیس و در اوزان دو بحر [2]

۱۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۱۰۴

۲۔ تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۵۰

شاہ اسمٰعیل کے دربار میں اہلی شیرازی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔اور دیگر شعراء پر ان کو فوقیت حاصل تھی۔مگر ان سب اعزاز کے باوجود اہلی شیرازی بہت ہی منکسر مزاج اور سادہ زیست تھے۔شاہ اسمٰعیل کی وفات کے بعد اہلی شیرازی اپنے وطن شیراز واپس آ گئے۔اور پھر ایک زمانے تک گوشہ نشینی کی زندگی بسر کی۔انھوں نے نسبتاً طولانی زمانہ نویں صدی ہجری کے وسط سے لے کر دسویں صدی ہجری کے وسط تک بسر کیا اس گوشہ نشینی کے دوران اہلی شیرازی ۹۴۲ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے[1]۔اور ان کو حافظ شیرازی کے جوار میں سپرد خاک کیا گیا۔اور ان کی زیارت گاہ آج بہت سے معروف شعراء کی زیارت گاہ میں شمار کی جاتی ہے۔

اہلی شیرازی کی اس تاریخ وفات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی ولادت کی تاریخ ۸۵۸ھ رہی ہوگی۔ان کی مادہ وفات کو ان کے ہم عصر 'ملا میرک' نے اس طرح نظم کیا ہے جو درج ذیل ہے:

درمیـــــان شـــعـــــراء وفـــضـــــلا
پیـــر بـــــا صـــدق وصـــفـــــا بـــود اهـــلـــی
ســـــال فـــوتـــــش زخـــرد جستم گـفـــت
پـــــادشـــــاه شـــعـــــراء بـــود اهـــلـــــی[2]

جیسا کہ ملا میرک کے مندرجہ بالا اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے یہاں تک کہ اہلی شیرازی نے بھی اپنے اشعار میں اس بات کا اظہار کیا ہے کہ وہ مذہب شیعہ اثنی عشری پر عمل پیرا تھے اور اپنے اس عقیدہ پر بہت ثابت قدم تھے اور اس کے ساتھ صوفیانہ فکر بھی رکھتے تھے اور اسی حالت میں تصوف اور مراقبہ میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے اور عرفانی روح سے اپنے کلام میں تازگی اور لطافت کی روح پھونکتے تھے۔

اہلی شیرازی کے احوال کے بارے میں جو کچھ تذکروں میں بیان ہوا ہے وہ بہت مختصر ہے اور اس سے بہت کم استفادہ کیا جا سکتا ہے۔مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اہلی شیرازی 'علامہ دوانی' کے شاگردوں میں سے تھے اور اپنے عہد کے شعراء وادباء اور علماء وفضلاء پر برتری حاصل کی۔خاص طور سے ادبی علوم میں اہلی شیرازی کو ید طولیٰ حاصل تھا۔اور جو کچھ بھی انھوں نے یادگار کے طور پر چھوڑا ہے ان کی علمی اور ادبی صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔

۱۔ تحفہ سامی،سام مرزا صفوی،ص:۱۰۴

۲۔ تاریخ ادبیات در ایران،ج۔پنجم،دکتر ذبیح اللہ صفا،ص:۴۴۸

اہلی شیرازی نے مذکورہ سلاطین کے علاوہ کچھ حکام اور اکابرین کی بھی مدح وتوصیف کی ہے۔جن میں سے سید اشرف الدین ،میر سید شریف الدین جرجانی قابل ذکر ہیں۔جو شاہ اسمٰعیل کے دربار کے صدور میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے،نجم السعادہ یا نجم الدین رشتی یا نجم الدین ذرگر جو کہ شاہ اسمٰعیل کے نامی گرامی وزیر تھے۔اور تیسرے فرد نجم الدین ثانی تھے جو بعد میں شاہ اسمٰعیل کے دربار میں صدارت کے مقام پر فائز ہوئے۔ان سب کی اہلی شیرازی نے تعریف وتوصیف کی ہے۔

اہلی شیرازی تمام اصناف سخن کے شاعر تھے۔خاص کر اہلی شیرازی غزل ،مثنوی قصیدہ اور رباعی کے استاد تھے۔رباعیات کے مجموعے کو آپ نے 'ساقی نامہ' کا نام دیا ہے رباعیات کے چند اشعار مندرجہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہو:

منعم همه کسب مال و زر می داند
زاهد همه او را دسحر می داند
عارف هنر معرفت آموخته است
خوش بخت کسی که این هنر می داند
عمرم که به گفتگو درین خانه گذشت
یك چند به وصف چشم مستانه گذشت
یك چند به ذکر جام و پیمانه گذشت
القصه شب عمر به افسانه گذشت [۱]

اہلی شیرازی کی غزلیات کا دیوان چھ ہزار ابیات پر مشتمل ہے ان کو اپنے کلام میں صوری ومعنوی آرائش کا بے حد خیال رہتا تھا۔غزل گوئی میں بھی ان کے چند عاشقانہ اشعار ملتے ہیں۔مثال کے طور پر درج ذیل اشعار ملتے ہیں۔مثال کے طور پر درج ذیل چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

یا من نا صبور را سوی خود از وفا طلب
یا تو که پاکدامنی مرگ من از خدا طلب

۱۔ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ،ڈاکٹر محمد ریاض،ص:۱۰۷

از مـــرگ رقیبـــان تـــو کـــرم نتـــوان بـــود
خـوشحـال بـه مـرگ همـه عـالـم نتوان بود
زاهـد بـــه ره کـعبـــه رود کین ره دیـن اسـت
خـوش مـی رود امـا ره مـقـصـود نـه این اسـت
اکـنـون کـه تـنهـا دیدمت لطف آر آزاری بکن
سـنـگـی بزن تلخی بگو تیغی بکش کاری بکن
سـوی کـــه روم مـن کـــه دلـم سـوی تـو بـاشد
روی کـــه بـــه بینـم کـــه بـــه از روی تـو بـاشد [۱]

اہلی شیرازی نے اپنے قصائد میں انوری، خاقانی،ظہیر، کمال، اصفہانی اور سلمان ساوجی جیسے استاد شاعروں کی پیروی کی اور غزل میں گزرے ہوئے شاعروں جیسے سعدی اور حافظ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی اور اس کے علاوہ دیگر اصناف سخن جیسے، ترکیب بند، ترجیع بند، قطعات، مستزاد، مادۂ تاریخ اور معمیات بھی ان کے دیوان میں قابل دید ہیں۔

اہلی شیرازی نے تین مصنوع قصیدے کہے جو بالترتیب میر علی شیر نوائی، سلطان یعقوب اور شاہ اسمٰعیل کی مدح وثنا میں تھے۔ پہلا قصیدہ اہلی نے سلمان ساوجی کے جواب میں کہا ہے۔ سلطان ساوجی کا قصیدہ اس مطلع کے ساتھ شروع ہوتا ہے، یہاں پر صرف ایک شعر بطور مثال پیش کیا جارہا ہے ملاحظہ ہو:

صـفـای صـفـوت رویـت بـریـخـت آب بـهـار
هـوای جـنـت کـویـت ببیخـت مشك تتار [۲]

اہلی شیرازی نے سلمان ساوجی کی پیروی کرتے ہوئے اپنا قصیدہ اس مطلع کے ساتھ شروع کیا ہے:

نسیـم کـاکـل مشکین کر است چون تونگار
شـمـیـم سـنـبـل پـرچین کـجاست مشك تتار [۳]

۱- تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص:۱۰۳
۲- تاریخ ادبیات درایران، جلد پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص:۴۴۹
۳- ایضاً، ص:۴۴۹

دوسرا قصیدہ اہلی شیرازی نے سلمان ساوجی کے قصیدے کے استقبال میں اور اسی وزن میں کہا جو کہ سلطان یعقوب کی مدح میں ہے۔ اس قصیدے میں ایک سو چون (۱۵۴) ابیات ہیں جس کے ایک سو دس (۱۱۰) میں وہی تعریف وتوصیف ہے جو پہلے قصیدے میں ہے اس قصیدے کی ابتداء درج ذیل مطلع سے کی ہے۔

ھوای جنت کویت نسیم عنبر بار
فدای نکهت مویت شمیم مشك تتار [1]

اہلی شیرازی نے تیسرا قصیدہ بھی سلمان ساوجی کے جواب میں کہا ہے جو ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) اشعار پر مشتمل ہے، جس میں ایک سو بیس (۱۲۰) اشعار استخراج ہوتے ہیں اور اس کا مطلع یوں ہے۔ جو درج ذیل میں ہے۔

ھوای گلشن کویت نسیم باد بھار
گدای خرمن مویت شمیم مشك تتار [2]

ان تصنیفوں کے علاوہ ایک مقدمہ جو اس نظم پر لکھا ہے، اس میں بھی اس نکتے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور لکھتا ہے، میرا یہی ارادہ تھا کہ کاتبی کی دونوں کتابوں کو یکتا کروں مگر متعصب لوگوں نے اس بات پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا اور پھر اسی وقت اہلی نے اس کام کو کرنے کا ارادہ کرلیا جیسے 'مجمع البحرین' اور 'تجنیسات کو یکجا کیا۔ اور صفت 'ذوقافتین' کا التزام کیا اور یہ منظومہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔ درج ذیل میں نقل کیا جارہا ہے:

ای ھمه عالم برتوی شکوه
رفعت خاك در تو بیش کوه [3]

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۴۹

۲۔ ایضاً، ص: ۴۵۰

۳۔ ایضاً، ص: ۴۵۱

ہاتفی

مولانا ہاتفی عہد تیموری کے آخر اور عہد صفوی کے آغاز کے مثنوی نگار شعراء میں سے ہیں۔ مولانا ہاتفی کا نام 'مولانا عبداللہ ہاتفی خراسانی' ہے۔ ان کی ولادت خراسان کے شہر جام میں ہوئی[۱]۔ ہاتفی کی زندگی کا بیشتر حصہ بھی وہیں گزرا۔ ہاتفی کے آباء واجداد اہل سنّت تھے جبکہ وہ شیعہ مذہب کے ماننے والے تھے۔ ان کے والد خرجرد کے صاحب حیثیت اور خواجہ تھے جب کہ والدہ مولانا عبدالرحمٰن جامی کی بہن تھیں۔ مولانا ہاتفی کے احوال کے بارے میں کسی بھی تذکرے میں تفصیلی معلومات نہیں ہے۔

تذکروں میں آیا ہے کہ مولانا عبداللہ ہاتفی ایک لمبے، بھاری جسم والے تھے، ان کی زیادہ تر شہرت کا سبب یہ ہے کہ وہ مولانا عبدالرحمٰن جامی جیسے بڑے شاعر کے بھانجے تھے۔ مولانا جامی جیسے نامی گرامی مولوی ان پر نظرِ عنایت و توجہ رکھتے تھے۔ اور ہاتفی اس بڑے شاعر استاد کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہ کر ان کی صحبت اور ہم نشینی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان کے بارے میں ایک معروف روایت ہے کہ عبدالرحمٰن جامی نے انھیں طبع آزمائی کے لئے کہا، اور فرمایا: کہ فردوسی کا وہ مشہور قطعہ جسے فردوسی نے سلطان محمود کی ہجو میں کہا ہے اس قطعہ کے جواب میں اس پر اشعار کہو اور وہ قطعہ مندرجہ ذیل میں نقل ہے:

درختی کہ تلخ است وی را سرشت
گرش بر نشانی بہ باغ بهشت
ور از جوی خلدش بہ هنگام آب
بہ بیخ انگبین ریزی و شهد ناب
سر انجام گوهر بہ کار آورد
همان میوۂ تلخ بار آورد[۲]

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، جلد پنجم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۳۸

۲۔ ریاض الشعراء، جلد اوّل، علی قلی خان والہ داغستانی، ص: ۷۷۸

مولانا ہاتفی نے ان اشعار کے مقابل میں مندرجہ ذیل اشعار کہے اور پھر عبدالرحمٰن جامی کی خدمت میں پیش کیا:

اگر بیضۂ زاغ ظلمت سرشت
نهی زیر طاؤس باغ بهشت
به هنگام آن بیضه پروردنش
ز انجیر جنّت دهی ارزنش
دهی آبش از چشمۂ سلسبیل
به آن بیضه دم دردمد جبرئیل
شود عاقبت بیضۂ زاغ، زاغ
برد رنج بیهوده طاؤس باغ[1]

ملا ہاتفی، خواجہ آصفی جو کہ ان کے ہم عصر اور مولانا جامی کے مکتب کے تربیت یافتہ تھے۔ مظفر حسین مرزا اور بدیع الزمان جو کہ سلطان حسین بائیقرا کے بیٹے تھے ان سے بہت اچھے مراسم تھے۔ اور ملا ہاتفی جب بھی جام سے ہرات جاتے تھے مظفر حسین اور بدیع الزماں اور امیر علی شیر نوائی، جو وزیر اور سپہ سالار تھے، ہاتفی کو بہت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی دوستی اور مصاحبت سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اور جیسا کہ لکھا گیا ہے، ہاتفی نے ''تمر نامہ'' کو بدیع الزماں کی خواہش پر منظوم کیا۔ 'تمر نامہ' کے چند اشعار ذیل میں نقل کیا جارہا ہے:

زده تیغ ونیزه یلان بی دریغ
شده نیزه گلگون و گلنار تیغ
ز کون دلیران و گرد سپاه
زمین گشت سرخ و هوا شد سیاه
کمان خم ابروی خوبان شد
زهر گوشه غارتگر جان شده[2]

۱۔ ریاض الشعراء، جلد اول، علی قلی خان والہ داغستانی، ص:۸۷۷

۲۔ تاریخ ادبیات ایران، فصل پنجم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ص:۴۴۵

ہاتفی نے اس مثنوی میں شاعری ہونے کا حق ادا کیا۔اور سخنوری کیلئے جن کمالات اور عناصر کی ضرورت ہے اس چیز سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے۔اس مثنوی میں پورا کا پورا شاعرانہ فن نظر آتا ہے۔ یہ نظم بہت اچھی، دلکش اور مستحکم ہے اور اس زمانے کے عراق وخراسان اور ترکستان کے خاص صاحب طبع اور ذوق والوں میں مقبول ہے۔ خود شاعر ہاتفی 'تمر نامہ' کے باب میں اسکندر نامہ کی جگہ اس کتاب کے انتخاب کی وجہ اس طرح بیان کرتا ہے۔

شدم چون ز افسانہ گفتن خموش
ہوای سکندر ، ز دل برد ہوش[1]

سام مرزا اس بارے میں یوں کہتے ہیں:

"آن کتاب را بہ مدّت چھل سال تمام کردہ چرا کہ چند نوبت بعد از تمام بعضی ابیات را پسند نا کردہ از آنجا بیرون کرد و از آن موازی بیست ہزار بیت اصل کتابست وفی الواقع آن نظم بسیار خوب و متین است و شاعرانہ واقع شدہ"[2]

ملا ہاتفی جن کا یہ دعویٰ تھا کہ قصیدہ سرائی میں خاقانی سے افضل اور غزل گوئی میں امیر خسرو اور حسن دہلوی سے برتر ہے۔ ہاتفی نے تیموری دور کے دیگر شاعروں کی طرح خمسہ گوئی میں طبع آزمائی کی۔اور خمسہ نظامی کی تقلید میں لیلی ومجنون، شیرین وخسرو،ہفت منظر، تیمور نامہ تصنیف کی۔فرق صرف اتنا ہے کہ 'تیمور نامہ' تاریخی حقائق پر مشتمل ہے۔

مولانا ہاتفی نے خود 'تمر نامہ' میں اپنی اس طبع آزمائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے،مثال کے طور پر حسب ذیل اشعار نقل ہے:

من آنروز کز طبع گنجینہ سنج
نشستم بہ صرّافی پنج گنج

۱۔ تاریخ ادبیات ایران، فصل پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا،ص:۴۴۳

۲۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی،ص:۹۶

گرفتم ز لیلی و مجنون نخست
وز آن صورت دعویم شد درست
شُد آن نقش فرخ چو گیتی پسند
ز شیرین و خسرو شدم بهره مند
چون آن گلستان را بیاراستم
ازان خوشتر آمد که می خواستم
چو باز آمدم زآن همایون سفر
سوی هفت منظر فگندم نظر
تماشاگهی کردم آراسته
که شد چرخ از رشک آن کاسته[۱]

یہ مثنوی 'ظفر نامہ' کے نام سے بھی جانی جاتی ہے اور ہاتفی کا سب سے بہترین اور مشہور ترین اثر ہے۔اس منظوم کی وجہ تسمیہ 'تمر نامہ' کے نام سے یہ ہے کہ یہ منظومہ تیمور کے فتوحات پر مشتمل ہے اور دوسری وجہ جو اس کو 'ظفر نامہ' کہا جاتا ہے کہ ہاتفی نے اپنے مطالب اور موضوعات شرف الدین علی یزدی کے 'ظفر نامہ' سے اخذ کیا ہے۔

ملا ہاتفی کی زندگی کی ایک حقیقت ان کا کسب معاش ہے جو بڑے واضح طریقے سے ان کی زندگی پر عیاں ہے۔جیسے ہلاکو بادشاہ اور امراء کی مدح وثنا سے آمدنی کے لئے کوئی وابستگی نہیں تھی اور اپنا اکثر اوقات کھیتی باڑی میں گذارتے تھے۔ان کے ہاتھ میں ہمیشہ پھاوڑا ہوتا تھا اور پیڑ لگاتے تھے اور بیج بوتے تھے اور پھر ایک سال میں ان باغات سے جو آمدنی ہوتی تھی ان تمام آمدنی کو غریبوں میں بانٹ کر فیض اٹھاتے تھے۔اور طریقت میں وہ سلسلہ کبرویہ کے مشائخ کی پیروی کرتے تھے اور خراسان کے ایک قصبہ خرجرد جوان کی جائے پیدائش بھی تھی وہاں پر ایک باغ لگایا اور اسی باغ کے پاس ہاتفی نے ایک خانقاہ بنائی تھی ،انھوں نے اس خانقاہ کو اپنا وطن بنالیا اور وہیں زندگی بسر کرنے لگے۔اسی خانقاہ میں ہاتفی اہل صفا کے ساتھ ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ان کو اہل دنیا اور معاشرت بالکل پسند نہیں تھی۔ زیادہ تر وقت اپنی خانقاہ کا دروازہ بند کئے اندر بیٹھے رہتے تھے۔اور جب ۹۱۷ھ میں مغفور بادشاہ (شاہ اسمٰعیل) خراسان کے

۱۔ تاریخ ادبیات ایران، فصل پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا،ص:۴۴۲

فتح کے بعد واپسی کے وقت بغیر اطلاع دیئے ہوئے ہاتفی کی ملاقات کے لئے گئے اور جب خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو دروازہ بند پایا۔ باغ کی دیوار کے اوپر سے جو شاخ باہر نکل آئی تھی اس پر کچھ لوگ چڑھے اور مولانا ہاتفی کو اطلاع دی۔ ہاتفی فوراً شاہ اسمٰعیل کے استقبال کے لئے اپنی خانقاہ سے باہر آئے۔ اور اپنا سر ان کے قدموں میں رکھ دیا پھر شاہ اسمٰعیل نے مولانا ہاتفی کی احوال پُرسی اور مزاج پرسی کی، خیریت دریافت ہونے کے بعد اپنا مبارک قدم مولانا ہاتفی کی دہلیز پر قدم رکھا اور اخلاق واخلاقی اقدار کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور جو فقراء جیسا کھانا ہاتفی کے پاس تھا، شاہ اسمٰیل نے بھی وہی کھانا کھایا اور اس کے بعد مولانا ہاتفی سے ایک شعر کی فرمائش کی۔ ملا ہاتفی اپنے کچھ اشعار سنائے۔ مثلاً:

پس عجب دارم ز ادراك شه کشور کشا
آنکه بر درگاه او گردون غلامی کرده است
کز برای خاطر جمعی لوند نا تراش
نقطۂ جامی تراشیده است و خامی کرده است[۱]

شاہ اسمٰعیل کو یہ اشعار بہت پسند آئے اور بہت اکرام وانعام سے نوازا۔ اور ہاتفی کو شاہی فتوحات کو منظوم کرنے کا حکم دیا اور مولانا ہاتفی نے سر آنکھوں قبول کر لیا۔ اور پھر ایک ہزار بیت نظم کیا۔ ہاتفی نے یہ مثنوی شاہ اسمٰعیل کے عہد کے حوادث اور وقائع میں شروع کی تھی، مگر یہ مثنوی مرحلۂ تکمیل تک نہ پہونچ سکی۔ مولانا نے یہ مثنوی شاہنامہ کے وزن پر کہی ہے اور ''شاہنامہ حضرت شاہ اسمٰعیل'' کے نام سے مشہور ہے۔

ہاتفی ایک متوسط درجے کے مثنوی گو شاعر کے اعتبار سے اپنے تمام آثار میں کامیاب رہے ہیں ان کی زبان ان نظموں میں سادہ اور رواں ہے اور ان میں دقیق علمی مطالب اور فنی اصطلاحات کو داخل کرنے کے بجائے زیادہ تر باریک خیالات اور مضمون اور تشبیہات سے کام لیا ہے اور ان نظموں کا خمیر مایہ زیادہ اشخاص کے اوصاف اور ان کے اعمال، جنگ کے میدان اور لشکریوں کے طرز، صف آرائی اور میدان قتال جیسے موضوعات کی طرف توجہ دی ہے۔ ہاتفی کا کلام بالکل ایک بحر اور لفظی عیوب سے خالی ہے۔

۱۔ ریاض الشعراء، علی قلی، جلد اوّل، خان والہ داغستانی، ص: ۷۷۹

۲۔ تحفۂ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۹۴

مولانا ہاتفی کی شاہ اسمٰعیل سے ملاقات کے کئی سال بعد اسی باغ میں جو سرزمین خرد جرد میں ان کی ملکیت تھی، ۹۲۷ھ میں وفات واقع ہوئی آپ کی تاریخ وفات کو 'جامی ثانی شد' (۹۲۷) سے نکالا گیا۔ اور انھیں کے دور کے ایک شاعر نے ان کی تاریخ وفات کا مادہ اس شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔ مثلاً:

از باغ دهر هاتفی خوش کلام رفت
سوی ریاض خلد بصد عیش و صد طرب
جان داد و رو به روضهٔ پاک رسول گفت
روحی فداك ای صنم ابطحی لقب
تاریخ فوت او طلبیدم ز عقل گفت
از 'شاعر شهان' و 'شه شاعران' طلب [1]

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل پنجم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۴۱

اہلی ترشیزی

اہلی ترشیزی کا پورا نام یوسف بن محمد شہاب ترشیزی ہے۔ان کا شمار نویں صدی ہجری کے اواخر اور دسویں صدی ہجری کے ابتداء شعراء میں ہوتا ہے۔اہلی ترشیز کے رہنے والے تھے۔اہلی ترشیزی اپنے جوانی کے عہد میں ہی شاعری کا پیشہ شروع کر دیا تھا اور اپنی جوانی ہی کی مدت میں سلطان حسین بائقرا اور امیر علی شیر نوائی کے درباروں سے وابستگی اختیار کر لی تھی اور ان کی مدح میں قصیدے بھی کہے،اسی وجہ سے اہلی ترشیزی بعض کے نزدیک خراسانی کہلاتے تھے اور بعض کے نزدیک ترشیزی مشہور تھے۔ان کے احوال کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات فراہم نہیں سوائے اس کے کہ آپ کے کلام میں شیرینی اور مٹھاس پائے جانے کی وجہ سے یہ عاشق مزاج کہلاتے تھے۔چونکہ خراسان میں فریدون حسین مرزا شاہزادہ تیموری کے ساتھ رفاقت اور دل بستگی کی وجہ سے بہت زیادہ بے چین اور بد حالی کا شکار تھے،اہلی اپنی اس عاشقی کی باعث اس باب میں کہتے ہیں جس کا ایک شعر ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے[۱]۔

موی ژولیده که بر سر من ابتر دارم
سایه دولت عشق است که بر سر دارم[۱]

آخر کار فریدون حسین مرزا شاہزادہ نے اہلی کو اپنے پاس طلب کر لیا اور اپنے لطف وعنایت سے اپنے جگر پارہ کو مرہم لگایا۔ایک دن سلطان اپنے باغ میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کا نُخت نامی غلام باغ کے دروازے پر موجود تھا اس دن اس نے باغ کے اندر کسی کو جانے نہیں دیا۔لیکن مولانا اہلی ترشیزی نے باغ کا دروازہ کھول دیا پھر بھی غلام نے ان کو باغ کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔لیکن انہوں نے فی البدیہہ اسی جگہ ایک غزل کے دو بیت کاغذ پر لکھا اور چاند کی مہر لگا کر اندر بھیج دیا۔یہ دو بیت بطور مثال مندرجہ ذیل میں نقل ہے۔

دو چشم فرش آن منزل که سازی جلوه گاه آنجا
بهر جا پا نهی خواهم که گردم خاک راه آنجا
چه خوش بزمیست رنگین مجلس جانان چسو داما
که نتوان شد سفید از شومی بخت سیاه آنجا[۲]

۱۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص:۱۰۸

۲۔ ایضاً، ص:۱۰۸

جب تیموریوں کا کام ختم ہوگیا تو اہلی تبریز سلطان یعقوب کے دربار میں چلے گئے اوران کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ اہلی ترشیزی کو تیراندازی میں کمال حاصل تھا، اس فن میں اہلی نے اپنے دوستوں کو پیچھے چھوڑ دیا اور اس ہنر میں انھیں بہت کامیابی ملی۔ تبریز میں قیام کے دوران ایک منظوم ''تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان'' کے نام سے مرزا شاہ رخ کے نام سے کہا اور اس منظوم کو ۸۳۹ھ میں مکمل کیا[۱]۔

اہلی ترشیزی کو غزل سرائی میں مہارت حاصل تھی آپ کے اشعار میں جدّت اور ندرت پائی جاتی ہے۔ انھوں نے غزلیات کے ۳۵۰۰ اشعار شور انگیز اور سوزناک انداز میں کہے ہیں۔ ان کے اشعار کو لوگ ہمیشہ اہلی شیرازی کے اشعار پر فوقیت دیتے تھے۔

آخر کار ترشیزی ضعف و پیری میں گوشہ نشین ہوگئے اور اس کے بعد وہ ۹۳۴ھ میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ چند اشعار اہلی کے دیوان غزلیات سے ماخوذ ہے۔ جو مندرجہ ذیل میں تحریر کی گئی ہے۔

چنان ز بادہ شوق تو سر گران شدہ ام
کہ فارغ از خود و وارستہ از جہان شدہ ام
رسید جان بلب از محنت فراق مرا
اجل کجاست کہ مشتاق او بجان شدہ ام
گرفتہ دامن من گرد غم زہر طرفی
اسیر محنت این تیرہ خاکدان شدہ ام
تو آفتابی و من در ہوات آن گردی
کہ ذرہ ذرہ سہرت بر آسمان شدہ ام
مرا ز عشق تو بر دل ہزار بار غم است
عجب نباشد اگر بر دلت گران شدہ ام
بہ زلف او نتوان گفت حال دل اہلیؔ
اگر چو شانہ ز سر تا قدم زبان شدہ ام[۲]

۱۔ تاریخ ادبیات ایران، جلد پنجم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۵۶

۲۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، ص: ۱۰۸

میر علی شیر نوائی

میر علی شیر نوائی کا پورا نام امیر نظام الدین علی شیر تھا، یہ علی شیر بیگ یا امیر علی شیر نوائی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کی ولادت ۸۴۴ھ بمطابق ۱۴۴۱ء کو ہرات میں ہوئی[1]۔

میر علی ترکی اور فارسی دونوں زبانوں کے شاعر تھے اور فارسی میں فانؔی تخلص کرتے تھے اور ترکی میں نوائؔی۔ اس لئے ''ذواللسانین'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ترکی (چغتائی) ادب کی جو کہ تیموریوں کے عہد میں وسط ایشیا میں نشو ونما پا رہا تھا۔ میر علی شیر نوائی اس کی سب سے بڑی شخصیت ہیں۔ آپ کا تعلق اویغور (Uyghur) قبیلہ سے تھا اور ان کے والد کا نام کچکنہ بخشی تھا۔ علی شیر کے بیان کے مطابق ان کے آباواجداد سات پشت تک برلاس، تیمور اور اس کے اخلاف کے سلسلۂ ملازمت میں منسلک رہے دیگر مآخذ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کا خاندان خاص طور سے عمر شاہ مرزا اور اس کے فرزند بائیقرا کی ملازمت میں رہے۔ اسی طرح میر علی شیر نوائی بھی حسین بایقرا کے وزیر اور ندیم تھے۔ سلطان حسین بائیقرا علی شیر نوائی اور اس کے بھائی درویش علی بیگ کو اپنا رضاعی بھائی کہا کرتا تھے۔ علی شیر کے اپنے دودھ شریک بھائی ہونے کا ذکر سلطان حسین نے اپنے ایک نشر کردہ فرمان میں بھی کیا ہے۔

دوسری جانب علی شیر نوائی سلطان حسین کے ہم درس بھی تھے۔ ابوالقاسم بابر، خود سلطان حسین اور علی شیر کی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ بابر کی زندگی ہی میں، حسین بایقرا اور علی شیر فارسی اور ترکی میں نظم کرتے تھے۔ اور یہ حکمراں جو خود بھی شاعر تھا، علی شیر کی نظموں کو پسند کرتا تھا، علی شیر کا میلان فارسی کی بہ نسبت ترکی شاعری کی طرف زیادہ تھا، اس کی وجہ ایک طرف تو ان کی اپنی خاندانی روایات تھی تو دوسری طرف ابوالقاسم بابر بھی ترکی زبان کو بہت اہمیت دیتا تھا اس کے علاوہ ابوالقاسم بابر کی وفات کے بعد اس کا فرزند حسن اردشیر اس کا جانشین ہوا اور چغتائی شاعر مولانا لطفی نے علی شیر کو صلاح دی کہ وہ حسن کو اپنا پیر (سرپرست) قرار دے۔ حسن اردشیر ایک صاحب علم شخص تھا لیکن اپنے زمانے کے دستور کے خلاف اشعار زیادہ ترکی میں لکھا کرتا تھا۔ علی شیر نے حسن اردشیر سے جو تربیت حاصل کی، وہ ان کا تہ دل سے ممنون تھا، اور جب حسن اردشیر اس دارفانی سے کوچ کر گئے تو علی شیر نے اپنے محل اور بائیں باغ کے شمالی پہاڑ کے دامن میں اس کا مقبرہ تعمیر کرایا۔

۱۔ دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد ۱۴/۲، ص: ۱۲۷

احمد حاجی بیگ، جوابوسعید میرزا کی طرف سے سمرقند کا 'والی' تھا، علی شیر کا پرانا دوست تھا اور اس نے اس کی مدد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ علی شیر یہاں کے مقامی شاعروں کے ساتھ گھل مل کر رہنے لگے اور دو سال تک فضل اللہ ابو اللیث کی خانقاہ میں اقامت اختیار کر کے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ سلطان حسین کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی شیر کو 'امیر دیوان بزرگ امارت' یا تواجی دیوانی یک بیگی 'مقرر کیا گیا تھا، اس زمانے میں تواجی دیوان' وہ دیوان تھا جس کی تحویل میں ترک رعایا اور فوج کا انتظام ہوتا تھا، چنانچہ اسے 'ترک دیوانی' بھی کہتے تھے۔ علی شیر صرف یہی نہیں بلکہ دیوان مال، مالیات اور غیر ترک ایران رعایا کے نگراں بھی تھے، جسے 'سیرت دیوان' بھی کہتے تھے۔

علی شیر نوائی کو سلطان حسین بایقرا کا وزیر سمجھنا صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ اس وقت وزیر کی اصطلاح صرف ایرانی کاتبوں کے لئے مستعمل تھی، جو ترک امراء کے ماتحت اور تابع تھے[1]۔

ان کی باقی زندگی ہرات میں یا سلطان حسین بایقرا کے ساتھ سفر کرنے میں گذری۔ کبھی کبھی جب سلطان لشکر کشی میں مصروف ہوتا تو میر علی ہرات میں رہتے اور سلطان احمد میرزا کے ساتھ مل کر 'نائب السلطان' کی حیثیت سے کام کرتے، جو بہت قضا وقدر کا حامل تھا، اس کے بعد انتظام سلطنت میں سلطان کے بعد علی شیر نوائی کو ہی سب سے زیادہ اثر ورسوخ تھا، لیکن میر علی کی خواہش تھی کہ تمام سرکاری عہدوں سے کنارہ کش ہو کر فقط 'آچکی' رہے۔

بالآخر ۱۴۹۰ء میں علی شیر نے دیوان کی صدارت چھوڑ کر اسے آرمیوں میں سے ایک شخص بابا علی 'اشک آغا' کے سپرد کردی۔ اسے 'مہر صندرمہ' مہر توڑنے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اپنے اشعار میں یوں ذکر کیا ہے:

چون بکا لطف ایتدی شہ دیوان دہ مہر
بوایدی ایلدین قویی مہر اور ماغم
کیم غرور نفس سرکش منعیغہ
بارچہ دن بولغای قویی او تورماغم
چون شکست نفس حاصل بولمادی
موتدن اولدی مہر یمی صندر ماعم[2]

علی شیر نوائی کی زندگی کے آخری ایام بیماری میں گذرے ان کو 'وجع القلب' کا دورہ پڑنے کہ وجہ سے سلطان

۱۔ دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد۱۴/۲، ص: ۱۳۷

۲۔ ایضاً، ص: ۱۴۱

حسین بایقرا انھیں اپنے خاص تخت رواں میں ہرات واپس لائے۔ سلطان حسین خود بار۔ باران کی مزاج پرسی کے لئے ان کے مکان پر جاتے تھے، آخر ۲ رجنوری ۱۵۰۱ء کو ساٹھ سال کی عمر میں علی شیر نے اپنے محل کے اندر سلطان حسین بایقرا کی موجودگی میں وفات پائی۔ اور ان کی تعمیر کردہ قدسیہ مسجد کے پہلو میں پہلے ہی سے تیار کئے گئے مقبرے میں دفن کیا گیا[1]

علی شیر نوائی بحیثیت ایک شاعر اور مفکر :

ایک شاعر اور ادیب کی حیثیت سے علی شیر کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ ان تعلیم یافتہ ترکوں کی روح کو بیدار کرے جو ایرانی ادبیات سے مرعوب اور اپنانے کی فکر میں تھے۔ ترکی زبان کو ایک بلند مرتبے تک پہونچانے اور ایسی اعلی درجے کی تصنیفات ترکی زبان میں تخلیق کرے جو روش خیال ترکوں کی روح میں بلندی و رفعت پیدا کردیں۔ اس کی تصانیف میں سب سے اہم تصنیف خمسہ ہے، جس میں مجموعی طور پر ۶۴۰۰ ابیات ہیں۔ یہ پانچ مثنویوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ مثنوی خمسہ نظامی اور خمسہ امیر خسرو دہلوی'' کے نمونے پر ہے۔ اس خمسے کا پہلا حصہ خیرات الابرار اور اخلاق وتصوف سے متعلق سرگذشت وحکایات، لیلی ومجنون، سکندر بہرام گور سے متعلق حکایتیں اور کہانیاں بیان کی ہیں۔ ان کے اشعار کا دیوان ہے جن کی تعداد ۵۵ ر ہزار ہے۔ اس دیوان میں قصائد وقطعات ترتیب وار ہیں۔ جو انھوں نے اپنی عمر کے چار ادوار میں لکھے اور اس نسبت سے ان کے نام اس طرح ہیں۔ غرائب الصغیر، (تحفۃ الصغر) نوادر الشباب، (غرۃ الکمال) بدائع الوسط (وسط الحیات) اور فوائد الکبر (بقیہ نقیہ) ہیں[2]۔

اس کے علاوہ میر علی شیر نوائی کا ایک فارسی دیوان ہے جس میں تقریباً بارہ ہزار اشعار ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں 'شیخ فرید الدین عطار' کی مثنوی 'منطق الطیر' کی تقلید میں 'لسان الطیر' نامی مثنوی تصنیف کی جو سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد دو کتابیں 'مجالس النفائس' جو تذکرے کی شکل میں ہے جو کہ ایک مقدمہ اور سات مجلس پر مشتمل ہے ان کی یہ تصنیف ترکی زبان میں ہے اور دوسری جامی کی 'نفحات الانس' کا ترجمہ ہے اس کے بعد وہ تصنیفات بھی قابل ذکر ہیں جن میں انھوں نے اپنے دوستوں جامی، حسن اردشیر اور پہلوان محمد کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ خمسۃ المتحرین، حالات حسن اردشیر اور حالات پہلوان محمد کشتی گیر۔

علی شیر نوائی کی آخری عمر کی تصنیفات میں سے 'محاکمۃ اللغتین' اور 'محبوب القلوب' بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

۱۔ دائرۂ معارف اسلامیہ، ۱۴ر۲، ص: ۱۴۲

۲۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل پنجم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۸۵

انھوں نے اپنی تصنیفات میں کلاسیکی فارسی ادب کے بلند پایہ افکار کو، جن کے وہ بہت مداح تھے، ترکی زبان کے روپ میں از سرنو ڈھال کر ایران کے کلاسیکی ادب کے اسلوب میں استعارے اور مجاز کے ذریعے بیان ہی نہیں بلکہ ان میں ترکی زندگی کی عکاسی بھی کی ہے۔ وہ تیموریوں کے زمانے کے خیموں، گھروں اور شہروں کی امیرانہ اور شاہانہ زندگی سے حاصل شدہ مثالوں، اصطلاحوں اور تعبیروں سے بڑے پیمانے پر استفادہ کرتا ہے۔ علی شیر کی تصنیفات جدت سے خالی اور محض تقلیدی ہیں۔ ان کی تصانیف کی جدت اس کے خمسہ اور دیوان سے صاف عیاں ہیں۔

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میر علی شیر نوائی کی تصنیفات کی روح رواں اخلاص و سادگی، عزم و ارادہ، خلوص نیت، مکمل جدتِ طبع اور عظمت و وقار کے اخلاقی اصول ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ آدمی کو خود اپنی زندگی سے خوشی حاصل کرنا چاہئے اور اس میں زندگی کی اچھی چیزوں سے محبت اور ان کے حصول کی خاطر جدوجہد کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ علی شیر کی ان تصانیف میں جو اس نے دینی فلسفیانہ یا متصوفانہ مسائل کی گہرائی میں جانے کی غرض سے لکھے ہیں ، ان میں تصنع پایا جاتا ہے۔ ان کا زور قلم وہاں ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں ان مذہبی افکار کو سہل اور سادہ صورت میں سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کی دلی عقیدت ترک شیوخ سے تھی، اس لئے وہ اپنے آپ کو نقشبندی میں شمار کرتے تھے، ان تمام باتوں کے باوجود علی شیر نوائی کو ہم صوفی نہیں کہہ سکتے، البتہ وہ تصوف کے ایک طالب علم ضرور تھے، وہ ایک مذہبی انسان تھے لیکن دوسرے تمام مغول چغتائی حکام اور میرزاؤں کی مانند ان کی نظر میں بھی اسلام ایک لاہوتی جذبہ ہے جو ان امور سے کوئی تعرض نہیں کرتا جو ترک کے اشراف کی آسائشات کے لئے ضروری ہے، مثلاً مے نوشی، گانا، بجانا، طعام و شراب کی مجلسیں، فنون جمیلہ، حکومت حتیٰ کہ ٹیکس مقرر کرنا۔ علی شیر نے شکایتیں بہت کی ہیں، لیکن ان میں صرف وہی مخلصانہ ہیں جن میں معشوق حقیقی کی حسرت و تمنا پائی جاتی ہے ان کی فطرت میں بے دینی نہیں۔ ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں سے دنیا کی فنا اور بے ثباتی کا کبھی ذکر نہیں کرتا۔ علی شیر نوائی حسین بائیقرا اور بدیع الزمان کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ انتظام مملکت میں عدل و رحم سے کام لیں اور عوام کے بڑے بڑے منصوبوں پر عمل کریں تاکہ تاریخ میں، قوم اور عوام کے دل میں نیک نیتی اور سخاوت باقی رہے۔ البتہ اپنے فارغ اوقات کو آرام اور تفریح میں بسر کریں کیوں کہ آدمی اس دنیا میں صرف ایک بار آتا ہے۔ علی شیر کی رائے ہے کہ آدمی خدا کو بھی نہ بھولے اور مے نوشی بھی ترک نہ کرے وہ عبادت بھی کرے اور پیئے بھی۔ علی شیر عوام سے بہت قریب تھا۔ ان کی نظر میں انسان صرف وہ ہے جو خلق خدا کے لئے زندہ رہے کیونکہ اس نے خود ہمیشہ ایک چغتائی امیر کی حیثیت سے زندگی بسر کی۔ وہ خدا سے یہ دعا کرتے تھے کہ خدایا تو مجھے خواص میں شامل رکھ اور رنج عوام سے رہائی دے ان کے دعائیہ کلمات، جو بصورت

شعر ہیں، بابر مرزا کے اسی قبیل کے ایک شعر کی بنیاد ہیں۔علی شیر نوائی کو اس بات پر فخر تھا کہ وہ لوگوں کی روحوں کو مشتعل کردیتا ہے اور وہ خود بھی ایک شکستہ دل اور سوختہ جان فریادی ہے۔

سنگلوغ مین و من بلدر پیامم

سنگلوغ کشی لر سوزی در کلامم[۱]

علی شیر اور صناعی: میر علی شیر نوائی ایک سیاست دان اور شاعر تو تھے ہی، لیکن اس کے ساتھ ہی موسیقی، نقاشی، معماری اور خوش نویسی سے بھی گہری دلچسپی تھی اور ان سب میدانوں میں انھوں نے خود کام بھی کیا تھا۔ان کی مرتب کی ہوئی دُھنوں کا ذکر 'بابر نامہ' میں موجود ہے اور سلطان محمد بن امیری ان کے خطاطی اور نقاشی میں ان کی مہارت کا ذکر ایسے کرتے ہیں جیسا علی شیر کا حق ہے۔

علی شیر نے ہرات اور خراسان کے دیگر مقامات میں جو مدرسے درویشوں کی خانقاہیں، کاروانسرائے ،پُل اور مقبرے تعمیر کرائے ،ان کی تعداد ۳۷۰ تک پہونچتی ہے۔علی شیر کی ہدات کے مطابق جو عمارتیں بنائی گئیں ان میں سب سے زیادہ مشہور قدسیہ مسجد، اخلاصیہ مدرسہ اور شفائیہ ہسپتال ہیں اور یہ سب ان کے محل کے پہلو میں بنائے گئے تھے،علی شیر نے اپنے اشعار میں اس مسجد کے دو میناروں کا جسے انھوں نے 'دو بھائیوں' سے تعبیر کیا ہے وراس مدرسے کی خوبصورتی کا ذکر بڑے دل نشین پیرائے میں کیا ہے۔علی شیر نوائی کی بنائی ہوئی عمارتوں کی 'میر خواند' بھی اپنی تصنیف 'روضۃ الصفا' میں اس طرح تعریف کرتے ہیں:

''معروفست کہ سی صد و هفتاد باب مسجد و مدرسه و اماکن خیریهٔ دیگر در آن خطّه ها بنا نهاد یا به تعمیر و آبادانی آنها اقدام نمود.در دوران سلطنت سلطان حسین مرزا بایقرا بر اثر ترغیب و تشویق امیر علی شیر نقاشی و صنایع ظریفه توسعهٔ فراوان یافت''[۲]

افسوس کہ آج علی شیر کی بنائی ہوئی شاہکار عمارتوں میں سے کچھ ہی عمارتیں باقی ہیں۔اور چنندہ عمارتیں جو ہمارے زمانے تک محفوظ ہیں وہ یہ ہیں:

''ہرات کی جامع کبیر کا جدید طاق اور علی شیر کے تعمیر کردہ ایوان، ابو الولید کے مقبرے کی خانقاہ کی عمارت اور

۱۔ دائرۂ معارف اسلامیہ،۱۴/۲،ص:۱۴۹

۲۔ تاریخ روضۃ الصفا، جلد اوّل، میر محمد بن سید برہان الدین خواند میر خواند، ص:ط

طاق، سنگ بست کارحرد، نیشاپور اور رباط عشق کی عمارتیں وغیرہ۔ لیکن ان کے متعلق ابھی تک کوئی تحقیقات نہیں کی گئی۔ ترکی ادب کی وہ کتابیں جو علی شیر نوائی نے خود تصنیف کی یا ان کی سرپرستی میں لکھی گئیں، نیز عمدہ صناعی اور معماری کے آثار اس ترکی ثقافت و حضارت کے انتہائی دور کمال کی نشاندہی کرتے ہیں جو تیموریوں کے زمانے میں بالخصوص چینی اویغور کے زیر اثر پروان چڑھی۔ امیر علی شیر نوائی کے اردو، فارسی اور بھی متعدد آثار ہیں، جن میں سب سے اہم کارنامہ فارسی کا دیوان ہے۔ اس دیوان میں انھوں نے فانی تخلص اختیار کیا ہے، اور یہ قریب پانچ ہزار بیت قصیدہ، غزل، مسدس، ترکیب، قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ امیر شیر نوائی کے بیشتر اشعار ان کے ماقبل شعراء خاص طور سے سعدی، حافظ اور دیگر نویں صدی ہجری کے شعراء کے استقبال میں ہے اور باقی اشعار میں کچھ اپنی طبیعت کی پیروی میں کہا ہے۔ مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو ان کا فارسی کلام درجے کے اعتبار سے اوسط اور ضعیف بھی ہے[۱]۔ مگر ترکی زبان کے ماہرین کا ماننا ہے کہ ترکی زبان میں ان کا کلام پختہ اور عالی شان ہے مگر اس بات سے بھی ان کو انکار نہیں ہے کہ ان کا ترکی کلام ہر لحاظ سے فارسی شاعری کے نفوذ اور ماثر میں ہے، ان کا فارسی دیوان زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ نمونے کے طور پر چند اشعار ذیل میں منقول ہیں:

شگفت چون گل رخسار ساقی از می ناب
بنای زهد من از سیل باده گشت خراب
مرا که نقد دل و دین به رفت در سرمی
ز نام و ننگ در این کهنه دیر خود چه حساب
به نوش باده و دیوانه باش در عالم
که بهر عالم دیوان گیست بزم شراب
چو امن خواهی از این کارگاه پُر آشوب
بساز میکده بیرون و باش مست و خراب
اگر خراب بود خانۀ جهان چه عجب
که دید خانه که آباد ماند بر سر آب
اگر فنا شدنت میل هست چون فانی
به رویت آن چه دهد از سپهر روی متاب[۲]

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، ج چہارم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۳۸۵

۲۔ ایضاً، ص: ۳۸۵

مولانا عبدالرحمٰن جامی

پندرہویں صدی عیسوی میں سرزمین ایران میں فارسی نظم ونثر کے جو عظیم ترین استاد پیدا ہوئے وہ بالتحقیق 'نور الدین عبدالرحمٰن جامی' تھے، جامی کا پورا نام 'نور الدین ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن نظام الدین احمد بن محمد جامی' تھا [۱]۔ جس کے علم ودانش کی شہرت نہ صرف ایران میں بلکہ تمام فارسی زبان کے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اس طرح انکا نام نہ صرف خود ان کے اپنے عہد میں بلکہ دور حاضر میں بھی اہل ادب کے یہاں ان کا نام بڑے عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔ جامی کے آباءواجداد علم وفضل سے سرشار اور متقی تھے ان کا خاندان دست میں آباد تھا جو اصفہان کے نواح میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہی وجہ ہے کہ شروع شروع میں 'دشتی' تخلص کرتے تھے۔ حوادث روزگار کے سبب اپنے وطن اصفہان سے ہجرت کر کے صوبہ خراسان کی ولایت جام کے ایک قصبہ خرجرد میں آباد ہوئے جامی کی ولادت ۱۴۱۴ء میں قصبہ خرجرد میں ہوئی۔ تاریخ ولادت سے متعلق مولانا جامی اپنے اعیان دوم کے ایک قصیدہ میں جس کا عنوان 'رشح بال شرح حال' ہے۔ اس قصیدے میں جامی فرماتے ہیں:

بسال هشت صد و هفده ز هجرت نبوی
که روز مکّه به یثرب سر اوقات جلال
ز اوج قلعه پرواز گاه عزّو قدم
بدین حضیض هوان هست کرده ام پر و بال [۲]

جامی نے اپنا تخلص ایک تو ولایت جام کی نسبت سے اور دوسرا شیخ الاسلام احمد جام کی ارادت کی مناسبت سے اختیار کیا جیسا کہ ایک شعر میں یہ خود فرماتے ہیں بطور مثال ذیل میں نقل ہے:

مولد جام و رشحهٔ قلمم
جرعهٔ جام شیخ الاسلامیست

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، جلد چہارم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، ص: ۳۴۷

۲۔ ایضاً، ص: ۳۴۹

لا جرم جرم درمیان اہل سخن
بدو معنی تخلص جامیست[1]

مولانا جامؔی عالم طفولیت میں اپنے والد کے ہمراہ ہرات آئے اور مدرسہ نظامیہ بغداد میں اقامت اختیار کی وہاں علوم عربی کے ماہر جنید اصول کے حلقۂ درس میں داخل ہو گئے جن کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جامؔی نے یہاں علوم دین اور تاریخ اوادب کی تعلیم پا کر کمال حاصل کیا، پھر تصوف و عرفان کی طرف متوجہ ہوے اس کے بعد مولانا خواجہ علی سمرقندی، سید شریف جرجانی اور شہاب الدین سے کسب فیض کیا اور سعد الدین محمد الکاشغری کو اپنا روحانی مرشد بنایا جو ایک جلیل القدر ولی اور سلسلۂ نقشبندیہ کے مرید اور خلیفہ تھے ان ہی کی بدولت جامی سلسلۂ نقشبندیہ میں شامل ہوئے۔ پھر آخر میں ایک بزرگ سعد الدین تفتازانی کی صحبت میسّر آئی۔ بہر حال جامی باطنی تعلم کے مختلف مدارج طے کیئے یہاں تک کہ مرشدان کامل میں شمار ہونے لگے۔ اس کے بعد جامی نے سفر اختیار کیا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ پھر ہمدان، کردستان، کربلا، نجف، دمشق اور تبریز سے ہوتے ہوئے واپس آئے۔ حج سے واپسی میں اہل بغداد نے شایان شان سلوک نہیں کیا۔ مولانا جامی نے اہل بغداد کی اذیت رسائی پہ غزل لکھی جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بگشای ساقیا بلب شط سر بسوی
وز خاطرم کدورت بغدادیان بشوی
مہرم بلب از قدح می کہ ہیچ کس
ز ابنای این دیار نیرزد بگفت و گوی[2]

جامی نے اپنی بقیہ زندگی ہرات میں گزاری، جہاں ان کا سارا وقت مطالعے، شعر و شاعری اور روحانی مجاہدات میں بسر ہوتا تھا۔ انھوں نے دنیاوی جاہ و حشمت کی خاطر کبھی کسی دربار کا رخ نہیں کیا نہ ہی امراء و سلاطین کی مدح میں قصائد کہے اس کے باجود ان کے ہم عصر سلاطین ان کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے ان کی آرزو ہوتی تھی کہ مولانا جامی اپنی تصانیف ان کے نام معنون کریں، چنانچہ آپ نے بعض تصانیف حکمرانوں کے نام منسوب کیں۔

۱۔ مجمع الفصحاء، جلد دوم، رضا قلی خان ہدایت، ص: ۱۷

۲۔ A History of persian literature vol.iii rd Edward G. brown. p.n# 511

جامی کے عہد کے مشہور ومعروف سلاطین میں ابو الغازی سلطان حسن بایقرا بھی تھے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے سلاطین میں سلطان ابوسعید تیموری، سلطان یعقوب آق قونیلو، جہاں شاہ قراقونیلو اور عثمان ترک سلطان محمد فاتح تھے اور ان کے نام اپنے قصائد اور دیگر اشعار میں لئے ہیں ۱۔

مولانا جامی پندرہویں صدی عیسوی کے سب سے بڑے ادیب اور ایران کے آخری بڑے صوفی شاعر ہیں جن کا نام انوریؔ، سعدیؔ، مولانا رومؔ، حافظؔ، خیامؔ، اور فردوسی کے ساتھ لیا جاتا ہے ان کی استادی کی مہارت ومقبولیت تمام فارسی زبان کے ممالک میں تسلیم شدہ ہیں۔ ان کی سرزمین ایران میں کوئی دوسرا شاعر ان کے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ یہ آخری بڑے صوفی شاعر ہیں۔ جامی نے نہ صرف شاعری کی ہے بلکہ یہ دین علوم اور ادب، تاریخ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ میر علی شیر نوائی جو اپنے زمانے کے ایک بہت عالم اور جامی کے ہم عصر بھی تھے۔ جامی کے کمالات کی یوں تعریف بیان کرتے ہیں:

عاجز از تعداد اوصاف کمال اوست عقل

انجم گردون شمردن کی طریق اعور ست ۲

مولانا جامی کی نگارشات متنوع بھی ہیں اور متعدد بھی۔ ان کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جامی کی تخلیق قوت میں کس قدر لچک تھی اور کتنے مختلف علوم تھے جن میں ان کی نظر نہایت گہری اور زبان واسلوب پر پوری دسترس حاصل تھی، مولانا کی زیادہ تر تصنیفات اگر چہ نثر میں ہیں، لیکن انھیں شہرت شعری تخلیقات کے باعث ہوئی۔ جامی کے اشعار میں شعرائے سلف کا رنگ جھلکتا نظر آتا ہے انھوں نے صوفی شاعروں سے خاص طور پر استفادہ کیا ہے اور ان کے سبک کی پیروی کی ہے لیکن اس کے باجود ہفت اورنگ' نظم میں جامی کے مقتدائے خاص نظامی ہیں۔ غزلیات میں انھوں نے سعدی، حافظ، خاقانی اور امیر خسروؔ کی بھی پیروی کی ہے۔ مثنویات میں جامی نے نظامی کو اپنا استاد تسلیم کیا ہے، اور خمسہ نظامی کے جواب میں سات مثنویاں 'ہفت اورنگ' کے نام سے لکھی ہیں۔ جن کے نام حسب ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

(۱) سلسلۃ الذہب (۲) سلامان وابسال

(۳) تحفۃ الاحرار (۴) سبحۃ الابرار

۱۔ چکیدہ تاریخ ادبیات ایران، جلد دوم، ڈاکٹر منظر امام، ص: ۱۵۰

۲۔ تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر رضا زادہ شفق، مترجم سید مبارز الدین رفعت، ص: ۴۲۹

(۵) یوسف زلیخا (۶) لیلیٰ و مجنون

(۷) خرد نامۂ اسکندری۔

ان کی منظوم تصانیف میں ایک ان کا دیوان اشعار بھی ہے اس میں قصیدے، غزلیں، مرثئے، ترجیع بند، ترکیب بند، مثنویاں اور رباعیاں بھی ہیں۔ جن میں زمانۂ شباب سے کے کر آخر عمر تک کی کہی غزلیات پر مشتمل ہے، خود جامی نے اپنے دیوان کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے اور ان کے نام کی ترتیب ذیل میں ہے:

(۱) فاتحۃ الشباب (۲ واسطۃ العقد) اور (خاتمۃ الحیات)[۱] مولانا جامؔی نے نظم ونثر میں متعدد کتابیں اور رسائل تصنیف کئے ہیں۔ ''تحفۂ سامی'' کے مؤلف 'سام مرزا صفوی' نے ان کی تصانیف کی تعداد ۴۵/ بتائی ہے اور میر علی شیر نوائی نے جامی کی تصانیف کی تعداد ۹۹/ لکھا ہے لیکن کسی اور تذکرہ نویس نے اس کی تائیدنہیں کی[۲]۔

جیسا کہ پچھلے صفحات پر گفتگو کی جا چکی ہے کہ جامی صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ نثری کارنامے بھی انجام دیئے ہیں۔ ان میں سے بعض مشہورترین کتابیں مثال کے طور پر نقل کی جارہی ہیں۔

(۱) نفحات الانس من حضرات القدس، لوائح، اشعۃ اللمعات، لامع، نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص، شواہد النبوۃ، بہارستان،[۳] مولانا جامی کی ان شعری اور نثری تصانیف کا تفصیلی ذکر ادبی حالات کے صفحات میں کیا جاچکا ہے۔

اگر چہ متقدمین بھی انھیں یا ان سے ملتے جلتے موضوعات پر قلم اٹھا چکے تھے، ان تمام باتوں کے باوجود جامی نے ان کی تصانیف کو اپنی مثنویوں پر اثر انداز نہیں ہونے دیا۔ اگر چہ اعلیٰ ترین اخلاقی محاسن، جو جامی نے اپنی (بالخصوص یوسف وزلیخا اور سلامان وابسال) علاوہ ازیں متعدد غزلوں میں پیش کئے ہیں وحدت الوجودی تصوف کے بعض مباحث پر جس طرح قلم اٹھایا ہے اور جو زبان انھوں نے استعمال کی ہے ان سب کی بناء پر ہم ان کا موازنہ عظیم ترین صوفی شعراء کی تخلیقات سے کر سکتے ہیں، جامی کا امتیاز خاص وہ مقام اور مرتبہ ہے جو انھوں نے عالم تصوف و عرفان میں حاصل کیا اور وہ اس مشرب کے پیرووں کے خلیفہ اور قطب مانے گئے ہیں۔[۴]

۱۔ دانش نامۂ ادب فارسی، ج، سوم حسن انوشہ، ص: ۲۷۳

۲۔ تاریخ ادبیات در ایران، ج، چہارم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۳۵۹

۳۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل پنجم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۳۵۳

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ہفتم، ص: ۶۰

چنانچہ آخری عمر میں مولانا جامی ہوش وخرد کھو بیٹھے تھے اور یہ اکاسی ۸۱؍سال کی عمر میں ۱۸؍محرم الحرام ۱۴۹۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جامی کی وفات پر ان کا نماز جنازہ حاکم ہرات نے پڑھائی، جس میں لوگ بڑی کثرت سے شریک ہوئے۔ جامی کا مقبرہ ان کے مرشد سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہی واقع ہے۔ اکی تاریخ وفات کا مادّہ اس آیت کریمہ سے نکالا گیا ہے۔ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا۔ [1]

۱۔ تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر رضازادہ شفق، مترجم، سید مبارز الدین رفعت، ص: ۴۳۸

باب سوم

فارسی ادب میں مولانا ہلاؔلی استر آبادی کی ادبی خدمات

غزلیات:

فارسی شاعری میں غزل کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ کسی صنف سخن کے حصّے میں نہیں آیا۔ یہ صنف جاذبیت اور جذبات کی عالمگیری اور حسنِ بیان کی وجہ سے تمام اصنافِ سخن پر غالب آ گئی۔ شیخ سعدی نے غزل کی بنیا دڈالی اور فارسی غزل کا وہ جلوہ دکھایا کہ لوگ قصیدے سے ہاتھ کھینچ کر غزل کی طرف مائل ہو گئے خواجہ کرمانی اور دوسرے شعراء نے بھی فارسی شاعری کو فروغ دیا۔ حافظ شیرازی نے اسے مزید روشن کر کے غزل کی تمام طریقوں کو منسوخ کر دیا۔ امیر خسرؔو نے اس کی آبیاری میں اپنے خونِ جگر کا ایک ایک قطرہ صرف کر دیا۔ فارسی غزل کا یہ قافلہ ترقی کے منازل طے کرتا ہوا تیموری وصفوی دَور میں داخل ہوا۔

چنانچہ صفوی دور میں شاعروں کی خاصی تعداد ہندوستان ہجرت کر گئے اور ایک نئے طرز میں شاعری کا آغاز کیا جسے بعد میں سبکِ ہندی کے نام سے شہرت ملی اس کے بعد بھی شعراء ہندوستان جاتے رہے اور اس نئے طرز سے متاثر ہوئے لیکن متوازی طور پر سبکِ اعراقی میں بہت سارے شعراء نے نظمیں لکھی ہیں۔ اس سبک کی نمایاں خصوصیت سلاست، روانی حُسن بیان، الفاظ میں تناسب اور ہم آہنگی ہے اس دور تک آتے آتے فارسی الفاظ کا دائرہ نہایت وسیع ہو گیا تھا۔ صفویوں کے عہد میں شعرا نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی لیکن غزل کو خصوصی طور پر ترقی حاصل ہوئی۔

مختصراً اسی دور میں مولانا ہلاؔلی جیسے عظیم گو شاعر کا ظہور ہوا اور انھوں نے شاعری کا آغاز کیا اور شاعری کے اس منازل تک پہنچ گئے کہ صفوی دور کے آغاز کے مشہور ومعروف اور اعلیٰ سخن داں غزل گو شعراء میں شمار ہوئے۔ اپنے زمانے میں ان کی بہت شہرت تھی۔ مولانا ہلاؔلی کی طبیعت کا میلان غزل کی طرف زیادہ تھا۔ اسی بناء پر انھوں نے غزلیات کا ایک دیوان لکھا جو دیوانِ ہلاؔلی کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے دیوان میں ۲۱۳ غزلیں اور ۱۲۰۱ اشعار ہیں۔ علاوہ ازیں قصیدے، چند متفرقات جو ۵۰ اشعار اور ۲ مثنوی پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ انھوں نے دیگر

اصناف سخن پر بھی طبع آزمائی کی۔مولانا ہلالؔی نے غزل کے فن کو مُرصّع اور مزیّن کر کے فارسی غزل کی تاریخ میں ایک اہم مقام حاصل کیا۔لیکن جو کچھ ہلاؔلی کے کلام کے مطالعے سے میرے سامنے آیا۔اس پر یہ ہے کہ ان کی غزلیں پُر جوش، عاشقانہ اور رقّت انگیز ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں روانی، سادگی اور بے تکلفی بھی نظر آتی ہے۔ دردمندی، سوز و گداز، جذب و کیف اور والہانہ سرمستی کے عناصر ان کے کلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ تیموری وصفوی دور میں اگر چہ زبان کا مزاج بدل گیا اور سادگی کی جگہ پُر تکلف اور مصنوعی طرز نے لے لی تھی لیکن ہلاؔلی کے کلام ان چیزوں سے پاک ہیں۔البتہ انہوں نے مضمون آفرینی، نازک خیالی، تشبیہات، استعارات بدیع اور جدت طرزِ ادا کے اضافے سے شاعری کو نئی جہات سے روشناس کرایا۔اور انھوں نے شاعری میں ایسے عناصر شامل کئے جو ذہنوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ ہلاؔلی نے اپنے دیوانِ غزلیات میں خیال بندی اور مضمون آفرینی کو بہت ہی جاذب انداز میں پیش کیا۔مولانا ہلاؔلی کی شخصیت شاعری میں ان کی قادرالکلامی، معمولی بات کو انوکھے انداز میں بیان کرنے کی صلاحیت و معمولی واقعہ میں فلسفیانہ استدلال پیدا کرنے کی روایت جیسی انفرادی خصوصیت کی وجہ سے دیگر شخصیات میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔جس کے نتیجے میں ان کے استادانہ فن اور صفات سے تذکرہ نگار معترف ہیں۔

'دکتر ذبیح اللہ صفا' ان کے متعلق یوں لکھتے ہیں :

''اهمیت هلالیؔ بیشتر به سبب غزلهای لطیف وپُرمضمون وخوش عبارت اوست که اشتمال آنها برعاطف رقیق زبان زد همعصران وسخن شناسان بعدازوی بوده است۔''[۱]

غزل نہ صرف عشقیہ و غنائی شاعری ہے بلکہ اس میں تصوف، فلسفہ، اخلاق اور سیاست سبھی سے کلام لیا گیا ہے۔یہی نہیں بلکہ یہ ہر دور کی حسیت اور مزاج کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ایک غزل گو کی حیثیت سے مولانا ہلاؔلی کی غزلوں کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے جذباتِ انسان کی سچّی عکاسی کی ہے اور ان کے افکار و خیالات دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں اور دوسروں کے دل کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ ایران کے معروف نقاد ''تمیم داری'' رقم طراز ہیں :

۱۔ تاریخ ادبیات در ایران، ج۔چہارم، دکتر ذبیح اللہ صفا، ص: ۴۴۴

"آنچه در غزلیات هلالیؔ توجّه مرا به خود جلب کرد تشبیه وتعبیر فراوان شاعر از خود به سگ است که دوسه نمونه از آن را نقل می کنیم۔"

اگر خوانی درونم بنده این خاندان باشم وگردانی برونم چون سگان برآستان باشم

ندانم بندۂ روی توباشم یا سگ کویت به هر نوعی که می خواهی بگو تا آنچنان باشم

من وهلالیؔ از این در به هیچ جانرویم چراکه همچو سگان بستۂ طناب توایم [۱]

موضوعات :

غزل کا سب سے اہم موضوع حسن وعشق کا بیان ہے۔شعراء نے ہر دور میں حسن وعشق اوراس کے مختلف احساسات وجذبات اور کیفیات کواپنی غزل کاموضوع بنایاہے اوراس کی ترجمانی کی ہے۔جذبات واحساسات تو ایک ہوتے ہیں مگران کی پیشکش کاانداز مختلف ہوتا ہے۔غزل میں مولانا ہلالیؔ نے جن موضوعات اور عاشقانہ جذبات واحساسات کی ترجمانی کی ہے۔اوران کوجس انداز میں پیش کیا ہے۔وہ لائقِ توجہ ہے اور خوانندہ کواپنی جانب کھینچتا ہے مولانا ہلالیؔ نے جن موضوعات کواپنی غزلوں میں سمونے کی کوشش کی ان میں محبوب کاحسن وجمال، ہجر ووصال، وعدہ انتظار، رقیبانہ چشمکیں، درد وغم، دل امیدوار اور جور وجفائے محبوب وغیرہ اہم ہیں۔

کیفیاتِ عشق :

عشق ومحبت انسانی خمیر ہےاس لئے جہاں انسان ہے عشق بھی ہے اور چونکہ کوئی قوم شاعری سے خالی نہیں اس لئے کوئی قوم عشقیہ شاعری سے بھی خالی نہیں لیکن اس خصوصیت میں ایران کے شعراءتمام ملکوں سے سبقت لے گئے۔مولانا ہلالیؔ نے اپنے دلی جذبات اور کیفیات کے اظہار کے لئے شعر کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کی ہے اورنہایت دلکش انداز میں اسے بیان کیا ہے۔ہلالیؔ کہتے ہیں کہ عشق میں وہ سوز اور تپش ہے جس کی وجہ سے پروانہ محفل میں جاکراپنی جان کوقربان کردیتا ہے۔بطورِمثال ؎

بکجا روم دردت چه دوا کنم چه چاره که هزار بار خون شد هزار پاره [۲]

۱- عرفان وادب درعصرصفوی، بخش، اول، تمیم احمد داری، ص: ۳۹۰

۲- نسخۂ خطی دیوانِ ہلالیؔ، رامپور رضا لائبریری، ص: ۹۰

مذکورہ شعر میں ہلالؔی اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں کہ اے محبوب دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے۔ جہاں جا کر تیری یادوں سے آزاد ہو جاؤں اب تم ہی بتادو کہ کیسے تمھارے عشق ومحبت سے رہائی پا سکتا ہوں تمھارے عشق میں میرا دل پہلے ہی سے ہزار پارہ ہو چکا ہے مگر پھر بھی میں نے اپنے دل کو تمہارے لئے ہزار بار خون کیا ہے۔

تصورِ محبوب :

ہلالؔی نے حسن وجمال کی تصویر کشی اس طرح کی ہے کہ آفتاب اور چاند کا بھی حُسن ماند پڑ چکا ہے اور سورج کا رنگ رشک کی وجہ سے پھیکا پڑ گیا ہے۔

بدو دیده که توانم که رخ سیر بینم　　در هزار دیده خواهم که ترا کنیم نظاره

سه من ز جمع خوبان به کسی ترا چه نسبت　　تو زیاده ای ز ماه و دگران کم از ستاره[۱]

ہلالؔی اپنے معشوق سے محوگفتگو ہے کہ اے محبوب تیرے حُسن کا عالم تو یہ ہے کہ ان دو آنکھوں میں اتنی تاب نہیں کہ تیرے حُسن کو اپنے آپ میں سمالوں، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تیرا نظارہ کرنے کے لئے ہزاروں آنکھیں دو چار ہیں۔ اے محبوب تو بہت زیادہ خوبصورت ہے دنیا میں جتنی بھی اللہ کی مخلوق ہے ان سب سے تیری کیا نسبت؟ تُو تو چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہے تیرے سامنے تو چاند ستارے بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔

رقیبانہ چشمکیں :

ز برای کُشتن من چو بس است چشم سوخت　　ز چه می کشند خنجر مژه هاز هر کناره[۲]

اس شعر میں ہلالؔی کہتے ہیں کہ اے محبوب مجھے کسی بھی چیز سے مارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تیری آنکھیں ہی مجھے مارنے کے لئے کافی ہے۔ مجھ پر ظلم وستم کرنے کے لئے تیری آنکھیں ہی نہیں بلکہ تیری پلکیں بھی خنجر کا کام کرتی ہیں۔

ہجر و وِصال:

ہلالؔی نے معشوق کے ہجر میں عاشق کے درد وکرب واضطراب اور اس کے انتظار کی تصویر کشی نہایت دلکش انداز میں کی ہے۔

۱۔　نسخہ خطی دیوانِ ہلالؔی رامپور، رضا لائبریری، ص: ۹۰

۲۔　ایضاً، ص: ۹۱

دل خستہ ھلالیؔ چوبسوختی حذر کُن | کـہ مبادا از آتش او رسد آفت شرارہ [۱]

اس شعر میں ہلالیؔ اپنے آپ کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے محبوب تیرے عشق ومحبت میں بہت زیادہ جل گیا ہوں اور اب تو مجھ سے دور چلا جا۔ کہیں ایسا نہ ہو جو میرا دل جل رہا ہے اس کی چنگاری سے تیرا دامن نہ جل جائے۔

مولانا ہلالیؔ نے مندرجہ بالا غزل فغانی کی اس غزل کی طرز میں کہی ہے مثلاً ؎

نـہ خیال غنچہ بندم نہ بہ گل کنم نظارہ | کـہ مرا دلی فگار و جگر یسست پارہ۔پارہ

من و آفتاب رویت کہ بہ خلوت سعادت | شرفیسست عالمی را ز طلوع آن ستارہ

ز فسـانـہ فغانی دل کـوہ رخـنہ گـردد | نـفس نیاز سندان گذرد ز سنگ خارہ [۲]

جیسا کہ ’’قبلاً‘‘ ذکر کیا جا چکا ہے کہ بابا فغانی ہی ’سبک ہندی‘ کے بانی ہیں جس طرح فغانی اپنے ذوق وحال سادہ زبان سے نازک اور لطیف افکار کو خاص انداز میں غزل کے پیرائے میں کیا۔ اسی طرز کو ہلالیؔ نے اپنی اس غزل میں سمو دیا ہے۔

صرف نویں صدی ہجری اور دسویں صدی ہجری کے شعراء نے نہیں بلکہ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری کے شاعروں نے فغانی کے اس رنگ کو اپنایا۔

جورو جفائے محبوب :

عاشق اپنے شوق اور آرزو کے مطابق محبوب سے التفات کی توقع رکھتا ہے اور محبوب کی ذرا سی التفاتی اور بے وفائی عاشق کے لئے جان لیوا ثابت ہوتی ہے اس صورت میں وہ محبوب کو ستم گر اور ظالم کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ اس بات کو ہلالیؔ نے بڑے منفرد انداز میں بیان کیا ہے ؎

یـار ما ھـرگز نیاز ارد دل اغیار را | گل سراسر آتشست ، اما نسوزد خار را

دیگر از بی طاقتی خواھم گریبان چاك زد | چـنـد پوشم سینۂ ریش و دل افگار را

برمن آزردہ رحمی کن خدارا ای طبیب | مـرھـمی نہ، کز دلم بیرون برد آزار را

دیـدن دیـدار جانان دولتی باشد عظیم | از خدا خـواھد ھلالیؔ دولت دیدار را [۳]

۱۔ نسخہ خطی دیوانِ ھلالیؔ، رامپور، رضا لائبریری، ص:۹۱

۲۔ دیوان فغانی، احمد سہیلی خوانساری، ص:۳۷۷

۳۔ نسخہ خطی دیوان ھلالیؔ، رامپور رضا لائبریری، رامپور، ص:۹

ہلاؔلی اس غزل میں اپنے محبوب کی تعریف بھی کرتا ہے اور اس سے شکایت بھی کرر ہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ میرا محبوب اتنا اچھا ہے کہ غیروں کا دل دُکھانا گوارا نہیں ہے لیکن پھر میرا دِل کیوں دکھار ہا ہے۔ میرے محبوب کا وجود آگ کی طرح ہے مگر اس کے باوجود میرا محبوب ایک ایسا پھول ہے کہ کانٹے تک کو نہیں جلاتا۔ شاعر اپنے محبوب کی نرم دلی کی بات کرر ہا ہے اے محبوب اب میں درد اور ہجر کے فراق میں بہت زیادہ بے چین و بے صبر ہو چکا ہوں کب تک اپنا زخمی اور مجروح دل چھپا کر رکھوں۔ اب میں اپنا درد، دُکھ سب پر آشکارا کرنا چاہتا ہوں۔

دل امیدوار:

ہلاؔلی ذیل کی غزل میں بیان کرتے ہیں کہ محبوب اپنے معشوق پر کوئی مہربانی نہیں کرتا اس کے باوجود معشوق کا دل پُر اُمید ہے کہ ایک نہ ایک دن محبوب اس سے الفت کا اظہار کرے گا۔ بطور نمونہ غزل کے چند اشعار ذیل میں نقل ہیں:

دل خون شُد از امید نشُد یار-یار من　　ای وای بر من و دل اُمیّدوار من

ای سیل اشك خاك وجودم ببادده　　تا بر دل کسی ننشیند غبار من

زین پیش صبر بود دلم را قرار نیز　　آیا کجا شد آنهمه صبر و قرار من

گفتی برو هلالی و صبر اختیار کن　　وه چون کنم که نیست به دست اختیار من [۱]

شاعر کہتا ہے کہ میرا دل درد اور پریشانی سے لبریز ہے اور امید بالکل ختم ہو چکی ہے لیکن پھر بھی میرا محبوب میرا نہیں ہوسکا۔ افسوس مجھ پر کہ میرا دل امید میں ہے میری آنکھوں کے سیلاب میرے وجود کو ختم کردے تا کہ میرے دل کا غبار کسی اور کے دل پر نہ بیٹھے۔ شاعر کہتا ہے کہ میں اس دور کے ستم ظریفی کے بارے میں کیا کہوں میری زندگی اور مقدر سب محبوب کے فراق کی وجہ سے ہی اندھیروں میں جا چکا ہے کہ اس سے پہلے میرا صبر ایک مونس تھا میں اپنی صبر ہی کی وجہ سے اس دنیا اور تمھاری مصیبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کر لیتا تھا۔ اب وہ صبر کہاں چلا گیا ہے۔ اس آخری شعر میں ہلاؔلی خود سے مخاطب ہے کہ اے ہلاؔلی چلے جاؤ اور صبر اختیار کرو۔ اب میں یہ کام کیسے کروں جب کہ صبر میرے اختیار میں نہیں ہے۔

۱- نسخہ خطی دیوان ھلاؔلی، رامپور رضا لائبریری، ص: ۷۴

مولانا ہلالی کی عرفانی غزلیں:

تصوّف کی اساس عشق حقیقی پر مبنی ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ عشق حقیقی کا دوسرا نام تصوّف ہے۔صوفی، شاعروں اور ادیبوں نے عرفانی اور صوفیانہ عقائد کو شعروادب میں پیش کیا۔علامہ شبلی نے تو یہاں تک کہا کہ فارسی شاعری اس وقت قالب بے جان تھی۔جب تک اس میں تصوّف کا عنصر شامل نہیں ہوا تھا۔

مولانا ہلالی کی غزلوں کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت کُھل کر سامنے آتی ہے کہ ہلالی کی اکثر غزلیں حقیقی ہیں۔جس میں فراق اور جدائی کے درد کا اظہار بہت زیادہ ہے۔عرفانیت پر مبنی غزلیں ان کے یہاں بہت کم پائی جاتی ہیں۔جن کے سبب ان کے کلام میں آفاقیت اور ہمہ گیریت پیدا ہوئی۔ان کی غزلیں ان کی قلبی کیفیات اور اخلاص کی آئینہ دار ہیں۔عشق مجازی کی شورش اور مستی کے ساتھ۔ساتھ عشق حقیقی کا جذب وعرفان موجود ہے۔ ہلالی سراپا عشق الٰہی کے مثال ہیں۔ان کی طریقت خداکاری ہے اور عشق اور اہل فرد کے عشق سے منفرد اور عشق میں خود بینی کی جگہ خدا بینی ہے۔بطور مثال ہلالی کی عرفانی چند غزلیں ذیل میں نقل ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

ز پیر میکده عمری در التماس شدم — که خاك درگه دیر فلك اساس شدم

غم مرا به غم دیگران قیاس مکن — که من نشانه غمهای بی قیاس شدم

پلاس فقر هلالیؔ لباس فخر من است — من از برای تفاخر درین لباس شدم[1]

مولانا ہلالی نے مندرجہ بالا غزل میں عرفانی اصطلاحات جیسے :پیرمیکدہ،دیر،حسن،خداشناس،بادہ جام،شکر،فقر اور پلاس وغیرہ کا استعمال کیا ہے۔انہوں نے اس غزل میں پیرمیکدہ سے یہ درخواست کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک عمر گذر گئی کہ وہ دیر کے درگاہ کی مٹی ہوجائے۔یہ ایک دیر ہے جو بہت چھوٹا اور نہایت بے رونق معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی جڑیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔اس کے غم کو کوئی شخص اپنے غم پر قیاس نہیں کرسکتا۔اس رب العالمین کی شکرگذاری کی توفیق مزید مل جائے پھر یہ کہ عارف کے لئے فخر کی بات یہ ہوگی کہ وہ لباس فقر ومفلس میں نظر آئے۔ دراصل یہ رسول اللہ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔''الفقر فخری۔''

خاک رہ عشق :

در دل بی خبران جز غم عالم غم نیست — در غم عشق تو سارا خبر از عالم نیست

۱۔ عرفان وادب درعصر صفوی،بخش اول،ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۲۹۳

خاک آدم کہ سر شتند غرض عشق تو بود ہر کہ خاک رہ عشق تو نشد آدم نیست
از جنون من و حُسن تو سخن بسیار است قصّہ ماوتو از لیلیٰ و مجنون کم نیست
گر طبیبان ز بی داغ تو مرہم ساز ند کی گذاریم؟ کہ آن داغ کم از مرہم نیست
من کہ امروز ہلاک دم جان بخش توام دم عیسیٰ چہ کنم؟ چون دم او این دم نیست؟
غنچۂ خرمی از خاک ہلالیؔ مطلب کہ سر روضہ او جای دل خرم نیست؟ [1]

مولانا ہلالیؔ نے مذکورہ غزل میں عشق کی اہمیت ظاہر کی ہے کہتے ہیں کہ بے خبروں کے دل میں سوائے غم جہاں کے کوئی دوسرا غم نہیں ہوتا ہے اور عشاق عشق کے غم میں محبوب حقیقی عالم کو فراموش کر دیتے ہیں۔ خاکِ آدم کی سرشت سے مقصود محبوب حقیقی کا عشق ہے۔ جو شخص معبود حقیقی کے عشق کا راستہ کا خاک نہ ہو وہ آدمی نہیں حیوان ہوتا ہے اور حیوان کو انسانی دنیا کا علم کہاں ہوسکتا ہے۔ شاعر اپنے عشق کے جوش اس کی گہرائی اور اس کے خلوص کو لیلیٰ اور مجنون کے قصے سے کم نہیں سمجھتا ہے۔ اگر طبیب درد، عشق اور داغ عشق کے لئے کوئی مرہم ایجاد کرے تو ایک عاشق ہی اس کے درد عشق کا مرہم ہے۔ معبود حقیقی کا عاشق اپنے غموں کو فراموش کر دیتا ہے۔ عاشق صادق دمِ عیسیٰ کا طلب گار نہیں ہوتا ہے۔

مولانا ہلالیؔ کی ایک اور تصوف سے لبریز غزل ملاحظہ فرمائیں ؎

مشرب رندان :

من و بیداری شبہا و شب تا روز یار بہا نبیند ہیچ کس در خواب، یارب این چنین شبہا
شود گر اہل مذہب را خبر از مشرب رندان بگر دانند مذہبہا بیاموزند مشربہا
ہلالی با قلچون حلقہ باشد خاک می دانہ کسی نشناسد او را از نشان لعل مرکبہا [2]

ہلالیؔ نے مندرجہ بالا غزل میں شب بیداری کا ذکر کیا ہے۔ شاعر معبود ازلی سے خطاب کرتا ہے کہ تین رات تیرے فراق میں گذارنا عشاق کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ ہے گویا یہ ایسی تاریک اور اندھیری رات ہے جس میں آنکھیں نہ تارے دیکھ سکتی ہیں اور نہ خورشید۔ عارفوں کا مشرب محبوب حقیقی کے سامنے خودسپردگی کرنا ہے وہ ظہور حق کے چشمہ شراب سے سیرابی حاصل کرتا ہے اگر ظاہر پرست رندوں کے مشرب میں شامل ہونا چاہتا ہے تو ظاہر

۱۔ نسخہ خطی دیوان ہلالی، رامپور رضا لائبریری، ص: ۶
۲۔ نسخہ خطی دیوان ہلالی، رامپور رضا لائبریری، ص: ۳

پرستی سے دوررہے۔تب وہ اس لائق ہوسکے گا کہ عارفوں کو معارف کا فہم حاصل کرسکے۔

مولانا ہلاؔلی کے کلام میں اساتید کی پیروی :

مولانا ہلاؔلی نے اپنے افکاروخیالات، زور بیان وجدت ادا سے شاعری کے چمن کو آراستہ وپیراستہ کیا۔ان کا ہر شعر گل کی مانند لگتا ہے۔اقلیم سخن میں وہ ایک استادفن کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ان کے کلام میں بھی دیگر شعراء کی مانند تتبع اور پیروی نظر آتی ہے۔انھوں نے اپنے زمانے کے اساتذہ اور متقدمین شعراء کی پیروی کی اور ان کی پیروی کو اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں،مولانا ہلاؔلی نے سعدؔی،حافظؔ اور امیرؔ خسرو وغیرہ کی پیروی کی ہے۔سعدؔی جو معلم اخلاق ہیں۔غزل کی روح ہیں۔مولانا ہلاؔلی غزل میں سعدؔی کی پیروی کرتے ہیں بطور مثال ان کی ایک غزل میں پیش کرتے ہیں جو ہم ردیف وہم قافیہ ہے۔

سعدؔی :

کمان سخت که دادآن لطیف بازو را　　　که تیر غمزه تما مست صید آهو را
هزار صید دلت پیش تیرباز آید　　　بدین صفت که تو داری کمان ابرو را
تو خود بجوش و برگستوان نه محتاجی　　　که روز معرکه برخود زده کنی سورا
دیار هند و اقالیم ترک بسپارند　　　چو چشم ترك تو بینندوزلف هندورا
مغان که خلمت بت می کنند درفرخار　　　ندیده اند مگر دلبران بت رو را
حصار قلعۀ باغی به منجنیق مده　　　ببام قصر بر افکن کمند گیسو را[۱]

ھلاؔلی :

بچه نسبت کم آن سروقد دلجو را　　　هرچه گویم بد از آنست چه گویم او را
مشنو درحق من بهر خدا قول رقیب　　　که نکو نیست شنیدن سخن بد گو را
تیغ به من چه زنی حیف که همچون تو کسی　　　بهر آزار سگی رنجه کند بازو را
حشمت آهوست نظر سوی رقیبان مفگن　　　پند بشنو به سگان رام مکن آهو را
بس کـه دارم الم از دل پئی آزردن او　　　شب همه شب به خس و خار نهم پهلو را

۱۔　کلیات سعدی،ص:۴۱۸

چون هلالیؔ صفت روی نکو گویم و بس
که بسی معتقدم این صفت نیکو را [1]

سعدیؔ :

شادی به روزگار گدایان کوی دوست
بر خاک ره نشسته به امّید روی دوست

گفتم بگوشد ای بنشینم ولی دلم
ننشیند از کشیدن خاطر بسوی دوست

صبرم ز روی دوست میسّر نمی شود
دانی طریق چیست تحمل ز خوی دوست

ناچار هر که دل به غم روی دوست داد
کارش بهم برآمده باشدچو موی دوست

فردا که خاک مرده به حشر آدمی کنند
ای بادخاک من مطلب جُز بکوی دوست

سعدیؔ چراغ می نکند در شب فراق
ترسد که دیده باز کند جُز بروی دوست [2]

ھلالیؔ:

برخیز تانهیم سر خود بپای دوست
جان را فدا کنیم که صد جان فدائی دوست

حاشا که غیر دوست کندجا به چشم من
دیدن نمی توان دگری را بجای دوست

با دوست آشنا شده بیگانه ام ز خلق
تا آشنا ی من نشود آشنای دوست

از دوست هر جفا که رسد جای منّت است
زیرا که نیست هیچ وفا چون جفای دوست

در حلقۂ سگان درش می روم که باز
احباب صف زدند بگر دسرای دوست

دست دعا گشاد هلالیؔ به حضرتت
یعنی به دست نیست مرا جز دعای دوست [3]

ہلالیؔ نے حافظؔ کی بھی پیروی کی ہے حافظؔ، سعدیؔ کی مانند غزل کے فن میں یگانہ روزگار شاعر ہیں۔ ہلالیؔ نے حافظؔ کی پہلی غزل کے وزن اور قافیہ پر ایک غزل کہی ہے جو حسب ذیل ہے۔

حافظؔ :

الایا اَیّها السّاقی اَدِر کأساً وناولها
که عشق آسان نمود اوّل ولی افتاد مشکلها

ببوی نافۂ کآخر صبا زان طُرّه بگشاید
ز تاب جعد مشکینش چه خون افتاد دردلها

۱- نسخۂ خطی دیوان ھلالی، رامپور رضا لائبریری، ص:۹

۲- کلیات سعدی، ص:۴۵۰

۳- نسخۂ خطی دیوان ھلالی، رامپور رضا لائبریری، ص:۲۱

مرا در منزل جانان چه امن عیش چون هردم | جرس فریاد میدارد که بربندید محملها
به می سجّاده رنگین کن گرت پیر مغان گوید | که سالک بیخبر نبود ز راه ور سم منزلها
شب تاریک وبیم موج و گردابی چنین مایل | کجا دانند حال ما سبکبا ران ساحلها
همه کارم ز خود کامی به بدنامی کشیدآخر | نهان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلها
حضوری گرہمی خواهی ازو غایب مشوحافظؔ | متی ما تلق مَن تَهوی دَعِ الدّنیا اہملها ۱؎

ھلاؔلی :

ز چشم آب من گل شُد به راہِ عشق منزلها | ندانم تا چه گلها بشکفد آخر ازیں گلها
شکستی عهدو بردلهای غمگین سوختی دلفی | ولی داغی که تا روز قیامت ماند بردلها
من از خوبان بسی غمهای مشکل دیده ام لیکن | غم هجران بود مشکل ترین جمله مشکلها
سزد گربرسرتابوت ما گر یندد ر کویش | چرا کز منزل مقصود بربستیم محملها
زطوفان سرشك خود بگردانی گرفتارم | که عمر نوح اگر یابم نبینم روی ساحلها
چو آن مه یار اغیارست گرد اومگردای دل | چرا پروانه باید شُد برای شمع محفلها
ھلالیؔ چون حریف بزم رندان شُد بخوان مطرب | الایا ایهاالسّاقی اَدِر کاساً و ناولها ۲؎

مذکورہ غزل میں آب، گل، داغ، سوختن، گریہ، تابوت، محمل، طوفان گرداب، شمع، پروانہ، بزم، حریف اور مطرب وغیرہ الفاظ اور صنعت مراعات النظیر استعمال ہوئے ہیں۔ اس میں نوح، اور ساحل کے الفاظ مذہبی تلمیح کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں اور پھر ہلالیؔ نے اس غزل کے آخری شعر میں حافظ کا ایک مصرعا استعمال کیا ہے۔

حافظؔ:

گرچه برواعظ شهر این سخن آسان نشود | تار یاور زدو سالوس مسلمان نشود
رندی آموز و کرم کن که نه چندان ہنرست | حیوانی که ننوشدی وانسان نشود
گوہر پاك بباید که شود قابل فیض | ورنه ہر سنگ و گلی لؤلؤ و مرجان نشود
اسم اعظم بکند کار خودای دل خوش باش | که تبلبیس وحیل دیو مسلمان نشود
حُسن خلقی زخدامی طلبم خوی ترا | تادگر خاطر ما از توپریشان نشود

۱۔ دیوانِ حافظ،ص:۱۸

۲۔ نسخہ خطی دیوان ھلالی، رامپور رضا لائبریری،ص:۲

ذرّہ را تا نبود ہمت عالی حافظؔ طالب چشمۂ خورشید درخشاں نشود [۱]

اسی طرح ہلالیؔ نے حافظؔ کی غزل ہم ردیف وہم قافیہ پر غزل لکھی۔ ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

ہلالیؔ :

یارا گر مرهم داغ دل محزون نشود باچنین داغ دلم خون نشود چون نشود
گر بسر منزل لیلیٰ گذری جلوه کنان نیست ممکن که ترا بیند ومجنون نشود
جز دل سخت تو خون شُد همه دلها ز غمم دل مگر سنگ بود کز غم من خون نشود
بس که در ناله ام از گردش گردون همه شب هیچ شب نیست که صد ناله به گردون نشود
گفتهٔ خون تو ریزم چه سعادت به ازین نیست خیر تو یارب که دگر گون نشود
واعظ ترک هلالیؔ کن وافسانه مخوان کشتهٔ عشق بتان زنده به افسون نشود [۲]

امیر خسرو ہندوستان کا فارسی گوشاعر گذرا ہے لیکن اس کی شہرت عالم گیر ہے۔ مولانا ہلالیؔ اگر چہ کبھی ہندوستان نہیں آئے لیکن ہندوستانی شعراء سے انہیں لگاؤ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں امیر خسروؔ کی پیروی ملتی ہے۔ امیر خسروؔ کے کلام نے مولانا ہلالیؔ کو متاثر کیا ہے۔ لہٰذا بطور نمونہ دونوں کی غزلیں پیش ہیں جو ہم ردیف وہم قافیہ ہیں۔

امیر خسروؔ:

باز با درد جدائی چون کنم باز با هجر آشنائی چو کنم
دل ز جان چون بر کنم روز و داع ترک آن ترکِ خطائی چون کنم
عقل گوید "پارسائی پیشه کُن" مست عشقم پارسائی چون کنم
گفتمش روز و داع دوستان گر به زودی باز نائی چون کنم
گفت کای مستغرق دریائی عشق خسروؔ م من بی وفائی چون کنم [۳]

۱- دیوانِ حافظ، ص: ۱۶۸

۲- نسخہ خطی دیوان ہلالی رامپور، رضا لائبریری، ص: ۳۳

۳- دیوانِ امیر خسرو، ص: ۶۷۲

هلالیؔ:

آهـم شنیدورنجه شُد آن ماه چون کنم — دیـگـر نـماند جای نفس آه چون کنم
طفل است و شوخ و بی خبر از دردعاشقی — او را ز حـال خـویشتن آگاه چون کنم
خـوابـم گهی به خاطر او بگذرم ولی — سنگین دلست در دل او راه چون کنم
ای بـخـت من کجا وتمنّای وصلِ او — درویشم و گدا هوس او شاه چون کنم
گفتی چراست پیر هنت چاك همچو گل — بـوی تـو دادبـاد سـحـرگـاه چون کنم
گویند ناله چیست هلالیؔ خموش کن — بـا کـوه درد محنت جانکاه چون کنم[۱]

امیرخسرو :

آفتِ زہد توبه شد ترکِ شرابِ خوار من — یار گر اوست کی شود توبهٔ و زہد یار من
بـادهٔ هـجـر خوردنم رنج خمار درتنم — جُـز ز حـلاوتِ لبش نشکند این خمارِ من
ای چو توی بخاسته پهلوئ من نشین دمی — تـا بـنشیـنـد از درون آتـشِ انتظار من
بی تو دو چشم چار شُد خاك در سُرمه ام — سُرمه گر از تو بایدم خاك بـهرِ جـهان من
لاغ مکن که خسروا دامن خود ز من مکش — چـون که زدست من بشُد دامـنِ اختیارِ من[۲]

هلالیؔ :

دل خون شُد از امیدو نه شُد یار-یار من — ای وای بــرمــن و دل امیـدوار مــن
ای سیـل رشك، خـاك وجودم ببادده — تـا بـر دل کـسـی نـه نشنید غبـار من
از درد روزگـار چـه گـویـم که از فراق — هـم روز مـن سیـه شُـدوهم روزگار من
زیـن پیـش صبر بـود دلـم را قرار نیز — یـا رب کـجـا شُد آن هم صبر و قرار من
نزدیك شُد که خانهٔ عمرم شود خراب — رحـمـی بکُن و گرنه خرابست کارِ من
گـفـتـی بـرو هـلالیؔ و صبر اختیار کُن — وه‌چـون کنم که نیست بدست اختیارِ من[۳]

۱- نسخهٔ خطی دیوان هلالی رامپور، رضا لائبریری، ص:۷۹

۲- دیوان امیرخسرو،ص:۴۷۲

۳- نسخهٔ خطی دیوان هلالی رامپور، رضا لائبریری، ص:۷۴

قصائد:

فارسی ادب میں قصائد کا عہد نہایت طولانی ہے۔ اس صنف نے اپنی اُستادی کا لوہا منوایا ہے۔ انوری اور خاقانی اس صنف کے ماہرین میں سے ہیں ان کی وجہ سے قصیدوں کو عروج حاصل ہوا بعد میں آنے والے شعراء نے اس وراثت کو سنبھال کر رکھا اور بہ دستور قصائد کہتے رہے اور اس صنف میں ہر طرح کے مضامین اور موضوعات کو سمونے کی گنجائش ہے مولانا ہلالی کی شخصیت جامع کمالات تھی۔ اگر چہ غزل گوئی مولانا ہلالؔی کا خاص وصف ہے لیکن انھوں نے غزل کے ساتھ ساتھ تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔قصیدہ، مثنوی، ترجیع بند، ترکیب بند، رُباعیات اور مثنویات وغیرہ۔ جب ایران میں صفوی حکومت کی بنیاد پڑی تو اس خاندان کے بادشاہوں نے مذہبی شاعروں کو فروغ دیا۔ حکمرانوں کے میلان اور ان کی خواہش کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے شعراء نے حمد و نعت اور اہلِ بیت کی شان میں قصائد کہے۔ ہلالؔی کے قصیدے کا آغاز مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتا ہے ۔

تـخـت مـرصّع گرفت شاه ملمع بدن — حبیـب مـرقـع دریـد شـاهد گل پیرهن
ساغر سیمین شکست ساقی زرّین قدح — پیـکـر پـروانـه سـوخت شمع زمرد لگن
آتش موسی گرفت در کمر کوهسار — شـعـلـه بـه گردون ساند آه دل کوه کن
حضرت خضر فلك خلعت خضرا گرفت — یـافت به عمر دراز چشمه ظلمت وطن[۱]

ہلالؔی نے اس قصیدے کے علاوہ عبیداللہ خاں ازبک کی بھی مدح میں ایک قصیدہ لکھا۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں :

خـراسـان سینهٔ روی زمین از بهر آن آمد — کـه جـان آمـد در او یـعنی عبیدالله خان آمد
زهی خان همایون فر که بر فرق همایونش — بـرو بـال هـمـای دولـت اوسـا یبـان آمد
شهـنشاه فلك مسند که بهر خواب امن او — مـلك بـر گـوشـهٔ ایوان کیوان پاسبان آمد
سـمـنـد تـند زرین نعل او خورشید را ماند — کـه از مشرق به مغرب رفت ویك شب درمیان آمد[۲]

۱- دیوان ھلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی ،ص:۲۰۵

۲- ایضاً،ص:۲۰۳

مثنوی :

خزانہ عامرہ کے مصنف ''مولانا آزاد حسین بلگرامی اور ''احمد تمیم داری'' ہلالی کے متعلق یوں لکھتے ہیں کہ:

''ہلالی میں اور مُلّا عبداللہ ہاتفی میں شاعرانہ تعصب اور اختلاف تھا۔ ملّا عبداللہ نے ہلالی کے حق میں کہا کہ ہلالی غزل تو ٹھیک کہہ لیتے ہیں۔ مگر مثنوی میں بالکل تیر انداز ہیں۔ ہلالی کو یہ بات پتا چلی اسی دن سے 'شاہ و درویش' مثنوی کا آغاز کر دیا۔ وہاں انھوں نے کنایے کے طور پر یہ اشعار کہے۔ چنانچہ کہتے ہیں :

مدعی چون مذاق شعر نداشت	مثنوی را به از غزل پنداشت
آنکه نظم غزل تواند گفت	مثنوی را چو در تواند سُفت ۱

معاصرین کے اس الزام کا نتیجہ تھا کہ ہلالی نے 'شاہ و درویش اور صفات العاشقین' نامی دو مثنویاں نظم کر ڈالیں ان کی مثنوی نہایت سادہ اور رواں ہیں۔ ہلالی نے زیادہ طولانی مثنویاں کہی ہیں۔ ان مثنویوں کا ذکر بطور نمونے مثال حسب ذیل پیش کیا جا رہا ہے۔

مثنوی شاہ و درویش :

مثنوی شاہ درویش مولانا ہلالی کی اہم اور معتبر مثنوی مانی جاتی ہے۔ اس مثنوی میں ۱۳۴۴ ابیات ہیں۔

اور ہلالی نے یہ مثنوی ''حدیقہ سنائی'' کی مثنوی کی وزن پر کہی ہے اور اپنی اس مثنوی کا آغاز مناجات سے کیا ہے۔ پھر ایک فقیر کی شہزادے سے بے ریاں عشق کا بیان کرتے ہیں کہ کس طرح شہزادے کے حُسن کو دیکھ کر درویش اس کی خوبصورتی کا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ پوری کہانی کو ہلالی نے دلنشین انداز کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس مثنوی میں جگہ جگہ ہلالی نے اپنی اُستادی کے ثبوت دیئے ہیں۔ اس مثنوی کا آغاز درج ذیل اشعار سے ہوتا ہے :

ای وجود تو اصل هر موجود	هستی و بود هر که خواهد بود
صانع هر بلند و پست تویی	همه هیچند هرچه هست تویی
نقشبندِ صحیفه ازلی	به وجود قدیم لم یزلی ۲

۱۔ خزانہ عامرہ، آزاد حسین بلگرامی، ص: ۴۵۶

۲۔ عرفان و ادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۵۲

دومناجات کے بعد نعت سرورِ عالم وصفِ معراج اور اصحاب کرام کا ذکر کیا ہے۔اشعار ملاحظہ فرمائیں :

سیدانبیاء، ترا خوانند   سرور اولیاء تورا دانند
آفتابی و بر تواند همه   پیشوائی تو پیرواند همه ۱؎

اس کے بعد شاہ اولیاء کے منقبت میں فرماتے ہیں۔

دُر دریای سرمدست   علی جانشین محمداست علی
اسداللہ سرور غالب   شاہ مردان علی ابوطالب ۲؎

کلام فصیح کی تعریف میں یوں گویا ہوتے ہیں :

گوهر حقۂ دهان سخن است   جوهر خنجر زبان سخن است
گرنبودی سخن چه گفتی کس   درمعنی چه گونه سُفتی کس
سر کس را کسی چه دانستی   راز گفتن کجا توانستی ۳؎

اس کے بعد مولانا ہلالیؔ نے شہزادہ درویش کی کہانی کا آغاز کیا ہے۔خوبصورت شاہزادہ مکتب میں درویش کے ساتھ گفتگو کرتا ہے اور شہزادہ کے جمال اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر درویش حیرت کا شکار ہو جاتا ہے۔مثال کے طور پر ایک شعر حسبِ ذیل ہے۔

بس که درویش بود مائل بود   ماند در حیرت شمائل او ۴؎

پھر شہزادہ درویش سے کہتا ہے کہ جناب خاموش مت رہیئے اپنے قالب کو حرکت دیتے رہیئے۔درویش شاہزادہ پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور پھر لوح تعلیم کو کنارے کر دیتا ہے جس کا ذکر ہلالیؔ نے اس طرح کیا ہے۔

لوح تعلیم در کنار نهاد   سَر تسلیم پیش یار نهاد
عشق چون درس خود کند بنیاد   بشکنند تخته بر سر استاد ۵؎

۱- عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۱۵۲
۲- ایضاً،ص:۱۵۳
۳- ایضاً،ص:۱۵۳
۴- ایضاً،ص:۱۵۵
۵- ایضاً،ص:۱۵۵

جب شہزادہ درویش سے جدا ہوتا ہے اس وقت درویش مضطرب اور پریشان رہتا ہے بالآخر رات گذر جاتی ہے اور صبح کا آغاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہلالی لکھتے ہیں ؎

بعد ظلمت بر این بلند ایوان　　روی نمود چشمۂ حیوان
شہ کہ صد ناز و عشوہ در برداشت　　تا کہ از خواب ناز سر برداشت [1]

جب دوسرے دن شہزادہ مکتب نہیں آتا ہے اور درویش پریشان رہتا ہے پھر جیسے ہی شاہزادہ مدرسہ پہنچتا ہے تو شہزادہ اس کی گفتگو کو سنتا ہے۔ پھر شاہزادہ کو محسوس ہوتا ہے کہ درویش بے وفا ہے۔ یا پھر دوسرے محبوب کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ مثلاً :

گر وفائی دریں گدا بودی　　اینچنین در بدر چرا بودی [2]

شاہزادہ درویش کو معتوب کرتا ہے اور پھر درویش اس کام سے پشیمان اور شرمندہ ہوتا ہے اور شہزادہ درویش سے جدا ہو کر کبوتر بازی کرتا ہے۔ ہلالی اس کیفیت کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ مثلاً :

سوی بام کبوتر آمد شاہ　　بر فراز فلک بر آمد ماہ [3]

درویش اب اپنے عشق کو ظاہر کر دیتا ہے کوچہ و بازار کے لوگوں کو اس بات کی خبر ہو جاتی ہے اور اس کو ملامت کرتے ہیں۔ تب درویش شہر سے باہر چلا جاتا ہے اور پھر ایک خط لکھ کر کبوتر کے پَر میں باندھ دیتا ہے اور اس کو شہزادہ کی طرف اُڑا دیتا ہے شہزادہ کو اس بات کی خبر ہو جاتی ہے پھر شاہزادہ شکار کے بہانے درویش کا دیدار کرنے جاتا ہے اور پہاڑ کے دامن میں ایک مجلس آراستہ کرتا ہے اور رقیب بھی اس مجلس سے آگاہ ہوتے ہیں اور شہزادے کے باپ بادشاہ کو اس بات کی خبر کرتے ہیں جس کی وجہ سے بادشاہ شہزادے کو اپنے پاس بُلاتا ہے لیکن شہزادہ اپنے باپ کے وفات کے وقت پہنچتا ہے پھر بادشاہ اپنے فرزند کو دادگری کی نصیحت کرتا ہے بادشاہ کی موت کے بعد شہزادہ بادشاہ کا تاج پہن کر تخت نشین ہوتا ہے۔ جس کا ذکر ذیل اشعار میں ہے ؎

خبر آمد کہ از فلان کشور　　بر سر شاہ می رسد لشکر
شاہ باید کہ فکر کار کند　　دفع آن خیل بی شمار کند [4]

۱- عرفان و ادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۵۶

۲- ایضاً، ص: ۱۵۶

۳- ایضاً، ص: ۱۵۶

۴- ایضاً، ص: ۱۵۷

درویش کا رقیب جنگ کے معاملہ سے واقف ہوتا ہے اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ ہلالی اس کے متعلق یوں لکھتے ہیں :

چون از این قصّہ شُد رقیب آگاہ　　　رفت و گفت از سرحسد باشاہ [۱]

اس کے بعد رقیب بادشاہ سے عرض کرتا ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :

نزد ارباب عقل معلوم است　　　کہ نظر سوی ناکسان شوم است

ہر کہ رابخت بد زپا انداخت　　　دیگرش سر بلند نتوان ساخت

حذر از قوم بخت برگشتہ　　　کہ چو خویشت کنند سرگشتہ [۲]

درویش کو دوبارہ غم وفراق جھیلنا پڑتا ہے۔ جیسے :

عاشق از وصل چون جدا افتاد　　　دست برسر زد وز پا افتاد

گفت : باز این چہ حالت است مرا　　　این چہ رنج و ملامت است مرا [۳]

بادشاہ دشمن سے جنگ کا ارادہ کرتا ہے اور پھر جنگ ہوتی ہے۔ اور اس جنگ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اور بادشاہ کے سپاہی درویش کو ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور دشمن ہلاک کردیتے ہیں۔ ہلالی شعر کے ذریعہ اس طرح بیان کرتے ہیں :

کس نگردید جُز رقیب ہلاک　　　گر رقیبی ہلاک گشت چہ باک [۴]

لوگ خواب میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی فتح یابی درویش کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بادشاہ اس واقعہ سے واقف ہوتا ہے۔ درویش کو اپنے ساتھ بٹھاتا ہے اور پھر دونوں آپس میں ہم نوالہ وہم پیالہ ہوجاتے ہیں۔ ہلالی نے اس چیز کو بڑی مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے :

الغرض ہر دوتا چو شیرو شکر　　　بہم آمیختند شام و سحر

پای شہ برسریر عزت و ناز　　　سر درویش بر زمین نیاز

روز و شب راز دارہم بودند　　　تادم مرگ یار ہم بودند [۵]

۱- عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۵۷

۲- ایضاً، ص: ۱۵۷

۳- ایضاً، ص: ۱۵۷

۴- ایضاً، ص: ۱۵۷

۵- ایضاً، ص: ۱۵۸

شاعر کہتا ہے کہ اب عاشق کو وصال کی قدر آ گئی ہے کیونکہ جب محبوب کی بے رُخی اور اس کا وصال میسّر نہیں آ تا تھا اور پھر جب اُسے محبوب کا دیدار اور وصال ہو گیا اور عاشق کا عشق کمال عروج پر پہنچ گیا ہے تو اس کو ہر ہر شئے سے محبت ہوتی نظر آ رہی ہے یہاں تک کہ ہجر کے لمحات بھی اس کے لئے خوشی کا باعث ہے :

ھر کہ رنج فراق جانان دید   بعد از آن رنج راحت و جان دید
شام ھجران خوش است و رنج ملال   تا بدانند قدر روز وصال
بعد ھجران اگر وصالی ھست   شیوۂ عشق را کمالی ھست [۱]

اور پھر شاعر (ہلالی) اس مثنوی کے خاتمے میں خداوند تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ پھر یہ کلام انجام تک پہنچاتے ہیں، خاص و عام کے لئے ایک مجلس آراستہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد فخریہ انداز میں اس طرح کہتے ہیں :

بیت او گر کم است از آن غم نیست   شکر باری کہ معنی اش کم نیست
لفظ پاک است و معنی اش ظاھر   چون نگیرد قرار در خاطر
غایت شاعری ھمین باشد   شیوۂ ساحری ھمین باشد [۲]

بعد ازاں مولانا ہلالی نے شاہ و درویش کو تمثیلی انداز میں تحریر کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے حاسدوں اور رقیبوں پر طنز کیا ہے اور ایک مناجات سے بات کو اختتام تک لے جاتے ہیں۔

مثنوی صفات العاشقین:

مثنوی "صفات العاشقین" بھی مولانا ہلالی کی اہم مثنویوں میں سے ایک ہے اور اس کا موضوع اخلاقیات پر مبنی ہے اس میں ہلالی نے پند و نصیحت کی ہے اور حکایتوں کے ذریعہ اپنی نصیحت لوگوں تک پہنچاتے ہیں انھوں نے اس نظم کو نظامی گنجوی کی مشہور مثنوی "خسرو شیرین" کے وزن پر لکھی ہے۔ یہ مثنوی ۲۳۵ اشعار اور بیس ابواب پر مشتمل ہے جس میں درج ذیل عناوین ہیں :

(۱) در صفتِ عشق   (۲) در ہمت   (۳) در وفائی
(۴) در خلق   (۵) در سخاوت   (۶) در شجاعت
(۷) در ہمت   (۸) در احسان   (۹) در تواضع

---

۱ - عرفان و ادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۵۸

۲ - ایضاً، ص: ۱۵۸

(۱۰) دراداب (۱۱) درحجاب بودن وازنا بائستہ اجتناب نمودن از بائستہ

(۱۲) درتوکل (۱۳) درصبر (۱۴) درقناعت

(۱۵) درعزلت (۱۶) درشکر گفتن (۱۷) درکم خوابی

(۱۸) درکم خوردن (۱۹) درکم گفتن (۲۰) درتوحید خداوند

صفات العاشقین مثنوی کی شروعات ان اشعار سے ہوتی ہے۔

خداوندا دری از غیب بگشای جمال شاهد لاریب بنمای

به حمد خویش گویان کن زبانم پُر از شهد شهادت کن دهانم

مرا در عقیده پر پیچ مگذار ز فضل و رحمت خود هیچ مگذار ۱؎

ہلالی کا پہلا شعر نظامی کے اس شعر کی یاد دلاتا ہے۔مثلاً :

خداوندا در توفیق بگشائی نظامی را ره تحقیق بنمائی ۲؎

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفت وتوحید کا ذکر کرتے ہیں :

به نامش کردم آغاز این چه نام است کز دایم زبان من به کام است

زبان را این چه کام است اللّٰه۔اللّٰه خدا را این چه نام است اللّٰه۔اللّٰه ۳؎

ایران کے معروف نقاد ڈاکٹر احمد تمیم داری ہلالی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''ہلالی افلاک کی حرکت کے اثرات سے وابستہ عقیدہ کو معتبر نہیں سمجھتے تھے۔ وہ کبھی فلک کو حاجتوں کو پوری کرنے والا مرکز اور مناجات کا مستحق خیال نہیں کرتے تھے ان کا یہ نظریہ ہمیں شاعر حکیم ناصر خسرو' کی یاد دلاتا ہے۔ چنانچہ' ناصر خسرو' کہتے ہیں :

چون توسی کنی اختر خویش رابد مدار از فلک چشم، نیك اختری را ۴؎

ہلالی کہتے ہیں :

خطابی دوش کردم بادل ریش که ای مشغول فکر باطل خویش ۵؎

۱- دیوان ہلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی،ص:۲۷۶

۲- عرفان وادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری،ص:۱۵۹

۳- ایضاً،ص:۱۵۹

۴- ایضاً،ص:۱۶۰

۵- دیوان ہلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی،ص:۲۷۸

اس کے بعد ہلاآلی رسول اللہ کی تعریف میں نعت کہتے ہیں اور معراج کے واقعے کو مخلوق میں بیان کرتے ہیں اور نبی کی تعریف میں کہتے ہیں۔ بطورِ نمونہ ذیل میں پیش ہے :

سخن سر دفتر دیوان عشقست   سخن گنجینۂ سلطان عشق است
ز دل فیضی که جویی جُز سخن نیست   چه گفتم هرچه گویی جُز سخن نیست
سخن سرچشمۂ دریای عقلست   سخن سرمایۂ درهای عقلست [۱]

مولانا ہلاآلی اب مثنوی صفات العاشقین کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں جو بیس ابواب پر منظم ہے :

(۱) در صفتِ عشق:

پہلے باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ عشق وجود کی اصل اور موجودات کا مقصود ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے :

جهان یك قطره از دریای عشق است   فلك یك سبزه از صحرای عشق است [۲]

اس کے بعد ایک داستان نقل کیا گیا ہے وہ یہ کہ مصر میں ایک بادشاہ تھا، اس نے کہا کہ می گساروں کو قتل کر دو۔ تین می خوران کو سامنے لائے گئے ان تینوں نے اپنا۔ اپنا عذر پیش کیا :

یکی گفتا دلم دریای علم است   سرم شوریده از سودای علم است [۳]

پھر دوسرے نے کہا:

یکی گفتا حکیم روزگارم   بجز قانون حکمت نیست کارم [۴]

پھر آخر میں تیسرا جو عاشق تھا سامنے لایا گیا اور وہ کہنے لگا :

یکی گفتا دلم بیمار عشق است   تن آزرده ام افگار عشق است [۵]

بادشاہ نے ان تینوں کے عذر کو سُنا۔ دو کے عذر کو قبول نہیں کیا اور عاشق کے بارے میں کہا کہ :

که درد عشق را تسکین دهدی   فرح با عاشق مسکین دهدی [۶]

۱- دیوان ہلاآلی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۲۸۴
۲- ایضاً، ص: ۲۸۳
۳- عرفان وادب در عصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر احمد تمیم داری، ص: ۱۶۲
۴- ایضاً، ص: ۱۶۲
۵- ایضاً، ص: ۱۶۲
۶- ایضاً، ص: ۱۶۳

(۲) درصدق:

دوسرا باب جو کہ سچائی کے بارے میں ہے کہ ظاہر کو باطن کے رنگ میں دکھانا اور ظاہر اور باطن کا ایک سا ہونا۔ اس باب میں شاعر نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جیسا انسان کا باطن ہے ویسا ہی ظاہر بھی ہونا چاہیئے۔

چنانچہ ہلالی کہتے ہیں :

بیا ای صبح ددولت را طلبگار　　　چو صبح اهلِ دولت صدق پیش آر
بلی از صدق بهتر نیست کاری　　　اگر دم می زنی از صدق باری [۱]

(۳) دروفائی :

اس کے بعد تیسرا باب شروع ہوتا ہے جس کا موضوع وفا شعاری ہے۔

جفا کارا وفاداری بیاموز　　　زیاران شیوۂ یاری بیاموز [۲]

اس کے بعد ایک وفادار عاشق کی حکایت بیان کی گئی ہے جس کا حال یہ تھا کہ جب اس کا سر تن سے جدا ہو گیا تو سر یار کی طرف بڑھنے لگا۔ بطور مثال۔

گدایی را به شاهی بود میلی　　　چنان میلی مجنون را به لیلیٰ [۳]

(۴) درخلق :

چوتھا باب اخلاق کے بارے میں ہے کہ اچھا اخلاق راحت کا سرمایہ اور جراحت کا مرہم ہے۔ ہلالی اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں :

جوانا چند بد خویی توان کرد　　　ز خوئی بد جفا جویی توان کرد
چه سود از شکل، گرخویی نداری　　　چه حاصل رنگ اگر بویی نداری [۴]

(۵) درسخاوت :

پانچواں باب سخاوت سے متعلق ہے مثلاً :

۱- دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۲۸۵

۲- ایضاً، ص: ۲۸۶

۳- ایضاً، ص: ۲۸۸

۴- ایضاً، ص: ۲۸۹

بیا ای خفتہ دایم بر سر گنج | بہ ذر پیچیدہ ھم چون آژدر
زر و سیم جھان را جمع سازی | بہ این سر رشتہ خود را شمع سازی [۱]

(۶) درشجاعت :

صفات العاشقین مثنوی کا یہ باب شجاعت کے سلسلہ میں ہے۔ بہادری میں مرد کا ہاتھ کھولنا ہے یعنی پہلوان سے یا مردِ مقابل سے لڑنا ہے اور اپنی بہادری کے پاؤں کو آگے بڑھانا ہے۔ جیسے :

بیا ای بی دل از کار ماندہ | ز بیم اندر پس دیوار ماندہ
دلبرانی کہ دور از بیم بودند | سپہ سالار ھفت اقلیم بودند [۲]

(۷) درہمت :

ہمت یہ ہے کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دے اور اپنے دِل کی خواہش، آرزو اور تمنا کو کسی محبوب اور عاشق معشوق سے اپنی پیاس بجھالے اور جوانوں کے اندر ہمت پیدا ہونے کی صلاحیت ہوجائے۔ ہلالؔی لکھتے ہیں :

بیا ای پست ھمت این چہ سُستی است | طریق رھروان گرمی و چُستی است [۳]

ساتویں باب میں ہلالؔی ہمت کی مثال فریاد کی حکایت کی شکل میں دے رہے ہیں کہ شیرین کو حاصل کرنے کے لئے کس طرح وہ نوکیلے پہاڑوں سے دودھ کی نہر بہانے پر آمادہ ہوگیا تھا، اپنی ہمت اور بہادری کی وجہ سے شیرین کو اپنے حلقے میں لا پاتا ہے۔

(۸) دراحسان :

ہلالؔی نے آٹھویں باب میں اچھائی اور نیکی کے بارے میں ذکر کیا ہے۔ غریب، لاچار، اور مجبور لوگوں کے احوال کے دریافت کے بارے میں ہے جو بے بس اور پریشان ہیں۔ ان کی مدد کرنا اور لطف وکرم سے پیش آنا ہے۔ انسان کو اپنی محبت یا اپنے پیار بھرے الفاظ سے ان کی دلجوئی کرنا اوران کے اوپر اچھائی کرنا۔ یہی احسان ہے۔

ہلالؔی رقمطراز ہیں :

ستمگارا بہ احسان خون کردی | ھمہ بد کردی و نیکو نکردی
ور از احسان نمایی ترک آزار | برد دامن کشانت جانب یار [۴]

۱۔ دیوان ہلالی چغتائی با شاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۲۸۴

۲۔ ایضاً، ص: ۲۹۴ ۳۔ ایضاً، ص: ۲۹۵

۴۔ ایضاً، ص: ۲۹۸

شاعر نے اس باب میں مجنون کی حکایت بیان کی ہے کہ لیلیٰ کے کتّے کو پانی پلانے کی وجہ سے احسان اور نیکی کی تھی یعنی مجنون اور لیلیٰ سے اتنی محبت کرتا تھا کہ اس نے لیلیٰ کے کتّے کے ساتھ احسان کیا۔ مولانا ہلالی اس حکایت میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ صرف انسان کے ساتھ ہی اچھا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جانوروں، چڑیوں اور پرندوں کے ساتھ بھی نیکی کرنا چاہیئے۔

(۹) در تواضع :

نواں باب تواضع کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ہلالی ان ذیل اشعار کے ذریعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

بیا ای از تکبّر مست گشته — ز فکر سر بلندی پست گشته

تواضع کن که یابی سر بلندی — فروتن شو که یابی ارجمندی

تکبّر سر بلندان را کند پست — تواضع زیر دستان را زبردست[۱]

مولانا ہلالی ایک عاشق کی داستان سامنے لاتے ہیں۔ عاشق ایک کتّے کے ساتھ جو معشوق کی گلی سے آتا ہے تواضع اختیار کرتا ہے۔ اپنے آپ کو جُھکا دیتا ہے اور پتھر اس کے سَر کے اوپر سے گذر جاتا ہے یعنی سر سے پتھر ٹکراتا نہیں ہے۔

(۱۰) در ادب :

دسواں باب اپنے ظاہر کو افعالِ حُسنہ سے اور باطن کو اوصافِ حمیدہ سے آراستہ کرنے سے متعلق ہے۔ مثلاً :

ندانم کین همه ترک ادب چیست — حد خود رانمی دانی سبب چیست

ادب چون بنده را مسعود سازد — ایازی عاقبت محمود سازد[۲]

اس باب میں شاعر سلطان محمود کی داستان کو بیان کرتا ہے کہ سلطان نے اپنے سَر کو ایاز کے قدموں میں رکھ دیا اور ایاز نے بھی اپنے پاؤں سلطان کے سَر سے نہیں کھینچے کیونکہ مرضی کے خلاف جانا وہ ترکِ ادب سمجھتا تھا۔

(۱۱) در حجاب بودن واز ناشائستہ اجتناب نمون از بائستہ:

گیارھواں باب بُرائی سے بچنے اور بُرائی پر پردہ ڈالنے سے متعلق یعنی اجتناب کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے بلکہ حجاب میں رہنا چاہیئے۔ ہلالی لکھتے ہیں:

۱۔ دیوان ہلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۲۹۸

۲۔ دیوان ہلالی چغتائی باشاہ ودرویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۳۰۰

بیا ای رند عالم سوز بی باک | به عصیان پردۂ عصمت مکن چاک
سر خود از حیا گر افگنی پیش | بیابی عاقبت گم کردۂ خویش[1]

(۱۲) درصبر:

بارھواں باب صبر کے بیان میں ہے صبر یعنی خوشبو کے خزانے کی کنجی اور خزانے کا امین حاضر ہے۔بطور مثال ذیل میں اشعار نقل ہیں :

بیا ای کوشش بسیار کرده | به سعی خویش خود را خوار کرده
نشاط آرزو مندان ز صبر است | گل باغ طرب خندان ز صبر است[2]

اس باب میں ایک ایسے عاشق کی حکایت جس نے معشوق کے فراق میں صبر کیا ہے اور پھر معشوق اس طرح اس کی طرف آیا اور عاشق اپنی مراد اور اپنے مقصد تک پہنچ گیا۔

(۱۳) درشُکر :

ہلالی نے تیرہویں باب میں شکر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ شکر کرنا موجب کمال دولت اور ناشکری موجب زوال نعمت ہے۔جیسے :

بیا ای رفته همچون ناسپاسان | به ره باطل حق ناشناسان
نمی شاید حق نعمت نهفتن | شکایت چیست بایدشکر گفتن[3]

مذکورہ اشعار میں شاعر اپنے عاشق کی حکایت کا ذکر کیا ہے جس نے نعمت وصال حاصل ہونے کے بعد شکر ادا نہیں کیا تو اُسے فراقت کی مصیبت جھیلنی پڑی لیکن جب اس نے فراق کی حالت میں شکر ادا کیا تو اُسے وصال کی دولت نصیب ہوئی۔

(۱۴) درتوکّل :

چودھواں باب رازق اور کریم پر توکل اور بھروسہ کرنے کے بیان میں ہے یعنی شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھو۔یعنی ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اس کے سلسلہ میں اللہ پر توکل کرتے ہوئے خود کے لئے بہتری کی امید رکھنا۔دِل سے مطمئن رہنا اصل توکل ہے۔بطورِ مثال :

۱- دیوان ہلالی چغتائی باشاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی،ص:۳۰۵

۲- ایضاً،ص:۳۰۶

۳- ایضاً،ص:۳۰۹

روای پابست اسباب تحمّل　　قدم نه در بیابان توکل
مگو هیچ است لطف ایزد پاک　　که سی گوید چنین حاشاک-حاشاک [۱]

اس حکایت کے باب میں ایک عاشق کا تذکرہ کیا ہے جس میں قناعت کی مدح اور حرص کا نقصان بیان ہوا ہے۔نمونہ کے طور پر درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں :

الا چند از پی دینا کشی رنج　　ترا کنج قناعت بهتر از گنج
ز تقدیر خدابی زاریست این　　ز خود رایی خدا آزاریست این [۲]

(۱۶) درکم خوردن :

سولھویں باب میں شورش عشق کے واسطے کم کھانا ہے۔جو سالِ ہجر کے قحط سے ہے :

بیا ای چون مگس بر گرد خوانها　　دوان چون سگ به بوی استخوانها
به خوردن تا به کی آلوده بودن　　خوشا کم خوردن وآسوده بودن
ز کم خوردن شفای جان و تن باش　　بدین قانون طبیب خویشتن باش [۳]

(۱۷) درکم گفتن :

اس باب میں مولانا ہلالؔی نے کم بولنے کے بارے میں بیان کیا ہے۔کم بولنا نجات کا سبب ہے اور بلند درجات کا موجب ہے۔ہلالؔی اس طرح رقم طراز ہیں:

بیا ای گفتگو آغاز کرده　　در گنج سخن را باز کرده
خموشی بهتر ست ازهرچه گویی　　سخن کوتاه شُد دیگر چه گویی [۴]

اس باب میں دو عاشق کی حکایت آتی ہے ایک کم بولنے کی وجہ سے معشوق کا محبوب ہوتا ہے اور دوسرا معشوق کے دربار کا مردود ہو جاتا ہے۔

(۱۸) درکم خوابی :

اٹھارھواں باب کم سونے کے بیان میں ہے۔کم خوابی بیداری کی دولت اور دیدار کی نعمت کا ذریعہ ہے۔جیسے:

۱- دیوان ہلالؔی چغتائی باشاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۳۱۱

۲- ایضاً،ص:۳۱۲

۳- ایضاً،ص:۳۱۶

۴- ایضاً،ص:۳۱۸

الا ای مسـت خواب آلوده برخیز   بـه غـایـت دیر کردی زود برخیز [1]

اس حکایت کے باب میں ایک خوبصورت انسان کی کہانی بیان ہوئی ہے کہ اس کا باپ روز اس کو لوگوں سے چھپاتا تھا اور راتوں کو شب گردی پر نکل پڑتا تھا اور رات کو سونے والوں کے سر پر مٹی ڈالتا تھا اور جاگنے والوں کو اپنے دیدار سے فیضیاب کرتا تھا :

به شب ناخفتگان آن بخت بیدار   چـو مـاه چـار ده بـنـمود دیدار [2]

(۱۹) درعزلت :

انیسویں باب میں شاعر نے تنہائی کی فضیلت اور خلق کے ہجوم سے دوری کے بارے میں بیان کیا ہے۔اس حکایت کے باب میں ایسے عاشق کا تذکرہ ہے۔جسے بادشاہ کے دیدار کا شوق تھا اور لشکر کے لوگ رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ایک جنگل میں اس نے تنہائی اختیار کی۔بادشاہ ایک دن ادھر سے گذرا اور خود اس کے پاس پہنچ کر ماجرا پوچھا، اس طرح وہ درویش اپنی منزل تک پہنچ گیا۔بادشاہ کا اسے دیدار حاصل ہوا اور وہ بہت مسرور ہوئے۔

(۲۰) درتوحید خداوند :

اس آخری باب میں ہلالؔی نے خدا تعالی کی توحید اور اس کی معرفت کے متعلق ذکر کیا ہے۔خداوند تعالی کو ایک سمجھنا، ایک جاننا، ایک پہچاننا، جو بے مثال ہے۔اشعار کے ذریعہ ہلالؔی اس طرح کہتے ہیں :

درین بت خانه سارا قبله گاهیست   دل هر بُت کـه بینی سنگ راهیست
اگر توحیدمی خواهی یکی جویی   یکـی دان ویکـی خوان ویکی گوئی [3]

بیسویں باب میں زلیخا کی حکایت کا بیان ہے کہ جو بُت پرستی کی وجہ سے شرفِ محبت سے ناکام ہوئی۔اس کے بعد مناجات بیان کی ہے اور پھر اپنی گفتگو کو مکمل کیا ہے ذیل کے اشعار کے ذریعے مولانا ہلالؔی اپنی مثنوی کو انجام تک پہنچاتے ہیں:

هلالیؔ این چه دریای معانی است   کـه موج آن ز بحر آسمانی است
چه نظم آبدار است این که گفتی   چه در شاهوار است این که سُفتی

۱- دیوان ہلالؔی چغتائی بادشاہ و درویش و صفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۱۲۹

۲- عرفان و ادب درعصر صفوی، بخش اول، ڈاکٹر تمیم داری، ص:۱۲۹

۳- دیوان ہلالؔی چغتائی بادشاہ و درویش و صفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۳۲۵

به این مشکین نفس دلها ربودی — مگر در طلبه عطار بودی
ز حیرت حاسدان را لب به بستی — هوس را در دل ایشان شکستی
حدیث روح بخش آغاز کردی — چو عیسیٰ دعوی اعجاز کردی
دل شاعر براوج آسمان است — ز شهبا ران قدسی آشیان است[۱]

ہلالؔی اس ابیات میں خود سے مخاطب ہیں۔ کہتے ہیں کہ اے ہلالؔی یہ معانی کا دریا کیا ہے کہ جس کی موج آسمان کے سمندر سے مربوط ہے۔ تو نے جو نظم کہی ہے وہ آبدار ہے تو نے جو پرویا ہے وہ دُرِ شاہوار ہے۔ حاسدوں کے لب کو حیرت سے بند کر دیا ہے اس کے دل کی ہوس کو ختم کر دیا ہے۔ روح کو تازگی بخشنے والی بات تو نے شروع کی ہے تم نے حضرت عیسیٰ کی طرح معجزہ کا دعویٰ کیا ہے یہ زبان شاعری کی زبان نہیں ہے۔ شعر کا فن جادو ہی ہے۔ شاعر کا دل آسمان کی بلندی پر ہے۔ جیسے مقدس شہبازوں کا آشیانہ ہو۔

رُباعیات :

فارسی میں رُباعی کا جو تصور ہے وہ چار مصرعوں والی مختصر ترین نظم کا نام ہے جو اخلاق نکات، متصوفانہ تصورات اور فلسفیانہ مزاج کی حامل ہے۔

فارسی زبان کے مشہور رُباعی گو شعراء میں جو نام سب سے پہلے ذہن میں اُبھرتا ہے وہ سلجوقی دور کا شاعر عمر خیام ہے۔ خیام نے رُباعی کو فلسفیانہ مزاج دیا۔ پھر اس میں تصوف اور اخلاق صفویوں کے عہد تک تقریباً یہی رنگ غالب رہا۔

اس پس منظر میں جب مولانا ہلالؔی کی رُباعیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اسلاف کی تمام خوبیاں سمٹ آئی ہیں۔ ہلالؔی نے اس صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے بعض دیگر موضوعات مثلاً عاشقانہ مضامین شکوہ شکایت اور عالی ہمتی جیسے موضوعات کو شامل کیا ہے۔ جس سے ان کی انفرادیت کا اندازہ ہوتا ہے جوان کے قادرالکلام ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ انھوں نے جس صنف سخن کو برتا ہے اس کے ساتھ پورا انصاف کیا ہے۔ مولانا ہلالؔی کی رُباعیوں کی تعداد ۲۰ ہے۔ ہلالؔی کی رُباعیات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے مختلف موضوعات کو بڑی خوبصورتی اور فنکاری سے مرصّع کیا ہے۔ جس سے ان کی رُباعیات میں نکھار، آراستگی اور رخشندگی پیدا ہوگئی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

۱۔ دیوان ہلالؔی چغتائی با شاہ و درویش وصفات العاشقین بہ تصحیح سعید نفیسی، ص: ۱۷۰

(۱)

ای سیہ نامہ کز برای نجات
حرفی از باب رحمتش گفتی
سبقم چیست گفتہ زین باب
سبقت رحمتی علی غضبی

(۲)

ازبسکہ مرا دولت دیدار کم است
گفتن نتوان کہ تاچہ مقدار کم است
رنجست فراقت کہ کمش بسیاراست
عیش است وصال تو کہ بسیار کم است

(۳)

روز و شب من بہ گفتگوی تو گذشت
سال و مہ من بہ جستجوی تو گذشت
عمرم بطواف گرد کوی تو گذشت
القصّہ ہمہ در آرزوی تو گذشت[۱]

قطعات:

قطعہ وہ صنفِ سخن ہے جس کا فارسی شاعری میں ایک اہم مقام ہے۔ ''قطعہ ہم وزن و ہم قافیہ باہم مربوط ایک موضوعی اشعار کا نظام ہے۔'' اس تعریف میں 'ایک موضوعی' کی شرط اس لئے کہ جب باہم مربوط اشعار میں ایک ہی موضوع کی پابندی کے بجائے ایک سے زیادہ موضوع نظم کئے گئے تو تشبیب اور مدح کے علاوہ دوسرے موضوعات کا اضافہ ہوا۔

مختصراً جب ہم بات کرتے ہیں قطعات کی تو سب سے پہلے ابنِ یمین جیسی قابلِ اور معتبر شخصیت کا نام ذہن میں اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ جنھوں نے اس صنف کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ اور اس کی شہرت کا ضامن بھی ابنِ یمین کو ہی

۱۔ نسخہ خطی دیوان ہلالی رامپور، رضا لائبریری، ص: ۱۰۰

جاتا ہے۔اس روایت کی پیروی کرتے ہوئے مولانا ہلاؔلی نے بھی چند قطعات لکھے ہیں جو کہ ۱۵ ابیات پر مشتمل ہے ان کے قطعات کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)

محمد عربی آبروی هر دوسراست
کسی که خاک درش نیست خاک برسر او
شنیده ام که تکلّم نمود همچو مسیح
بدین حدیث لب لعل روح پرور او

که من مدینۂ علمم علی دوست مرا
عجب خجسته حدیثی است من سگ در او ۱

(۲)

به سهر کوش هلالی که عاقبت چو هلال
بلند مرتبه کردی فلك مقام شوی

نهفته از نظر خلق باش ماه به ماه
گرت سواست که منظور خاص و عام شوی

خمیده قامت و زار و نزار شو یعنی
چو ماه نو کم خود گیر تا تمام شوی ۲

صنعت لفظی و معنوی:

صنعت لفظی و معنوی شاعری کے فن کے لئے نہایت اہم ہے۔بغیر اس کے کلام کے حسن میں اضافہ نہیں ہوتا۔ یہ صنعت زیور کلام ہوتی ہے کہ جب شاعران صنعت سے اپنے شعر کو آراستہ کرتا ہے تو اس کے کلام میں مزید

۱- نسخہ خطی دیوان ہلاؔلی رامپور، رضا لائبریری، ص: ۱۰۰

۲- نسخہ خطی دیوان ہلاؔلی رامپور، رضا لائبریری، ص: ۱۰۱

حُسن و لطافت پیدا ہو جاتی ہے اور کلام خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ مولانا ہلاؔلی چغتائی کے یہاں بھی صنعت لفظ و معنوی کا اہتمام نظر آتا ہے۔ حسب ذیل چند اشعار ملاحظہ ہوں جن کو شاعر نے مختلف صنعتوں سے آراستہ کیا ہے۔

صنعتِ لف ونشر مرتب:

ز سوز سینه کبابم، زسیل دیده خرابم   تو شمع بزم کسانی و من در آتش و آبم [۱]

مذکورہ شعر میں مولانا ہلاؔلی نے "سوز، شمع، سیل، دید" اور آب کا استعمال کیا ہے جن میں لف ونشر مرتب پایا جاتا ہے اور یہ ہلاؔلی کی جدّت ہے۔

صنعتِ لف ونشر غیر مرتب:

جان کن بدل و دیده که غیر از تو نه شاید   سلطانِ سرا پردهٔ چشم و حرمِ دل [۲]

صنعتِ مراۃ النظیر:

آمد بهار و خوش دلم از رنگ و بوی گل   آن که می کشم دوسه روزی بروی گل [۳]

اس شعر میں "بہار، رنگ، بو، گل، مناسبت لفظی ہیں۔

صنعتِ جناس ناقص:

درعشق تو رسوائی جهانست هلالیؔ   گاه از غم بسیار و گه از صبر کم دل [۴]

مذکورہ شعر میں "گاہ، گہ" جناس ناقص کا استعمال ہوا ہے۔

صنعتِ تضاد:

به هر بیگانه باشد خوی آواز آشنا بهتر   به آن بیگانه خود را آشنا کردم ندانستم [۵]

اس شعر میں "بیگانہ اور آشنا" لفظ ہے اس میں تضاد پایا جاتا ہے۔

صنعتِ اغراق:

چون ابر دید اشک من از شرم آب شُد   چون برق دیده آه من ازانفعال جُست [۱]

۱- دیوانِ ہلالی چغتائی با شاہ و درویش بہ تصحیح سعید نفیسی، ص:۱۰۵

۲- نسخہ خطی دیوان ہلاؔلی رامپور، رضا لائبریری، ص:۵۳

۳- ایضاً، ص:۵۲

۴- ایضاً، ص:۵۳

۵- ایضاً، ص:۷۰

صنعتِ تلمیح :

ز طوفان سر شك خود بگرادبی در افتادم　　　که عمر نوح اگر یابم نه بینم روی سلحلها ۲

صنعتِ حسنِ تعلیل :

ہلالیؔ نے اپنے اشعار میں حسنِ تعلیل کا بھی نہایت ہی دلکش انداز میں بیان کیا ہے جیسا کہ اس شعر سے واضح ہے :

باغ حُسننت تازه شُد از دیدۂ گریان من　　　چشم من آب دگر داد آن گل زحسلر را ۳

صنعتِ سیاقۃ الاعداد :

ہلالیؔ کے کلام میں ’’سیاقۃ الاعداد کا استعمال بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً

تا چشم تو عشوه ساز خواهد بودن　　　صد دل شده عشق باز خواهد بودن

یك دوروز دگراز لطف ببالین من آی　　　که به جُز صبر نفرمود مداوای دگر ۴

صنعتِ کنایہ :

من و خاك آستانت که ہمیشه سرخ رویم　　　به همین قدر که روزی رخ زرد سودم آنجا ۵

صنعتِ استعارہ :

ای تو سروچمن حسن و گلِ باغ جمال　　　جلوۂ حسن و جمانت همه درحسد کمال ۶

صنعتِ تشبیہ :

وصف آن روی چوسه پیش هلالیؔ گفتم　　　گفت آن شمع شب تار سرا بایستی ۷

بسته زلف پری رویان شدن از عقل نیست　　　لیك من دیوانه ام زنجیر می باید مرا ۸

۱- نسخہ خطی دیوان ہلالیؔ رامپور، رضا لائبریری، ص:۱۳

۲- ایضاً، ص:۳　　۳- ایضاً، ص:۹

۴- ایضاً، ص:۱۰۴　　۵- ایضاً، ص:۹

۶- نسخہ خطی دیوانِ ہلالی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، ص:۴۷

۷- ایضاً، ص:۹۹　　۸- ایضاً، ص:۲

نسخہ ہای خطی دیوان ہلاآلی

دیوان ہلاآلی کی تصحیح وتدوین کے لئے جن نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں رام پور رضا لائبریری کے تین نسخے شامل ہیں ان میں ایک نسخہ جو مکمل اور صاف ستھری حالت میں ہے اس کو نسخہ اساسی قرار دیا گیا ہے اور دوسرے دو نسخے ناقص ہیں۔ دیگر نسخوں میں مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تین نسخے شامل ہیں باوجود اس کے کہ مولانا آزاد لائبریری میں پانچ نسخے موجود ہیں دو نسخے ایسی خستہ حالت میں ہیں کہ وہ قابل استفادہ نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ سالار جنگ میوزیم میں اس دیوان کے دو نسخے ہیں میں نے اس مقالے کی تدوین میں صرف اس ایک نسخے سے استفادہ کیا چونکہ دیگر نسخہ کی حالت بدتر ہے اور قابل استفادہ نہیں ہیں۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ کے نسخے بھی میں نے دیکھے۔ لیکن ان کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ نامکمل اور ناقص الطرفین ہیں اور کسی بھی صورت میں اس حالت میں نہیں ہیں کہ ان سے استفادہ کیا جا سکے۔ بہر حال جن نسخوں سے میں نے استفادہ کیا، ان تمام نسخوں کا تفصیلی ذکر حسب ذیل ہے:

(۱) دیوان ہلاآلی: نسخہ رامپور رضا لائبریری، رام پور

دیوان ہلاآلی: **شمارہ ۳۳۶۴ ردیف خانہ: ۴۰۶** میں موجود ہے۔ اس نسخے کی سال کتابت ۹۹۳ھ ہے۔ تقریباً مولانا ہلالی استر آبادی کے انتقال کے ۵۷ سال بعد کا نسخہ ہے جو ان کے عہد سے قریب ترین ہے۔ اسی وجہ سے میں نے اس نسخے کو اساسی نسخہ بنایا۔ یہ نسخہ اچھی حالت میں مکمل اور صاف ستھرا ہے، خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس نسخے کے کاتب کا نام میر حسین الحسینی ہیں۔ اس نسخے میں کل ۱۰۵ اوراق ہیں اور ایک ورق پر تقریباً ۱۳ سطریں موجود ہیں۔ نسخے کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

ای نـــور خـــدا در نـــظـــر از روی تـــو مـــا را
بـــگـــذار کـــه در روی تـــو بیـــنیـــم خـــدا را
تـــا نـــکـهـــت جـــان بـــخـــش تـــو هـمـراه صـبـا شد
خـــاصیـــت عیســـیٰ اســـت دم بـــاد صبـــا را

درج ذیل متفرقات پر اس نسخے کا اختتام ہوتا ہے:

کـــــــه در پـــــئ آزار دل رنـــــجـــــوری
کـــــه در پـــئ بیـــــداد مهـــــجـــــوری
شـــوخـــی و بـــــه حسـن خـوشتـن مـغـــروری
بـــاعـــاشق خـود هــر چـــه کـنـی مـغـروری

(۲) دیوان ہلالی: نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

دیوان ہلالی: شمارہ: یونیورسٹی نمبر ۳۱ فارسیہ (۱) نظم

یہ نسخہ خط نستعلیق میں ہے مکمل اور صاف ستھری حالت میں موجود ہے تعداد اوراق ۸۶/ ہیں اور ہر ورق پر سطر کی تعداد تقریباً ۱۱/ ہے۔ سال کتابت ۱۲۸۵ھ ہے اور کاتب میر سعادت علی ہیں۔ اس نسخے کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے:

ای نـــور خـــدا در نـــظـــر از روی تـــو مـــا را
بـــگـــذار کـــــه در روی تـــو بیـــنیـــم خـــدا را

اور اس نسخے کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

جـــمـــلـــه مـــقبـــول خـــلـــق و عـــالـــم بـــاد
الـتـــجـــا ایـــن بـــــه ذوالـــمـــنـــن کـــردم

(۳) (۲) دیوان ہلالی: نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ:

دیوان ہلالی: شمارہ: ۶۹/۳۳ سلیمان کلکشن

یہ نسخہ ۶۲/ اوراق پر مشتمل دیوان ہلالی کے نام سے صاف ستھری حالت اور خط نستعلیق میں موجود ہے۔ اس نسخے میں ہر ورق تقریباً ۱۸/ یا ۱۹/ سطور پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے "۳۸ بیست یکم جمادی الاوّل تمام شد" اس کے کاتب شیو سنگھ برخوردار جیون رام ہیں۔ اس نسخے کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے:

ای نـــور خـــدا در نـــظـــر از روی تـــو مـــا را
بـــگـــذار کـــــه در روی تـــو بیـــنیـــم خـــد ارا

اور اس نسخے کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

دل با تو دیدہ از جمالت محروم
ای کاش کہ دیدہ ور مقابل بودی

(۴) دیوان ہلالی: نسخہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ:

دیوان ہلالی: یونیورسٹی نمبر فارسیہ (۱) نظم۔ اس نمبر سے یہ نسخہ مولانا آزاد لائبریری میں خط نستعلیق میں ۲۸؍ورق پر مشتمل موجود ہے، نسخے کے ہر ورق پر تقریباً ۱۸؍۱۹ سطر موجود ہیں۔ اس نسخے کے کاتب کا نام ''بہ گوبند در عہد احمد شاہ'' ہیں جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہے ''۱۹؍ذی الحجہ بیست یکم.............................المعظم.............بہ وقت سہ پہر روز دوشنبہ در ہندوی با ختتام رسد'' نسخے کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے:

ای نور خدا در نظر از روی تو مارا
بگذار کہ در روی تو بینیم خدارا

اور اس نسخے کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

دل با تو دیدہ از جمالت محروم
ای کاش کہ دیدہ ور مقابل بودی

(۵) دیوان ہلالی: نسخہ سالار جنگ میوزیم، حیدر آباد:

دیوان ہلالی: A/N m515

شمارہ کے تحت سالار جنگ میوزیم، حیدر آباد، آندھرا پردیش میں خط نستعلیق میں ۹۲؍اوراق پر مشتمل ہلالی استر آبادی کا یہ دیوان موجود ہے۔ ہر ورق تقریباً ۱۱؍سطور پر مشتمل ہے۔ اس کے کاتب عنایت اللہ خان ہیں اور سال کتابت ۲۸؍صفر ۱۲۲۳؍۱۸۰۸ ہے اس نسخے کے آخر میں عبد العلی کے نام کی مہر لگی ہوئی ہے۔ آغاز نسخہ درج ذیل شعر سے ہوتا ہے:

ای نور خدا در نظر از روی تو ما را
بگذار کہ در روی تو بینیم خدا را

اور اختتام نسخہ اس شعر پر ہوتا ہے:

یارب تو پری یا ملکی یا بشری
یا غیرت آفتاب یا رشك حوری

مختصراً یہ کہ مولانا ہلالؔی پندرھویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور سولہویں صدی عیسوی کے ابتداء کے ایک مایۂ ناز شاعر ہیں۔ یہ ایک شیریں زبان اور خوش کلام شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی شاعری کا کمال یہ ہے کہ اپنے تخلیقی شعور کی کارفرمائی سے انہوں نے اس صنف میں نئی روح پھونک دی ہے۔

مولانا ہلالؔی کی شخصیت شاعری میں ان کی قادری الکلامی، معمولی واقعہ میں فلسفیانہ استدلال پیدا کرنے کی روایت جیسی انفرادیف خصوصیت کی وجہ سے دیگر شخصیات میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ اور ان کے اندر شعر وشاعری کے فہم بیک وقت موجود ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں مختلف صنعتوں کا استعمال کیا ہے ان کا کلام عاشقانہ اور عارفانہ مضامین سے پرُ ہے۔ ہلالؔی نے مختلف اصنافِ سخن مثلاً غزلیات، مثنویات، قصائد اور رُباعی وغیرہ کے میدان میں مہارت حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ ان کا دیوانِ غزلیات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہلالؔی فارسی کے بلند پایہ شاعروں میں سے ایک ہیں اور ان کی اہمیت ومقبولیت صرف ایران میں ہی نہیں بلکہ ایران سے باہر دوسرے مما لک میں بھی سنگِ میل کی حیثیت حاصل ہے اور ادبیاتِ فارسی کی کوئی تاریخ ان کی شخصیت کو نظر انداز نہیں کرسکتی۔

....

غزل ۱

ای نور خدا در نظر از روی تو مارا
بگذار که در روی تو بینیم خدار
تا نکهتِ جان بخش تو همراه صبا شد
خاصیت عیسیٰ ست دم باد صبا را
هر چند که خوبان همه در راه تو خاکند
حیفست که بر خاك نهی آن کفِ پارا
پیشِ تو دعا گفتم و دشنام شنیدم
هرگز اثری [1] بهتر ازین نیست دعا را[2]
می خواستم آسوده به کنجی بنشینم
بالای تو ناگاه بر انگیخت بلا را
آن روز که تعلیم تو می گفت [3] معلّم
در لوح تو ننوشت مگر حرفِ وفا را
گر یار کند میل هلالیؔ عجبی نیست
شاهان چه عجب گر بنوازند گدارا

غزل ۲

ز آبِ چشم من گل شد براهِ عشق منزلها
ندانم تا چه گلها بشکفد آخر ازین [4] گلها

---

۱. ی ک. هرگز 'اثر' بهتر ۲. ی ک، س ک، ی ف. 'هرگز اثری نیست بهتر ازین دعا را'
۳. ی ک، س ک، ی ف. می 'کرد' معلّم. س ج. می 'گرفت' معلمّ
٤. س ک. 'ازان' گلها

شکستی عهدو بر دلهای غمگین[1] سوختی داغی
ولی داغی که تا روزِ قیامت ماند بر دلها

من از خوبان بسی غمهای مشکل دیده ام لیکن
غمِ هجران بود مشکل ترین جمله[2] مشکلها

سزد گر بر سرِ تابوت ما گریند در کویش
چرا گر[3] منزل مقصود بر بستیم[4] محملها

ز طوفان سرشك خود بگر دابی در افتادم[5]
که عمر نوح اگر یابم[6] نه بینم روی ساحلها

چو آن مه اغیارست کرد او مکرد ای دل
چرا پروانه باید شد برای شمع محفلها

هلالیّ چون حریف بزم رندان شد بگو[7] مطرب
الا یا ایّها السّاقی ادر کاسا و نا و لها

غزل ۳

من و بیداری شبها و شب تا روز یا ربها
نه بیند هیچکس در خواب یا رب اینچنین شبها

کشادی تا لب شیرینی دشنام[8] دعا گویان
دعا می گویم ودشنام می خواهم ازان لبها

---

۱. ی ك، س ك، ی ف، س ج. دلها 'مکین'

۲. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'از' اضافی دارد

۳. ی ك، س ك، س ج. 'کز' منزل

۴. ی ك. 'کشتیم' محملها

۵. ی ك، س ك، ی ف، س ج. در 'گرفتارم'

۶. س ك. اگر 'گریانم'

۷. ی ك. 'بخون' س ك، س ج. 'بخوان'

۸. س ج. شیرین 'بدشنام'

خدا ز[1] جان من بر خاک مشتاقان گزاری کن
که در خاک از تمنای تو شد فرسوده قالبها
سیه روز ان هجران را چه حاصل بی تو از خوبان
که روز تیره را خورشید می باید نه کوکبها
عالم غالباً امروز درسِ عشق می گوید
که در فریاد می بینم طفلان را بمکتبها
شود گر اهل مذهب را خبر ازمشرب رندان
بگردانند مذهبها بیا سوزند[2] مشربها
هلالیّ با قد چون حلقه تا[3] شد خاک می دانت
کسی[4] نشناسد اورا از نشنان نعل مرکبها

غزل ٤

ازان[4] تنهای و[5] ملک غریبی شد هوس ما را
که روزی[6] چند نشناسیم ما کس را و کس ما را
ز دست ما اگر پابوس خوبان بر نمی آید
حُسن دولت که خاک پای ایشانیم[7] بس ما را
برای محملِ جانان چنان بیخود نیم[8] امشب
که هوشِ رفته بازآید به فریاد جرس ما را

۱.ی ک،س ک،ی ف. خدا 'را' جان من
۲.ی ک،س ک،ی ف،س ج .'بیاموزند' مشربها
۳.ی ک،س ج. 'باز' شد.س ک 'تا' ندارد
٤.ی ک. 'ز تنهای' س ک 'خود' اضافه
٥.س ج. 'و' ندارد
٦.ی ف. 'روز به' چند
۷.س ک. 'خوبا هم' س ج 'خوبانیم'
۸.ی ف .بیخود 'نه ام' امشب

بآب[1] چشم ما پرورده شد خار وخس کویش
ولی گلهایِ حسرت می دمد زان[2] خار و خس ما را

گر از دل هر نفس این آه دردآلود[3] برخیزد
کسی هرگز نخواهد ساخت باخود هم نفس[4] ما را

ز دست ما کشیدی طره وصد جا گره بستی
که کوته گردد و دیگر نباشد دسترس ما را

هلالیّ روزگاری شد که دور از گلشنِ کویش
فلک دلتنگ می دارد چو مرغان قفس ما را

غزل ۵

نمی توان به جفا[5] قطع دوستداری ما
که از جفای تو پیش است با تو یاری[6] ما

بسی[7] چو ابر بهاران گریستیم و هنوز
گلی نرست ز باغ امیدواری ما

بچشم چون تو عزیزی شدیم خوار ولی[8]
ز عزت دگران خوشترست[9] خواری ما

غبار کوی تو ما را ز چهره دور مباد
که با تو می کند اظهار خاکساری ما

---

۱. ی ك،س ك. 'ز آب' چشم
۲. ی ك،ی ف. 'می دمد زس ج می دهد'
۳. ی ك،ی ف،س ك،ا ن. 'عالم سوز' بر خیزد
۴. س ج – همنشین
۵. س ك. 'بخطا' قطع
۶. ی ف. با تو 'بازی' ما
۷. ی ف. 'گر' ابر بهار
۸. س ج. خوار 'هنوز'
۹. ی ك،س ك. 'بهتر است'

ز حال زار هلالیّ شبی که یاد کنیم [1]
فلك به ناله در آید ز آه و زاری ما

غزل ٦

به چشم لطف اگر بینی گرفتاران رسوارا
بماهم [2] گوشه چشمی که رسوا کرده ما را
مرا گر از تمنّای تو آید صد بلا پرُسد
ز سر بیرون نخواهم کرد هر گزاین تمنا را
بس [3] از مُردن نخواهم سایهٔ طوبی ولی خواهم
که روزی سایه بر خاکم فتد آن سرو بالا را
حذر کن از دم سردر قیب ای غنچه خندان
که از بادِ خزان آفت رسد گلهای رعنا را
هلالیّ را چه حد آنکه در ماه [4] رخت بیند
به عشق نا تمام او چه حاجت روی زیبا را [5]

غزل ۷

من که [6] و بوسه زدن [7] ساعد زیبایش را
که مرا دست دهد بوسه زنم پایش را
چشم هر سفله [8] بر آن چهره دریغ است دریغ
دیده پاك [9] من اوّلیست تماشایش را

۱.ی ك،س ك،ی ف،س ج. یاد'کنم'
۲.ی ك.'نمایم'گوشهٔ چشمی
۳.ی ك.'پس'از مردن
۴.ی ك.در'بر'رخت بیند
۵.ی ف،س ك.'این شعر'ندارد
٦.ی ك.من'کجا'س ك،ا م،ی ف.من'کنم'بوسه س ج.'من که'او'بوسه
۷.ی ف،س ك،س ك.بوسه'زنم'
۸.ی ك،س ك،ی ف،س ج.'ناپاك'بر آن
۹.س ك.دیده'ناپاك'من

جای او دیدهٔ خونبار شد ای اشك برو
هردم از خون دل آغشته سكن جایش

هیچكس دل به خریداری یاری ندهد
كه بهم برنزند حسن تو بازارش[1] را

زان دولب هست تمنای هلالیّ سخنی
كاش گویی برآرند[2] تمنایش را

غزل ۸

ز سوز سینه هردم[3] چند پوشم داغ هجران را
دگر طاقت ندارم چاك خواهم زد گریبان را

بزن یك خنجر واز درد[4] جان كندن خلاصم كن
چرا دشوار باید ساخت[5] برمن كار آسان را

نمی خواهم كه خط بالای آن لب سایه اندازد
كه بی ظلمت صفای دیگرست آن[6] آب حیوان را

به زلفت بسته[7] دلها ی مشتاقان بحمدالله
عجب جمعیتی روزی[8] شد این جمع پریشان را

طبیبا تا بكی بر زخم پیكانش[9] نهی مرهم
برو بگذار دیگر مرهم و بگذار پیكان را

---

۱. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'سودایش' را
۲. س ج. 'برنزند' 'تمنّایش'
۳. ی ف. 'ز سوز سینه' 'تا چند'
۴. ی ك، ی ف. 'دست' جس ج. س ك. 'نیروز' جس ج
۵. ی ك، ی ف، س ج. 'كرد' برمن
۶. ی ك. 'این' 'آب حیوان را
۷. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'شه' 'دلهای
۸. ی ك. جمعیتی 'حاصل' شد
۹. س ج. 'مشتاقان' نهی

هلالیّ دل منه بر شیوۀ آن شوخ عاشق کش [1]
سخن بشنوه وگرنه در سرِ دل میکنی جان را

غزل ۹

زان پیشتر [2] که عقل شود رهنمون مرا
عشقِ تو ره نمود بگوی جنون مرا
هم سینه شدُ پرُ آتش و هم دیده شد پرُ [3] آب
در آب و آتش است درون و برون مرا
شوخی که بود مردنِ [4] من کام او کجاست
تا خود [5] بکام خویش به بیند کنون مرا
خاكِ درت بخون [6] من آغشته شد به بین [7]
آخر [8] فگند عشق تو در خاك و خون مرا
چشمت که صبر هوش هلالیّ به غمزه برد
خواهد فسانه ساختن از یك فسون مرا

غزل ۱۰

گفت و گوی [9] عقل در خاطر فرو [10] ناید مرا
بندۀ سلطان [11] عشقم تا چه فرماید مرا

۱.س ك. عاشق 'کس'
۲.ی ك،ی ف.زس ج'بیشتر'
۳.ی ك،ی ف.'بر آب'
٤.ی ك.'کشتن'من
٥.ی ك،س ك،ی ف،س ج. تا'برمراد' من
٦.ی ك،ی ف.'بقتل'من.س ك،ر ف ل،س ج.'ز قتل'من
۷.ی ك،س ك،ی ف،س ج.آغشته شد'بخون'
۸.ی ف،س ك،س ج.'آخر'ندارد
۹.ی ك،س ك،س ج.'گفتگوی'عقل
۱۰.ی ك،ی ف.'فزد ناید'س ك.'نمی آید.
۱۱.ی ك.بندۀ 'فرمان'

بسکه کردم پیش مردم گریه و سودی نکرد
بعد ازین بر[1] گریهٔ خود خنده می آید مرا

بسته زلف پری رویان شدن از عقل نیست
لیك من دیوانه ام زنجیر می باید مرا

وعدهٔ وصل توام کر می دهد[2] تسکین ولی[3]
تارخ خوبت نبینم دل نیاساید مرا

وه که خواهد شد هلالیّ خانه عمرم خراب
جان[4] غم فرسوده چندا ز[5] غم به فرساید مرا

غزل ۱۱

جانِ خوشست امّا نمی خواهم که جان کویم ترا
خواهم از جان خوشتری[6] باشد که آن کویم ترا

من چه کویم کان چنان باشد[7] که حد حسن[8] تست
هم تو خود فرما که جونی تا جنان[9] گویم ترا

جان من با[10] آنکه خاص از بهر ذ قن[11] آمدی
ساعتی بنشین که عمر[12] جاودان گویم ترا

۱.س ج. 'از' گریهٔ خود
۲.ی ك،س ك. 'داد اند کی' تسکین.ی ف. 'داده لب'
۳.س ك.تسکین 'شود'
۴.ی ك.جان 'و' غم فرسوده.س ك،ی ف. جا ن 'ز' غم
۵.س ك.فرسوده 'سود مندس ج'
۶.س ك. 'خوشترین' باشد
۷.س ج. چنان 'باشی'
۸.س ك،س ج. 'وصف' تست
۹.ی ك. 'چون تا چنان' ی ف. 'خوی تا چنان'
۱۰.ی ف. 'جان من' 'تا' آنکه.
۱۱.ی ك،س ك،ی ف. 'رفتن' آمدی
۱۲.ی ف. 'با' جاودان

تا رقیبان را نه[۱] بینم خوشدل از غمهای خویش[۲]

از تو بینم جور و با خود مهربان گویم ترا

قصهٔ دشوار خود[۳] پیش تو گفتن مشکل است

مشکلی دارم نمی دانم چه بیان[۴] گویم ترا[۵]

من[۶] که می خواهم که باشم با تو در گفت و شنود

یك سخن گر بشنوی[۷] صد داستان گویم ترا

هر کجا رفتی هلالیّ عاقبت رسوا شدی

جای آن دارد که رسوای جهان گویم ترا

غزل ۱۲

آرزومند[۸] توام بنمای روی خویش را

ورنه از جانم برون کن آرزوی خویش را

جان دران زلفست کمتر شانه کن تا نکسلی[۹]

هم رگِ جان سراهم تار موی خویش را

خوبرو را خوی بد لایق نباشد جانِ من

همچو روی خویش نیکو سازی خوی خویش را

چون بکویت خاكِ گشتم[۱۰] پائمالم ساختی

پایه بر گردون رساند[۱۱] خاك کوی خویش را

۱.س ج. 'عمری'

۲.ی ف،ی ك،س ج.'و'

۳.ی ك.خود'ما'ی ف.'تو'

٤.ی ف،س ك.'چسان'گویم ترا

۵.س ج.'قصه دشوار...... گویم ترا'این شعر ندارد

٦.ی ف،س ك،ی ك،س ج. 'بسکه'می خواهم

۷.ی ك،س ج.'بشنوم'

۸.س ك،ی ف.'آرزو مندی'

۹.س ك.تا'بکسلی'

۱۰.س ك،ی ف،ی ك،س ج. خاك'کشتم'

۱۱.س ك.رساند 'بوران'

آن نـــه [1] شبـنـم بـود ریــزان وقــت صبح از روی گـل
گـل ز شـرمـت ریـخـت بر خـاك آبروی خـویـش را

مـردم و عیسیٰ و مـی [2] خـواهـم کـه یـا بم زنـدگی
هـمـره بـاد صبـا بـفـرسـت بـوی خـویـش را

بـارهـا گـفتـم هـلالـیّ تـرك خـوبـان کـن ولـی
هیـچ تـاثیـری نـدیـدم گـفـت و کـوی خـویـش را

غزل ۱۳

گـر [3] نـمك ریـزد [4] بـه خـم کـه بشـکـند پیمـانـه را
محتسـب تـا چـنـد در شـور آوری [5] میـخـانـه را

هـر کـجـا شبـهـا [6] ز سـوز خـویـش گـفتـم شـمـهٔ
شـمـع را بـگـداختـم آتـش زدم پـروانـه را

ای [7] هـمـه بیـگـانـگـی بـا آشـنـایـان پـس نبـود
کـاشـای خـویـش کـردی مـردمِ بیـگـانـه را

قـصـهٔ پـنهـان [8] مـا [9] افسـانـه شـد این [10] هـم خـوشـسـت
پیـشِ او شـایـد [11] رفیـقـی [12] گـویـد این افسـانـه را

از هـلالـیّ دیـگـر ای نـاصـح خـرد مـنـدی مـجـوی [13]
بیـش ازیـن تـکـلیف هشیـاری [14] مـکـن دیـوانـه را

---

۱. ی ك. آن'به'شبنم

۲. ی ك،س ج. 'دمی'خواهم. ی ف. 'دم'خواهم

۳. ی ك. این غزل از'گر نمك ریزد به خم....تا هشیاری مکن دیوس جه را'ندارد

۴. ی ف. 'که زند خشمی'به خم

۵. ی ف،س ك،س ج. 'آورد'میخانه

۶. س ك،ی ف. 'یکشب'ز سوز خویش

۷. ی ف،س ك،س ج. 'این'همه

۸. س ك،ی ف،س ج. 'قصهٔ'هجران'

۹. ی ف. پنهان'من'

۱۰. س ج. 'آن'هم

۱۱. ی ف. بیش او'باید'

۱۲. ی ف. 'رفیق'گوید. س ك. 'رقیبی'گوید

۱۳. س ك،س ج. 'خردمندی'مجو'

۱۴. س ك،ی ف. 'هوشیاری'مکن

غزل ۱٤

ترك یاری[1] کردی همچنان یارم ترا
دشمنِ جانی واز جان دوست می[2] دارم ترا

گر بصد خار[3] جفا آزرده سازی خاطرم
خاطر نازك ببرگِ گل نیاز[4] آرم ترا

قصدِ جان کردی که یعنی[5] دست کوته[6] کن ز من
جان زکف[7] بگذارم واز دست نگذارم ترا

گر برون آرند جانم راز پهلو[8] گاه دل
نیست ممکن جان من کز دل[9] برون آرم ترا

یك دو روزی صبر کن ای جان بر لب آمده
زانکه خواهم در حضورِ[10] دوست بسیارم ترا

گفته ای خواهم هلالیّ را بکام دشمنان
این سزای[11] من که[12] با خود دوست می دارم[13] ترا

۱.س ك.'ترکتازی' کردی
۲.ی ك.می 'تر'دارم
۳.ی ك،س ك،ی ف،س ج.'تیغ'جفا
٤.س ك.'بیاز'آرم.ی ف.'ساز'آرم
٥.ی ف.'و گفتی'دست
٦.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'کوته کن'
۷.ی ك. 'به کف'ی ف.'زتن'
۸.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'خلوت'گاه
۹.ی ك.'جان'برون آرم
۱۰.ی ف.'حضوری'دوست
۱۱.س ك.این'سرای'من
۱۲.ی ف.من که'ما لب'
۱۳.ی ك.'دوست ترا'

غزل ۱۰

بچه نسبت کنم آن سرو قد[۱] دلجو را
هر چه گویم[۲] به ازان است چه گویم او را

مشنو در حق من بهر خدا قولِ رقیب[۳]
که نکو نیست شنیدن سخن بد گو را

تیغ به[۴] من چه زنی[۵] حیف که همچون تو کسی
بهر آزارِ سگی رنجه کند بازو را

چشمت آهو ست نظر سوی رقیبان مفگن
پند بشنو سگان[۶] رام مکن آهو را

بس که دارم الم[۷] از[۸] دل پیئ[۹] آزردن او
شب همه شب بخس و خار نهم پهلو را

چون هلالیّ صفت روی نکو گویم و بس
که بس معتقدم این صفت نیکو را

---

۱. س ک.آن سرو 'دس ج'دلجو را
۲. ی ف.هر چه 'خواهم'
۳. ی ک،س ک،ی ف،س ج.'بهر خدا در حق من قول رقیب'
۴. ی ک،ی ف،س ک،.'تیغ'بر' من
۵. ی ک.''کشی'حیف
۶. س ک،ی ف،ی ک.'بسکان'رام مکن
۷. س ک،ی ک،س ج. دارم'المی'
۸. ی ک.'بر'دل ی ف.از'جور'دل
۹. ی ک،ی ف،س ک،س ج.'پیِ'ندارد

غزل ۱۶

به من بجلوه گاهی ترا شنودم آنجا
جگرم ز[۱] غصّه خون چرا بنودم آنجا

گه[۲] سجده خاك راهت سرشك[۳] می کنم گل
غرض آنکه دیر ماند اثر بی خودم[٤] آنجا

من و خاكِ آستانت که همیشه سرخ رویم[٥]
به همین قدر که روزی رخِ زرد سودم آنجا

بس[٦] ازین بکوی[۷] خوبان[۸] نه کسی وفا بخویم[۹]
که دگر نماند[۱۰] یاری که نیازمودم[۱۱] آنجا

بسر رهش هلالیّ نه هلاك من کرا غم
چو تفاوتی ندارد عدم و وجودم آنجا

---

۱. ی ك. جگرم'به'غصّه
۲. ی ك،ی ف،س ك،س ج. 'آنکه'سجده خاك
۳. ی ك. 'بسرشت'می کنم
٤. ی ك،ی ف،س ك،س ج. 'سجودم'آنجا
٥. س ج. 'نیست'
٦. س ك،ی ف،ی ك،س ج. 'پس'ازین (توث)ی ف. این شعر ندارد:
بس ازین بکوی خوبان .... یاری که نیازمودم آنجا
۷. ی ك. 'سوی'خوبان
۸. س ك. بکوی'جانان'
۹. س ج. وفا'مجویند'
۱۰. ی ك،س ك،س ج، نمانده یاری
۱۱. س ك. 'ساز'

غزل ۱۷

یار ما هرگز نیاز ارد دل اغیار را
گل سراسر آتش است امّا نسوزد خار را

دیگر[1] از بی[2] طاقتی خواهم گریبان چاك زد[3]
چند پوشم سینه ریش و[4] دل افكار را

بر من آزرده رحمی كن خدارا ای طبیب
مرهمی نه كز دلم بیرون برد آزار را

روز هجر از خاطرم اندیشهٔ وصلت نرفت
آرزوی[5] صحبت از دل كی رود بیمار را

باغ حسنت[6] تازه شد از دیدهٔ گریان من
چشم من آب دگر[7] داد[8] آن گلِ رخسار را

دیده[9] پُر[10] دیدار خوبان[11] دولتی باشد عظیم
از خدا خواهد هلالیّ دولت دیدار را

---

۱. ی ف. 'من ندارم' از بی
۲. ی ف. 'بی' ندارد
۳. س ك، ی ف. چاك 'كرد'
۴. ی ف. 'و' ندارد
۵. ی ف. 'از روی' صحبت
۶. ی ف. باغ 'جنّت' س ك. باغ 'وصلت'
۷. ی ف، ا ن. چشم من 'با آبرو' س ك. چشم من 'آبی' دگر
۸. س ك، ی ف. 'گردان آن گل رخسار'
۹. ی ك. 'دیدن دیدار'
۱۰. ی ك. 'پُر' ندارد.
۱۱. ی ك، س ج. دیدار 'جانان'

غزل ۱۸

بی تو چندانکه محنت است مرا
با تو چندان محبت است مرا
مردم و سوی من نمی نگری
بنگر[۱] این چه حسرت[۲] است مرا
رخ نهفتی ولی بدیده و دل[۳]
در جمال تو[٤] حیرت است مرا
نسبت من چه می کنی برقیب
با رقیبان چه نسبت است مرا
خوار شُد بر درت هلالیّ و[٥] گفت
این[٦] نه خواریست[۷] عزت است مرا

غزل ۱۹

یار چون در جام بیند رخ گلفام را
عکس رویش چشمه خورشید سازد جام را
جام می بر[۸] دست من[۹] نه نام نیک از من مجوی
نیک نامی خود بکار[۱۰] آید من بد نام را

۱.ی ک.'نظری'ی ف'بنگری'س ک'بنگر کین'س ج'بنگرا کاین'
۲.س ک. چه 'حیرت'است.س ج.چه'حرمت'
۳.ی ف.'بدیده و'من'
٤.س ک،س ج.'نقش روی تو صورتمست'
٥.ی ک،ی ف.'و'ندارد
٦.س ک،ی ف. 'این'نه.ی ک.'این چه
۷.ی ف.'نخواری است'
۸.س ک.جام می'در'دست
۹.س ج.'تو'نه
۱۰.ی ک،س ک،ی ف،س ج.'چکار'آید

ساقیا جام و قدح را صبح و شام از کف منه

کین زمان [۱] خورشید و ماهی نیست صبح و شام را

فتنه انگیز ست دوران جام می در گردش آر

تا نه بینم فتنهای گردش ایام را

از [۲] خدا خواهد هلالیّ دم بدم جام نشاط [۳]

گو حریفی تا بساقی [۳] گوید این پیغام را

غزل ۲۰

که گهم خوانی و گوی [۴] که چه حالست ترا

حالِ من حال سگان [۵] این چه سوال است ترا

می کنم یاد تو و می روم از حال بحال

من بدین حال نپرُسی که چه حالست ترا

سالها شد که خیال [۶] کمرت می بندم

هرگزم هیچ نگفتی چه خیال است ترا

ای گل باغ لطافت ز خزان ایمن اش [۷]

که هنوز اوّل نور و جمال است ترا

وصف حسن [۸] تو چه گویم که از اسباب [۹] جمال [۱۰]

هر چه باید همه در خدِ [۱۱] کمال است ترا

---

۱. ی ف، س ک، ا ن. 'کین' چنین' ی ک. 'کا نچین'

۲. (نوٹ) در' ی ف. این شعر نیست:

از خدا خواهد هلالی .... گوید این پیغام را

۲. ی ک. جام 'شراب'

۳. س ج. 'تا نشا نی'

۴. ی ک، ی ف، س ک، ا ن. خوا نی و' پرسی'

۵. س ج. حال' مسکا ن'

۶. ی ف. 'که' خیالی'

۷. ی ف، س ک، ی ک، س ج. ایمن' باش'

۸. س ج. 'حسن روی تو'

۹. س ک، ی ف، س ج. ز' اوصاف'

۱۰. س ج. 'چمن' س ک. اسباب' رخت'

۱۱. س ک. 'درجه' کمال است

نوبت[۱] کوکبهٔ ماه منست ای خورشید
پیش ازین جلوه مکن وقت زوال است ترا

عمر بگذشت هلالیّ به امید دهنش[۲]
خود بگو این چه[۳] تمنای محال است ترا

غزل ۲۱

باشد آیا[۴] که شود یار ز اغیار جدا
تا[۵] نباشند اسیران دگر از یار جدا

از من امروز جدا می شود آن عمر[۶] عزیز
همچو جانی[۷] که شود از تن بیمار جدا

گر جدا مانم از و[۸] خون مرا[۹] خواهد ریخت
دل[۱۰] خون کشته جدا دیدهٔ خونبار جدا

من که یك بار به وصل تو رسیدم همه عمر
که توانم که شوم از تو به یکبار جدا

زیر دیوار سرایش تن کاهیده به بین[۱۱]
همچو کاهیست که افتاده ز دیوار جدا

۱.(نوبت)در'ی ف.این شعر ندارد:

نوبت کوکبهٔ ماه .... وقت زوال است ترا

۲.س ك.بامید'وصلش'ی ف.بامید'سخن' ۳.س ج.'آنچه'تمنای

۴.ی ك،ی ف،س ك۲ا ن.'سعی کردم' ۵.ی ك،ی ف،س ك۲ا ن.'آن نشد عاقبت و من نشد از یار جدا'

۶.ی ف،ی ك.'آن'یار'عزیز ۷.س ك.'همچنا ن جا ن'

۸.ی ف.'ز'خون مرا ۹.س ج.خون'ترا'خواهد

۱۰.س ك.'به'خون کشته ۱۱.ی ك،س ك،ی ف،س ج. کاهیده'من'

دوستان قیمت صحبت بشناسید [1] که چرخ
دوستان را ز هم انداخته بسیار جدا
غیر آن که هلالیّ به وصالش نرسید
مادرین باغ ندیدم گل از خار جدا

غزل ۲۲

گر [2] دعای دردمندان [3] مستجاب است ای دعا
از خدا هرگز نخواهم [4] خواست جز مرگِ رقیب
درد بیماری و اندوه غریبی مشکل است
وای [5] مسکینی که هم بیمار باشد هم غریب
سر ببالینم ز درد هجر نزدیك آمدست [6]
کز سر بالین من شرمنده برخیزد طبیب
ای صبا جهدی کن و بکشا نقاب غنچه را
تا کی از دیدار گل محروم ماند [7] عندلیب
چون هلالیّ بی مه رویت ز جان سیر آمدم
کس مباد از خون و صل ماه رویان بی نصیب

غزل ۲۳

شب [8] هجرست و [9] مرگِ خویش خواهم از خدا امشب
اجل روزی جو سویم [10] خواهد آمد گو بیا امشب

---

۱. س ك. 'نشناسد' که چرخ
۲. (نوٹ). س ك ردیف 'ب' غزل حذف است
۳. ی ك، س ج. دعای 'مستمندا ن' مستجاب
۴. س ج. هرگز 'نخواهد'
۵. ی ك. 'پرمسکین'
۶. س ج. 'آمده است'
۷. ی ك. 'باشد' عندلیب
۸. (نوٹ) در 'ی ف. شماره ۲۳ غزل از اوّل تا آخر نیست؛
شب ہجرست و مرگ.......... ....از ہم جدا امشب
۹. ی ك. 'و' ندارد
۱۰. ی ك. 'چو'، س ج. 'بسو'

نه سر شد خاک در کاهست نه باشد سوده[1] در راهت
مرا چون شمع باید سوخت از سر تا پا امشب
دل و جانی[2] که بود آواره شد داش از غم هجران
دگر یارب چه می خواهد[3] غم هجران زما امشب
چنین دردی که من دارم نخواهم زیست[4] ما فردا
بیا بنشین که خواهم جان[5] سپرد امروز[6] یا امشب
شب آمد بازو[7] دور افگند از وصلت هلالیّ را
دریغا شد هلال و آفتاب از هم جدا امشب

غزل ۲٤

ای شده خوی تو با من بتّر از خوی رقیب
روزم[8] از هجر[9] سیه ساختی[10] چون روی رقیب
بیك هر کوی که کویی ز[11] رقیب تو به است
لیك پیش تو به از ماست بیك کوی رقیب
بس[12] که از کعبهٔ گوی[13] تو مرا مانع شد
گر همه قبله شود رو نکنم سوی رقیب

---

۱. ی ك. 'پا فرسود' س ج. 'من افسرده'
۲. س ج. دل و 'جا ن'
۳. ی ك، س ج. 'غم هجرا ن چه میخواهد'
٤. ی ك. 'تا' س ج. 'زیستن فردا'
٥. ی ك. 'جا ن خواهم'
٦. س ج. 'شیرین را فدا'
۷. ی ك. 'یار' س ج. 'باز'
۸. ی ف، س ج. 'روز من'
۹. س ج. 'هجر' ندارد
۱۰. ی ف. 'ساخته' س ج. 'ساخت'
۱۱. ی ف. 'ز' ندارد
۱۲. ی ف. 'پس' که از
۱۳. ی ف، س ج. 'کوی'

آن[۱] همه حسن که در ابروی رقیبست[۲] دیدم

کاش در زلف تو بودی نه در ابروی رقیب

تا[۳] رقیب از تو بمن مُژده[۴] دشنام آورد

ذوق این[۵] مژده مرا ساخت دعا گوی رقیب

یار پهلوی رقیب است و من از رشك هلاك

غیر ازین فایده[۶] نیست ز پهلوی رقیب

چون هلالیّ اگر ز پای فتادم چه عجب

چه کنم نیست مرا قوت بازوی رقیب

غزل ۲۵

ما عاشقیم و بی سرو سامان و می پرست

قانع به هر چه باشد و فارغ ز هر چه هست

وی[۷] آن سوار شوخ کمر بست و جلوه کرد

در صورتی که هر که بدیدش کمربست

هر کس که دل بدست بی داد همچومن[۸]

سنگی گرفت و شیشه ناموس را شکست

---

۱. ی ف. 'این'　　۲. ی ف، ا ن. 'رقیب است ترا' ی ف. 'رقیب'

۳. س ج. 'با'　　۴. س ج. 'وعده'

۵. س ج. 'آن'　　۶. ی ف. 'مرا'

نوٹ: در. ی **ك**. 'این غزل شماره ۲۵ از اوّل تا آخر نیست:

ما عاشقم و بی سرو..........　　..........تو در گوشه نشست

۷. ی **ك**، س ج. 'دی'

۸. ی **ك**. 'هم چو من بداند'

دلها که می بری همه[1] پامال می کنی
کاری نمی کنی که ولی[2] آوری بدست
چون ابر دیده[3] اشك من از شرم آب شد
چون برق دیده آه من از انفعال جست
آخر چو ره نیافت هلالیّ به بزم[4] وصل
محروم از جمال تو در گوشهٔ نشست

غزل ۲٦

ای که می پُرسی ز من کان[5] ماهِ را منزل کجاست
منزل او در دل ست اما ندانم دلِ کجاست
جان پا کیست آن پری رخساره از سرِ ما[6] قدم
ورنه شکلی اینچنین در نقش آب و گل کجاست
ناصحا عقل از مقیمانِ سر کویش مخواه
ما همه دیوانه ایم اینجا کسی عاقل کجاست

۱.س ج.'و'
۲.ی ك.'دل'
۳.ی ك،ا ن،'دید'
٤.س ج .'ببزم'
٥.ی ك.'آن ماه'
٦.ی ك،س ج.'تا'

آرزوی ســــاقـــی پیـــر[۱] مـــغــــان دز دم بســـی[۲]

آن جـوان خـوبـرو آن[۳] مـرشـدِ[٤] کـــامــل کـجـاســت

در شـــبِ وصـــل از فـــروغِ مـــاه گـــردون فـــارغـم

اینـچنین مــاهـی کــه مـن دارم دران مـحفل کجاسـت

نیســـت لـــعـــلِ او بـــرون از چشـم گـوهـر بـاز من

آری، آری گــوهــر مـقـصـود بـر سـاحل کـجـاسـت

چــون هـــلالـــیّ حـــاصـــلِ ســادرد عشــق آمــد ولـــی[٥]

عشـق بـــاز آن را هـــوای زهـد بی حـاصـل کـجـاسـت

غزل ۲۷

بــی تــو هــر روز مــرا مــاهــی و هـر شـب سـالـی اسـت[٦]

شــب چـنان[۷] روز چـنین آه چــه مشکــل حـــالـی اسـت

مــر کـــز ســت[۸] نیســـت بـــراحـــوال غـــریبــان رحـمـی

مـــا غـــریبـم و تـــو بی رحــم[۹] غـــریـــب احـــوالـــی اسـت

---

١. ی ل. 'آن ماه'

٢. ی ل، س ج. 'تا'

١. ی ل. 'و'

٢. ی ل، س ج. 'دارم'

٤. ی ل. 'دا ن'

٤. س ج. 'پیر من'

٥. ی ل، س ج. 'بمی'

٦. س ج. 'به تو مرا هر روز وشب و ماه سالیست'

٧. ی ل. 'چنین'

٨. ی ل، ی ف، س ج. 'هر گزت'

٩. س ج. 'پیما چه'

قرعهٔ بندگی خویش بنامم زدهٔ
این سعادت عجبست [۱] این چه [۲] مبارك فالی است

گرفتد مردم جسمم [۳] برخت بهره [٤] مپوش
تو همان گیر که بر روی تو این هم خالیست

ماه من [۵] سوی هلالی نظر افگند و گذشت [٦]
کوکب طالعه او را نظر [۷] اقبالیست

غزل ۲۸

دلِ با امید کرم [۸] دادم و دیدم ستمت
چه ستمها که [۹] ندیدم با امید کرمت

تویی آن پادشه مملکتِ حسن که نیست
حشمتِ خیلِ بتان در خورِ خیلِ و [۱۰] حشمت

دارم آن سر که به خاك قدمت سر [۱۱] نهم
غیر آنهم [۱۲] هوسی نیست بخاكِ قدمت

لطف تو کم ز کم و جور [۱۳] تو بیش از بیش است
می کنم شکر و ندارم گله [۱٤] از بیش و کمت

---

۱. ی ك، ی ف، س ج. 'عجب'
۲. ی ك، ی ف. 'و' چه
۳. ی ك، ی ف، س ج. 'چشمم'
٤. ی ك. 'روی' مپوش
۵. س ج. 'رو' هلالی
٦. ی ف. 'نگذشت' ی ك. 'وگذشت'
۷. ی ف. 'نظری'
نوٹ: در. س ك. 'این غزل شماره ۲۸ از اوّل تا آخر نیست:
دلِ با امید کرم.............. ....بریدم زبانِ قلمت
۸. س ج. 'وفا' دادم
۹. س ج. 'چون' ندیدم
۱۰. س ك. 'و' ندارد
۱۱. س ك. 'کر' نهم
۱۲. س ك. 'غیر آرانم' ی ك، س ج. 'خیر از نیم'
۱۳. س ك. 'حور' تو بیش
۱٤. س ك. 'سخن' س ج. 'ندانم سخن'

عاشقِ دل شده را موجِ غم از سر بگذشت
دستِ او گیر که افتاد[1] بدریای غمت

رقم از مشك زوی بر رخش ای کاتب صنع
....[2] بر تو و بر خامهٔ مشکین[3] رقمت

دفتر شرح غمت رفت هلالی بهمه[4]
گر چه صد بار بریدم زبانِ[5] قلمت

غزل ۲۹

بگو که در چه خیالی و حال چیست
ما را خیالِ تست ترا[6] در خیال چیست

جانم به لب رسید چه[7] پرسی ز حال من[8]
چون قوتِ جواب ندارم سوال چیست

بی ذوق را ز لذّت تیغت چه آگهی
از خلق[9] تشنهٔ پرس که آبِ زلال چیست

گفتم همیشه فکر وصال تو می کنم
در خندی شد[10] که این همه فکر محال چیست

---

۱. س ج. 'افتاده'
۲. س ك، س ج، ی ك. 'آفرین'
۳. س ك. 'مسکین'
۴. س ك، س ج، ی ك. 'همه جا'
۵. س ك. 'زمان' قلمت
توف: در. ی ف. 'این غزل شماره ۲۹ از اول تا آخر نیست:
بگو که در ....موجب چند ملال چیست
۶. ی ك. 'و' در خیال
۷. ی ك. 'و پرسی' ی ف. 'چه پرسی'
۸. ی ف. حال 'ما'
۹. ی ف. 'حلقه'، ۱۰، ی ك- 'از خنده رفت و گفت که
۱۰. ی ك. 'از خنده رفت و گفت که'

دردا[1] کـــه عــمـــر در شـــبِ هـجــران گـذشــت ومــن[2]

آ گـــــه نیــم هــنــوز کــــه روزِ وصـــال چیســـت

چون[3] حــل نــمــی شــود سـخـنـی[4] مشـکــلات عشـق[5]

در حیـــرتـــم کـــــه فـــایـــده قیـــل و قـــال چیســـت

ای دسبـــدم بــــــه خـــون هـــلالـــیّ کشیـــده[6] تیـــغ

مســکـیــن چــه کــرد مــوجـبِ چـنـدیـن مـلال چیست

غزل ۳۰

ای کـــه از یـــارنشـــان مـــی طـلـبــی یــار کـجــاســت

هــمـــی یـــارنـــد ولـــی یـــارِ وفـــا دار کـجـــاســـت

تـــا نپـــر ســـنـــد بــخـــوبـــانِ غـــم دل نتـــوان گـــفـــت

ورنـــه[7] پـــرســـنـــد مــرا[8] قـــوتِ گــفتـــار کـجــاســـت

صبـــر[9] در خـــانــــه ویـــرانِ[10] دل هیـــچ نـــمـــانـــد

خـــواب در دیـــده غـــم دیـــده بیـــدار کـجـــاســـت

۱.ی ف.'با آنکه'

۲.س ج.'ما گذشت'ی ف.'و'ندارد

۳.:ی ف.این شعر'چون حل نمی شود سخن............فائدۂ قیل و قال چیسست'

٤.ی ك.'بسخن'س ج.'سخن'

٥.ی ك.'من'

٦.ی ف.'کشید'تیغ

۷.ی ك.'بپرسند'س ج.'تا نپرسند

۸.ی ك.'بگو'

۹.ی ك.'چون که'ی ف.'جز'

۱۰.س ج.'ویرانه'

در خرابات مغان هوش[1] مجوید[2] ز ما[3]

همه مستیم[4] درین میکده هشیار کجاست

بهتر آن است هلالی که نهان ماند راز

سرّ خود فاش مکن محرم اسرار کجاست

غزل ۳۱

ای بادِ صبح منزلِ جانان من کجاست

من مردم از برای خدا جانِ من کجاست

شهباز[5] هجر بی کسی[6] من غریب نیست

کس را تحمّلِ شب هجران من کجاست

سر خاك شد بران سر میدان و[7] او بگفت[8]

کوی که بود در خمِ چوگان[9] من کجاست

خوبان سمند ناز به میدان فگنده اند

چابك سوار عرصه میدان من کجاست

خوش آنکه[10] چون[11] سینه[12] ز پیکان نشان نه یافت

تیر دگر کشید که پیکان من کجاست

۱.س ج.'هیچ'

۲.ی ف .'مجویند'ی ك.'مجوئید'

۳.ی ك.'از ما'

۴.ی ف.'مستند'

نوٹ:در. ی ك.'این غزل شماره ۳۱ از اوّل تا آخر نیست:

ای باد صبح منزل.........   ....وافغان من کجاست

۵.ی ف،س ج.'شب های'

۶.ی ك.'همچو می کسی'ی ف.'چون من'

۷.ی ك،ی ف،س ج.'و'ندارد

۸.ی ك ، ی ف،س ج.'نگفت'

۹.ی ف.'چو کمان'

۱۰.ی ف.'تیری نبرد'

۱۱.س ج.'خون'

۱۲.ی ف،ی ك،س ج.'به'سینه

تـــاکـــی رقیـــب دســـت و گـــریبـــان شـود بـــه مـن [1]
شـوخـی کـــه میـگـرفـت گـریبـان مـن کـجـاسـت

از نـــــه فـلـك گـــذشـــت هـــلالـــیّ فـغـــانِ مـــن
بـنـگـــرمـــن کـجـــایـم و افـغـــان مـــن کـجـــاســت

غزل ۳۲

مـــر[2] آتشیـــن گـــلـی کـــه بــر اطـــراف خـــاكِ مـــاســـت
از آتـــشِ دل و جـگـــر چـــاك،چـــاك مـــاســـت

دامـــن کشـــان بـــه خـــاكِ شهیـدان گـذشتـــی [3]
گـــردی کـــه دامـــنِ تـو گـرفتـت [4] خـــاك مـــاســـت

پـــاك اســت هـــمـچـو دامـــنِ گـــل چشـم مـــا ولـــی
دامـــان یـــار پـــاك تـــر از جسـم [5] پـــاك مـــاســت

دهـقـــان ســـال خـــورده کـــه پـــاینـده بـــاد گـفـت
آن اسپ[6] آب خـضـر کـــه درجـوی تـــاك [7] مـــاســـت

---

۱. ی ف. 'شود ز من' ی ك،س ج. 'من شود'

نوف:در. ی ك. 'این غزل شماره ۱۳۲ از اول تا آخر نیست:

مـر آتشین گـلـی کـه بـر اطـراف ....دل درد نـــاك مـــاســت

۲. س ج. 'هر'آتش

۳. س ج. 'اند'

٤. س **ك**. 'گرفته است'

٥. ی **ك**،س ج. 'چشم'

٦. س،**ك**. 'آنست'

۷. سك. 'پاك'ماست

درمان ما مجوی هلالیّ که درد عشق

خاص از برای جان و دل دردناک ماست

غزل ۳۳

در دل[۱] بی خبران[۲] جز غم عالم نیست

وز[۳] غم تو عشق[٤] مارا خبر از عالم نیست

خاك آدم که[٥] سرشتند غرض عشق[٦] بود

هر که خاك ره عشق تو نشد آدم نیست

از جنون من و[۷] حسن تو سخن بسیار[۸] ست

قصهٔ ما و تو از لیلا یی و مجنون کم نیست

گر طبیبان ز پی داغ تو مرهم سازند

کی گذرایم که این[۹] داغ[۱۰] کم از مرهم نیست

بس که سودای تو دارم غم خود نیست[۱۱]

گر[۱۲] ازین بیش غمی[۱۳] بود کنون آنهم نیست

من که امروز هلاك دم جا بخش تو ام

دم عیسیٰ چکنم چون دم او این دم نیست

---

۱. س ج. 'در دلم'

۲. س ج. 'بیخبران' ندارد

۳. س ج. 'در'غم

٤. ی ك. 'هجر'

٥. س ج. 'چو'شرستند

٦. س ج. 'نقش'بود

۷. س ج. 'و'ندارد

۸. ی ف. 'بسیارند'

۹. ی ف. 'این کم' س ج. 'من'

۱۰. س ج. 'انداغ'ی ف. 'داغ'ندارد

۱۱. ی ف. 'را'

۱۲. س ج،م ك. 'که'

۱۳. س ج. 'اگر'

غنچهٔ خُرّمی[1] از خاك هلالیّ مطلب
که سر روضهٔ او جای دل خرّم[2] نیست

غزل ٣٤

آمدان سنگین دل و صد رخنه زد جان کرد و رفت
ملك[3] جان[4] را از سپاه[5] غمزه ویران کرد[6] و رفت

آنکه در زلف پریشانش دل ما جمع بود
جمع را همچو زلف خود پریشان کرد و رفت

قالب فرسودهٔ من خاك بودی کاشکی
سر زمینی[7] کان سوار[8] شوخ جولان کرد و رفت

گر[9] دل از دستم به غارت رفت[10] چندان پاك نیست

رفتی[11] و دل بروی و جان من از غم سوختی
باز کرد آخر که چندین[12] ظلم نتوان کرد و رفت

---

١. س ج. 'خورمی'
٢. س ج. 'خورمی'
٣. ی ك. 'بلکه'
٤. ی ف. 'دل' را
٥. ی ف. 'سپاهی'
٦. ی ف. 'کرده'
٧. ی ك، س ج. 'زمین' م ك. 'برزمان'
٨. ی ف، س ج. 'شهسوار' ی ف. 'شهسواری'
٩. ی ف. 'این شعر نیست':
گر دل از دستم به غارت .... من از غم سوختی
١٠. ی ك. 'برد'
١١. س ج. 'این شعر نیست':
رفتی و دل بروی و جان .... ظلم نتوان کرد و رفت
١٢. ی ف. 'چندان'

دل بسویش رفت در هجران مرا [1] تنها گذاشت
کار [2] بر من مشکل و [3] بر خویش آسان کرد و رفت

در دمِ رفتن هلالیّ جان بدست دوست داد
نیم جانی داشت آنهم [4] صرف جانان کرد و رفت [5]

غزل ۳۵

این چنین [6] بی رحم و [7] سنگین دل که جانان منست
کی دل او سوزد از داغی [8] که [9] بر جان منست

ناصحا بیهوده می گوی که دل بردار از او
من به فرمانِ دلم نی دلِ [10] به فرمان منست

در علاجِ درد من [11] کوشش مفرما ای طبیب
زان که هر دردی که از عشق است در مانِ منست

بیدلان را نیست غیر از جان سپردن مشکلی [12]
آنکه [13] ایشان [14] راست مشکل کار آسان منست

---

۱. ی ف. 'مدت ها'
۲. ی ف. 'کرد'
۳. ی ف. 'و' ندارد
۴. ی ف. 'اینهم'
۵. ی ف. (ردیف) 'کرده رفت'
۶. ی ف. 'همچنین'
۷. ی ف. 'و' ندارد
۸. ی ف. 'و داغ'
۹. ی ف. 'که' ندارد
۱۰. ی ل. 'کی' ی ف. 'نه'
۱۱. ی ل. 'ما کوشش'
۱۲. ی ف. 'حاصلی'
۱۳. ی ف. 'این چه' س ج. 'ز آنکه'
۱۴. ی ل. 'مشکل می نماید'

من که[1] باشم تا زنم لافِ غلامی بر درش
بندهٔ آنم که دولت خواه سلطان منست
آنکه بر دامان چاکم طعنه می زد گو بدان
کین جبین[2] صد چاک دیگر در گریبان منست
هر چه می گوید هلالیّ در بیان زلف او
وصفِ[3] حال[4] تیره[5] و بخت[6] پریشان منست

غزل ۳٦

عکس آن لبهای[7] میگون[8] در شراب افتاده[9]
حیرتی[10] دارم که چون آتش در آب افتاده است
ظاهر[11] ست از خلقای[12] زلف ماه عارضت
درمیانِ سایه هر جا آفتاب افتاده است
چون[13] طبیبِ عاشقانی گه گه این دلخسته را
پُرسشی می کن که بیمار[14] خراب افتاده است

---

۱. ی ف. 'که' ندارد
۲. ی ف. 'زمان' ی ك، س ج. 'چنین'
۳. ی ك، س ج. 'حسب'
٤. ی ف. 'خالی'
٥. ی ك. 'و' ندارد
٦. س ج. 'زلف'
۷. ی ف. 'دلهای' میگون
۸. ی ف. 'میگویند' در
۹. ی ف، ی ك، س ج. شراب 'است'
۱۰. ی ف. 'خبری'
۱۱. س ج. 'این شعر نیست':
ظاهر است از خلقای .... آفتاب افتاده است
۱۲. ی ف. 'بر'
۱۳. ی ف. 'این شعر نیست':
چون طبیب عاشقانی..........ا .... بیمار خراب افتاده است
۱٤. ی ك. 'آنجا' خراب

بلبل فُغان می کند هر[1] لحظه شاخ دگر

جلوه گل دیده و در اضطراب افتاده است

چون هلالیّ را[2] به خاك آستانش دید[3] گفت

این گدا را بین که بس عالی جناب افتاده است

غزل ۳۷

راه وفا بیش گیر کان ز جفا خوشترست

گر چه جفایت خوشست لیك وفا خوشترست

هجر بتان[4] نا خوش است سرزنش خلق نیز

دیدن روی رقیب انهمه نا خوشترست

روی چو گلبرگ تو از همه گلها فزون

کوی چو گلزار تو از همه جا خوشترست

کاش[5] به راهت سپرم سوده شود همچو[6] باد

زانکه چو من عاشقی بی سرو پا خوشترست

محتسب از نقل و می[7] منع هلالیّ مکن

کز ورع زهد تو شیوهٔ ما خوشترست

---

۱. س ج، ی ك، ی ف. 'بر' لحظه　　۲. ی ف. 'را' ندارد

۳. ی ف. 'دیده' ی ك، س ج. 'دید و گفت'

نوٹ: در س ك. 'این غزل (شماره ۳۷) از اوّل تا آخر نیست:

راه وفا بیش گیر کان........　　........تو شیوهٔ ما خوشتر است

۴. س ج. 'متانت'　　۵. ی ف. 'این شعر نیست':

کاش به راهت سپرم ....　　........بی سرو پا خوشتر است

۶. ی ك. 'همچنین' باد　　۷. ی ف. 'وی' منع

غزل ۳۸

کدام جلوه که در سرفراز تو نیست
کدام فتنه[1] که در جلوه‌های ناز تو نیست

مکن[2] به خاك درش ای رقیب عرض[3] نیاز
که نازنین مرا حاجت نیاز تو نیست

دلا[4] به شام فراق از بلای حشر مپرس
که روز کوته او چون شب دراز تو نیست

ز سجده پیش رخش منع من[5] مکن زاهد
نیاز[6] اهل محبّت کم از نیاز[7] تو نیست

بکوی عشق هلالیّ نساختی کاری
چه شد مگر کرم دوست کارساز تو نیست

غزل ۳۹

بهر که قصه خود گفته ام دلش خونست
وهم مپرس که تا خود[8] نگویمت چونست

نوٹ: در. ی ف. 'این غزل (شماره ۳۹) از اول تا آخر نیست:

کدام جلوه که در.......... .... کارساز تو نیست

۱. س ل. کدام 'عشوه' ۲. ی ل. 'این شعر نیست':

مکن به خاك درش .... حاجت نیاز تو نیست

۳. س ج. عرض 'و' نیاز ۴. ی ف. 'این شعر نیست':

دلا به شام فراق .... شب دراز تو نیست

۵. س ل، ی ل، س ج. منع 'ما' مکن ۶. س ل. 'ساز' اهل محبّت

۷. س ج، س ل، ی ل. 'نماز' تو نیست **نوٹ:** در. ی ف، س ل، س ج. 'این غزل (شماره ۳۹) از اول تا آخر نیست:

بهر قصه خود گفته ....و طبع موزون است

۸. س ج. 'ز من تا' نگویمت

منم که درد که من از هیچ بیدلی کم نیست
تویی که ناز تو از هر چه گویم افزون است

طبیب گو بعلاج مریض عشق ملوش
که کار تو[1] دگر و حال ما دگر گون است

همای وصل تو پاینده باد بر سر من
که زیر سایه او طالعم همایونست

کنون[2] که با توام ای کاش دشمنان مرا
خبر دهند که لیلی بکام مجنون است

هلالی از دهن وقامتش حکایت کن
که این علامت ادراک و[3] طبع موزون است

غزل ٤٠

ز[4] غم گر در سرم شوریست از سودای گیسویت
سر صد همچو من بادا فدای یك سر[5] مویت

تن چون موی را خواهم به گیسوی[6] تو بربستن[7]
بدین[8] تقریب خود را خواهم افگندن پهلویت

به روی خوبت[9] از[10] روزی که خط[11] بندگی دارم
ز غمهای جهان آزادم[12] ای من بندهٔ رویت

---

۱. ی ك. کار'او'
۲. ی ك. 'این شعر نیست':
کنون که با توام ....لیلی بکام مجنون است
۳. ی ك. 'و' ندارد
٤. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'چه'غم
٥. ی ف. 'کمر'مویت
٦. س ج، س ك. 'با مو'تو
٧. س ك، ی ف، ی ك، س ج. 'پیوستن'
٨. ی ك، س ك، س ج. 'باین'
٩. س ج. 'خوب'
١٠. س ك، س ج. 'آن روزی'
١١. ی ف. 'خطی'بندگی
١٢. س ج. 'آزاده'

بدور[1] لاله و گل چون بگلگشت[2] چمن رفتی
خجل شد آن[3] یك[4] از رنگ تو و این[5] دیگر از بویت[6]
از آن روی بر سر کویت قدم کردم ز فرق سر
که می خواهم نگردد پایمال من سر کویت
خدارا چون بپایت سر نهم رخ بر[7] متاب از من[8]
که میل سجده دارم پیش محراب دو ابرویت
نه ترسم گر بخونریز هلالیّ تیغ برداری
ولی ترسم که آزادی رسد بردست و بازویت

غزل ٤١

مه ز جور فلك دو تا شده است
یا ز مه پارۀ جدا شده است
دل ز دستم شد و نیامد باز
تا بدستت که مبتلا شده است
زلف را پیش ازین بباد مده
که بسی فتنه در هوا شده است
نیست گل در چمن که بی[9] رخِ تو[10]
غنچه را پیرهن قبا شده است

١.س ك.'روزی'س ج.'بروز'　　٢.س ج.'مشکل گل'

٣.س ك.'این'یك　　٤.ی ك،س ج.'یکی'از رنگ

٥.ی ك.'تو وان'س ك.'بردان'س ج.'وآن'　　٦.س ك.از'رویت'

٧.ی ف.'بر'ندارد　　٨.س ج.'منش'

نوٹ:در ی ف.'این غزل(شماره٤١) از اوّل تا آخر نیست:

مه ز جور فلك دو تا............　　............ کجا شده است

٩.س ج.'بی'ندارد　　١٠.س ج.'در'

بـــا هــلالـــیّ [1] چــــه دشـــمـــنـــی اســـت تـــرا
شیـــوۀ دوستـــــی کـــجــــا شــده اســــت

غزل ۴۲

بـــر خیـــز تـــا نهـــم ســـرِ خـــود [2] بپـــای دوســـت
جـــان را فــدا کــنیـم کـــه صــد جــان فـدای دوســت
حـــاشـــا کـــه غیـر دوســت کــند جـا بــه حشم [3] مـن
دیـــدن نـــمـــی تـــوان دگـــری را بـــه جـــای دوســـت
از [4] دوســـت آشـــنـــا شـــده بیگــــانـــه ام ز خـلـق
تـــا [5] آشـــنـــای مـــن نشـــود آشـــنـــای دوســـت
از دوســت هــر جفـا [6] کــه [7] رسـد [8] جـای مــنّت اسـت
زیـــرا کـــه نیســـت هیـــچ وفـــا چـــون جفـای دوســـت
در [9] حـــلـــقـــه پیـکـــان درش میـــروم کـــه بـــاز
احبـــاب صف زدنـــد [10] بـــگـــرد ســـرای دوســـت
دســـت دعـــا کشـــاد هـلالـــیّ بـــه حـضـرتـت
یـــعـنـی بـه دســت نیســت مـــرا جـــز دعـــای دوست

۱.س ل.'ای'
۲.س ل،ی ل،ی ف.'را'بپای
۳.س ج.'به چشم'
۴.س ل،ی ل.'با'دوست.س ج.'تا'دوست
۵.س ل.'با'آشنای
۶.س ج.'که'۷.س ج.'به'
۸.ی ف.'شد'جای
۹.س ل،س ج.'این شعر نیست':
در حـــلـــقـــه پیـــکـــان درش .... بـــگـــرد ســـرای دوســـت
۱۰.ی ل.'زنند'ی ف.'می'زدند

غزل ۴۳

دل چه باشد کز برای یار از و نتوان گذشت
یار اگر اینست بالله می توان از جان گذشت

وصفِ[1] خوبان چون به گذشتم شدم حیرانِ او
از همه خوبان گذشتم لیك از و نتوان گذشت

جز به روزِ وصل عمر و زندگانی[2] ضایع[3] است
حیف ازان عمری که بر من در شبِ هجران گذشت

یار به گذشت از همه خندان و از[4] من خشمناك
عمر بر من مشکلِ و بر دیگر آن آسان گذشت

چون گذشت از دل خدنگش گوییا تیرِ اجل
هر چه آید بگذرد[5] چون هر چه آمد آن[6] گذشت

پیش ازین گر جام عیسیٰ[7] داشتم حالا چه شود[8]
از فلك دورِ و گر خواهم که آن دوران گذشت

نوٹ:در. ی ف.'این غزل(شماره ۴۴) از اوّل تا آخر نیست:

دل چه باشد کز برای یاد ازو......... .... که از درمان گذشت

۱.س ك،س ج.'این شعر ندارد':

وصف خوبان چون.............. ....لیك ازو نتوان گزشت

۲.س ك،ی ك،س ج.'زندگی'
۳.س ك،ی ك،س ج.'حیف است حیف'
۴.س ك.'و بر'من
۵.ی ك.'حشمناك'۴.س ك.'و بر'من
۶.س ك.'و'
۷.س ك.'وصل'داشتم
۸.س ج.'سود'

نوٹ:ی ك،س ك،س ج.'این شعر اضافه است':

از خیال آن قدر عنا گزشتن مشکل است
راست می گویم بلی از راستی نتوان گذشت

خلق گویندم هلالیّ درد خود را چاره کن
کی توانم چارهٔ دردی که از درمان گذشت

غزل ٤٤

روزِ من شب شد[1] و[2] آن ماهِ به راهی نگذشت
این چه عمرست[3] که سالی شد و ماهی نگذشت
عمر بگذشت و[4] همان روز سیه در پیش است
در همه عمر چنین روز سیاهی نگذشت
ذوق آن جلوه[5] مرا گشت[6] که وی[7] از سر[8] ناز
آمد و گاه گذشت از من و گاهی نگذشت
قصهٔ شهرهٔ دل[9] لشکر اندوه سپرس
که از امن[10] عرصه بدین[11] ظلم سپاهی نگذشت
نه گذشت[12] آن مه[13] و زارست هلالیّ بر هش
حال و درویش خراب است که[14] شاهی نگذشت

نوٹ: در. ی ف.'این غزل (شماره ٤٤) از اول تا آخر نیست:

روز من شب شد و آن ماه......... .... خراب است که شاهی نگذشت

۱. س ج. 'شده'
۲. س ج. 'و' ندارد
۳. س ک، ی ک، س ج. 'عمریست'
٤. س ج. 'و' ندارد
۵. س ک، س ج. 'مژده'
٦. س ج. 'بگذشت'
۷. ی ک. 'و می'
۸. س ج. 'سر' ندارد
۹. ی ک. 'در'
۱۰. س ک، س ج. 'ازان'
۱۱. س ک، ی ک. 'باین'
۱۲. س ج. 'بگذشت'
۱۳. س ک، ی ک. 'آنماه'
۱٤. س ج. 'چو' شاهی

غزل ۴۵

اگر[1] از آمدنم[2] رنجه نگردد خویت
هر دم از دیده قدم سازم و آیم سویت
گر بدانم که توان بر سرِ کویت بودن
ما توانم نروم جای دگر از کویت
یا مرا زار بکش یا مرو از پیشِ نظر
که ز کشتن ترست آنکه نه بینم رویت
بعد ازین لطف کن و در دل تنگم[3] بنشین
که[4] نشستن نتواند دگری پهلویت
ای به[5] ابروی تو سائلِ همه کس چون مه[6] عید
از هلالیّ چه عجب میل خُم ابرویت

غزل ۴۶

مرا به باده نه[7] باغ و بهار شد باعث
بهار و باغ[8] شد چه باشد که مار[9] شد باعث

---

۱. **نوٹ:** در ی ف. 'این غزل (شماره ۴۵) از اوّل تا آخر نیست:
اگر از آمدنم رنجه نگردد......... .... چه عجب میل خُم ابرویت

۲. ی **ک**. 'آمدنت'
۳. س ج. 'نما' بنشین
۴. ی **ک**. که 'عالم' نشستن
۵. س ج. 'با' عید
۶. س ج. 'تا' بروی
۶. س ج. 'بگذشت'
۷. س **ک**، ی ف، ی **ک**. 'نه' ندارد
۸. س **ک**، ی ف. 'باده' شد
۹. س **ک**، ی ف، ی **ک**، س ج. 'یار'

رسیده[۱] بود[۲] گل آن[۳] سرو هم بباغ آمد
بیار می که یکی در[٤] هزار شد باعث

نبود و[٥] ناله مرغِ چمن ز[٦] جلوهٔ گل
لطافتِ رخ آن گلعذار شد باعث

اگر به میکده رفتم عذر ما بپذیر
که باده خوردنِ ما را خمار شد باعث

گر از تو یك دو سه روزی جدا شدیم مرنج
که گردشِ فلك و روزگار شد باعث

اگر[٧] ز کوی تو رفتم[٨] باختیار[٩] نبود
فغان و ناله بی اختیار شد باعث

به مجلس تو هلالیّ کشید طعنِ رقیب
گل وصال تو بر زخم رخسار شد باعث

غزل ٤٧

مشتاق درد را به مداوا چه احتیاج
بیمار دوست[۱۰] را به مسیحا چه احتیاج

۱.س ج.'رسید'
۲.س ك،ی ف'بوی'
۳.ی ف.'و'سرو هم
٤.س ك.'و'هزار
٥.س ج.'و'ندارد
٦.س ج.'به'جلوهٔ گل
٧.ی ف.'دگر'زجلوهٔ گل
٨.ی ف،ی ك،س ج.'رفتیم'
٩.ی ف،ی ك،س ج.'رفتم اختیار'
۱۰.س ك، س ج.بیمار'عشق'

چون جلوه گاه سبز[۱] خطان نشد مقام ما
ما را اگر بسبزه و صحرا چه احتیاج

تا کی[۲] بناله رفتن و فتن که جان بده
جان می دهم[۳] بیا به تقاضا چه احتیاج

چون ما فرح ز[٤] سایهٔ قصهٔ[٥] تو یافتیم
ما را به فیض[٦] عالمِ بالا چه احتیاج

واعظ ملامت تو به بانگ[۷] بلند چیست
آهسته باش این همه غوغا چه احتیاج

دو راز تو خو گرفت[۸] هلالیّ بکنجِ غم
او را بگشت و باغ و[۹] تماشا چه احتیاج

غزل ٤۸

بدین[۱۰] هوس که دمی سر نهم بپای قدح
هزار بار فزون خوانده ام دعای قدح

منم که وقف خرابات کرده ام پروا ز
زر از برای شراب[۱۱] و سر از برای قدح

---

۱. ی ف. 'و' خطان

۲. ی ف، س ک، ی ک. 'بناز' س ج. 'تا چند باز'

۳. ی ف. 'اتما' بیا

٤. س ج. 'به' سایهٔ

٥. س ک، ی ک، س ج. 'قصر' ی ف. 'قد' تو یافتیم

٦. ی ف. 'بعرض' عالم

۷. س ک. 'مایک'

۸. ی ک. 'رخت نشست' س ک. 'خود گرفته'

۹. س ک، ی ک، ی ف. 'و' ندارد

۱۰. ی ف. 'درین' هوس

۱۱. ی ف. 'شرف' و سر، س ک. 'سر از برای شراب و زر از برای'

رسید موسم گشتِ چمن بیا ساقی
که تازه شد هوس باده و هوای قدح
به یادِ لعل تو تاکی لب[۱] قدح بوسم[۲]
خوشان که بوسه بر آن لب زنم به جای قدح
هلالی از قدح می چه جای پرهیزست
بیا که پیرِ مغان می زند[۳] صلای[٤] قدح

غزل ٤۹

گر[٥] سودای عشق اینست من دیوانه خواهم شد
چه جای آشنا گر خویش هم بیگانه خواهم شد
دمیدی یك فسون و ز[٦] دست بردی و هوش از من
خدا را ترك افسون ده[۷] که من افسانه خواهم شد
غمِ عشق ترا[۸] چون گنج در دل کرده ام پنهان
بدین[۹] گنج نهانی ساکن ویرانه خواهم شد
شبی کز روی آتشناك مجلس را بر آن روزی[۱۰]
تو شمع جمع خواهی گشت و من پروانه[۱۱] خواهم شد
مرا کنج صلاح و خرقه و تقوی نمی زیبد
گریبان چاك و رسوا جانبِ میخانه خواهم شد

۱.س ك.'روی'قدح
۲.س ج.'بوسیم'
۳.ی ف.می 'دید'
٤.س ك،ی ف.'صدای'قدح
٥.س ك،ی ك،ی ف.'اگر'سودای
٦.س ك.'در'ی ك،ی ف.'از'دست
۷.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'کن'
۸.س ك.'مرا'
۹.س ك،ی ك،ی ف،س ج.'باین'
۱۰.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'افروزی'
۱۱.س ج.'دیوانه'

بدور[1] آن لبِ میگون مجوپیمان[2] ز هد از من
سرِ پیمان ندارم بر سرِ[3] پیمانه خواهم شد
هلالیؔ من نه آن رندم که از مستی شوم بیخود
اگر بیخود شوم زان نرگسِ مستانه خواهم شد

غزل ۵۰

شبِ هجران رسید و محنت[4] بسیار پیدا شد
بیا ای بخت کاری کن که مارا کار پیدا شد
به کنج عافیت[5] می خواستم کش فتنه بگریزم
بلای عشق ناگاه از درو دیوار پیدا شد
جگر خون است ازان این گریه های پدید آید
دلم زار ست[6] ازان این نالهای زار پیدا شد
عزیز[7] آن را ز سودای کسی آشفته می بینم
مگر آن یوسفِ گم گشته در بازار پیدا شد
نمی خواهم که خورشیدِ جمالت[8] جلوه گر باشد
دران منزل که روزی سایهٔ اغیار[9] پیدا شد

۱.س ک.'بدو روی'
۲.ی ف.'پیمانه'
۳.س ج.'تا سر'
۴.س ک.'محبت'بسیار
۵.ی ف.'عاقبت'می خواستم
۶.ی ک.ز'دست'س ج.'تنم زارست'
۷.ی ک.نوٹ:در ی ک.'این اشعار نیست'
عزیز آن را ز سودای .... هلالیؔ را بلا بسیار پیدا شد
۷.ی ک،س ک،ی ف،.'جمالش'
۸.س ک.'آزار'
۹.س ک.'جاری'س ج.'بیمار'پیدا شد

طبیبا هر کرا بیماریِ [1] هجران فگند آخر [2]
اجل پیش از تو بر بالین آن بیمار پیدا شد

به سویش بگذرای بادِ صبا از من بگو انجا
که در هجرت هلالیّ را بلا [3] بسیار پیدا شد

غزل ٥١

باغ [4] عیش [5] من بجای گل همه خار آورد
آری [6] این بختی [7] که من دارم همین بار [8] آورد

کوه از سیل سرشکم در [9] صدا آید [10] بلی
گریهٔ من سنگ را در نالهٔ زار آورد

عالمی در گریهٔ انداز گریهٔ [11] جان سوزِ من
نوحهٔ کز درد خیزد گریه بسیار آورد

گر دل [12] آزرده را جز داغ او [13] مرهم نهم [14]
بر دل آن مرهم شود داغی که آزار آورد

هر [15] که ابروی تو دید و جانب [16] محراب رفت
زود باشد کز خجالت رو به دیوار آورد

---

۱. س ک، ی ک، ی ف، س ج. 'از پا' ۲. س ک، س ج. 'غم' بسیار
۳. س ک. 'بدو روی ٤. **توضیح**: در. ی ف. 'این غزل (شماره ٥١) از اوّل تا آخر نیست:
باغ عیش من به جای گل......... .... هزار چشم گهر بار آورد
٥. س ک، س ج. 'عشق' من ٦. س ک، س ج. 'اینچنین'
۷. ی ک. 'نخلی' که من ۸. س ج. 'خار' آورد
۹. س ک. 'بر' صدا ۱۰. س ک. صدا 'آمد'
۱۱. س ک، ی ف. 'ناله' س ج. 'آه و ناله' ۱۲. ی ک. 'هر که دل'
۱۳. س ج. داغ 'تو' ۱٤. ی ک. مرهم 'نهد' ۱٥. **توضیح**: در. س ج. 'این شعر نیست'
هر که ابروی تو دید ....خجالت رو به دیوار آورد
۱٦. س ک. 'او مائل'

تاز خورشید [۱] جمالت گرم شد بازارِ حسن
مردم این [۲] دیوانه را سودا ببازار آورد

پای بر چشم [۳] هلالیّ نه که بهر مقدمت
دمبدم [٤] صد کوه زار چشم گهر [٥] بار آورد

غزل ۵۲

عاشق [٦] بیدل چه سان جان از غم جانان برد
هر گرفتاری که دل دادست مشکل جان برد

گر دهی فرمان که جان آرند در پایت کشند
هر کرا جانی بود پیشت به جان فرمان برد

جان به سودای تو پروردم بیا ای روزِ وصل
پیش از آنروزی که این سرمایه را هجران برد

مشکل است ضعف سویش رفتم گُو باد صبح
تا مرا از خاک ره بردارد و آسان برد

دل بسویت نقد جان آورد اما جان نبرد
وه نبودست آنکه هر کس هر چه آرد آن برد

خاکِ راهت را نمی خواهم به چشمِ مردمان
آه اگر بادِ صبا گردی ازان دامان برد

ای برد هر شب هلالیّ را خیال زلفِ او
همچو هندویی که اورا فکر هندوستان برد

۱.س ل.'به جو رسید'
۲.س ل.'این' ندارد
۳.س ل،ی ل،س ج.'برفرق'
٤.س ل،ی ل،س ج.'هرزمان'
٥.س ل.'گوهر'
٦.**نوٹ:** در.ی ف.'این غزل(شماره۵۲) از اوّل تا آخر نیست:
عاشق بیدل چه سان جان از غم......... .... بوستانها نکهتِ ریحان برد

نظمِ او دُرّیست غلطان کیست صرّاف سخن
تا دُر غلطان او را جانبِ ملتان برد

بنده ملتان گوید و سلطان بود مقصودِ او
نامِ ملتان را طفیل حضرتِ سلطان برد

کیست سلطان آن محمد سیرتِ محمود نام
آن قوی دستی که دست از رستمِ داستان برد

آن حسن خلقی که چون گویم ز حسن طبع او
از پی تحسین من ره جانب احسان برد

بار چون ریحان معطر بوستان دولتش
تا صبا از بوستانها نکهتِ ریحان برد

غزل ۵۳

غمی[۱] کز درد عشقت بر دلِ ناشاد می آید
اگر با کوه گویم سنگ در فریاد می آید

دلم روزی که طرح عشق می انداخت میگفتم[۲]
که گر سازم بنای صبر بی بنیاد می آید

نمی دانم چه بی رحمیست[۳] آن سلطان خوبان را
که هر گه[۴] داد خواهم بر سرِ بیداد می آید

رقیبا گر ترا اندیشه ماتیست معذوری
کجا بیدرد را از دردمندان یاد می آید

---

۱. **توف:** در ی ف. 'این غزل (شماره ۵۲) از اوّل تا آخر نیست:

غمی کز درد عشقت بر دل........ .... آنچه ز فرهاد می آید

۲. س ک، ی ک. 'دانستم' س ج. 'داشتم' ۳. س ک. 'بی رحمی است'

۴. س ک. 'هر جا'

طفیل [۱] بندگان من هم قبول افتاده ام گویا [۲]
که باز [۳] از جانب آواز [٤] مبارك باد می آید

عجب خاك فرح ناکیست گوی می فرو شانرا
که هر کس می رود غمگین بماندم شاد می آید

چه نسبت با رقیب سنگ دل مسکین هلالیّ را
نمی آید ز خسرو آن چه ز فرهاد می آید

غزل ٥٤

مرا [٥] چون دیگران [٦] یاد گل و گلشن نمی آید
بغیر از عاشقی کار [۷] دگر از من نمی آید

هوس دارم که دوزم چاك دل از تار گیسویت [۸]
ولی چندان گره دارد که در سوزن نمی آید

تعجب چیست گر من [۹] در وصالش فارغم از گل
کسی را پیش یوسف یار پیراهن نمی آید

منوّر شد به تشریف قدومش خانهٔ جسمم [۱۰]
بلی [۱۱] جز مردمی زان دیده روش نمی آید

جای خاك پایش تو تیا چشم ندانستم
که کار سُرمه از خاکستر گلخن نمی آید

۱.س ك.'بخیل'
۲.س ك. 'شاید'س ج .'لیکن'
۳.س ك،ی ك.'باز'س ج.'از بر'
٤.س ك.'آوازی'
٥.**نوٹ:**در.ی ف.'این غزل(شماره٥٤) از اوّل تا آخر نیست:
مرا چون دیگران یاد گل .... بر آن دامن نمی آید
٦.س ك.'ابی همسی'
۷.ی ك،س ك. 'کاری'دیگر
۸.ی ك،س ج.'گیسویش'
۹.س ج.'کردن'در وصالش
۱۰.س ج. خانهٔ'چشم'ی ك، چشمم
۱۱.س ك. 'ولی'جزس ج.'بمن'

تو[۱] بد خوی که داری قصد خون[۲] عاشقان ورنه[۳]
کسی را از برای عاشقی کشتن نمی آید
هلالیّ اشك می بارد برو دامن کشان بگذر
تعلّل چیست چون کردی بران دامن نمی آید

غزل ۵۵

زان پیشتر که جانان[۴] تا که ز در در آید
از شادی و صالش ترسم که جان بر آید
ناصح به[۵] صبر مارا بسیار خواند[۶] لیکن
ما عاشقیم و از ما این کار کمتر آید
ای ترك شوخ یارب[۷] در سر چه فتنه داری
کز شوخی تو مردم[۸] صد فتنه بر[۹] سرِ آید
جز عکس[۱۰] خود که هستی ز آئینه[۱۱] گاه گاهی
مثل تو دیگری[۱۲] کو تا برابر آید
بر گرد شمع رویت پروانه شد هلالیّ
یکبار اگر[۱۳] برآئی صد بار دیگر آید

---

۱. نوٹ: در س ك. 'این شعر نیست'

تو بد خوی که داری .... عاشقی کشتن نمی آید

۲. س ج. 'جان' عاشقان

۳. س ج. 'ورنه' ندارد

۴. ی ك. 'تا' که جانان

۵. س ك. 'نه' صبر مارا

۶. س ك. 'و' لیکن

۷. ی ك. 'بازی'

۸. س ج. 'هردم'

۹. س ج. 'در' سر آید

۱۰. س ج. 'هر چند عکس'

۱۱. ی ك، س ك، ی ف. 'بینی' س ج. 'خود آئینه'

۱۲. س ك. 'کو یاد دگر'

۱۳. ی ك، س ك. یکبار 'گر'

غزل ٥٦

اگر نه از گل نو رسته بوی یار[1] آید
هوای[2] باغ و تماشای گل[3] چکار آید

بهار می رسد آهنگ باغ کن زاهد[4]
که رفته باشی و بار دگر بهار آید

فتاد[5] کشتی عمرم به موج خیز[6] فراق
امید نیست کزین ورطه بر کنار آید

چو بار نیست بران[7] آستان هلالیّ را
ازان چه سود که روزی هزار بار آید

غزل ٥٧

هر درد[8] دل ما از تو دوایی نرسید
سعی بسیار نمودیم[9] به جای نرسید

ما[10] اسیران بتو[11] هرگز نه[12] نمودیم[13] وفا
که همان لحظه به ما از تو جفای نرسید

---

۱. ی ف. 'باز' آید
۲. ی ک. 'هواؤ' س ک. 'بهارو'
۳. س ج. 'او' چکار
٤. س ک، ی ف، ی ک، س ج. 'زان بیش'
٥. ی ف. 'رسید' س ج. 'فتاده'
٦. ی ف. 'درد' م ک. 'بحر'
۷. س ک، ی ف، ی ک، س ج. 'برین'
۸. س ک. 'دردی' س ج. 'داد'
۹. س ک، ی ف. 'و' بجای
۱۰. س ک. 'ز' اسیران
۱۱. س ج. 'تو' هرگز
۱۲. س ک. 'نه' نیست
۱۳. س ج. 'نشنویم' وفا

قامتم چنگ شد و لطف تو نتواخت مرا
بینوای ز[1] تو هرگز[2] بنوای نرسید
با چنین قامت و بالا[3] نرسید بکسی[4]
کز تو بر سینه او تیر بلایی نرسید
دیده[5] گو آب مده گلشنِ امید مرا
کز گل این منم[6] بوی وفایی نرسید
حالتی[7] نیست در آنکس که بجان و[8] دلِ او
فتنهٔ جلوه گری عشوه[9] نمایی نرسید
گر هلالیّ به وصالت[10] نرسید[11] نیست عجب
هیچ که منصبِ شاهی بگدایی نرسید

غزل ۵۸

هردم از چشمِ تو دل[12] را نظری می باید
ده[13] نظر و سوزش[14] دگری می باید

۱.ی ف. 'ز'ندارد
۲.ی ک. 'که'بی نوائی
۳.س ج.'بالا'ندارد
٤.س ج.'بآخر'
٥.نوٹ:در ی ک،ی ف،س ج.'این شعر نیست'
دیده گو آب مده .... بوی وفایی نرسید
٦.س ک.'باغ'بوی وفا
۷.نوٹ:در ی ک.'این شعر نیست'
حالتی نیست در آن .... عشوه نمائی نرسید
۸.س ک.'و'ندارد
۹.س ج. 'جلوه'
۱۰.ی ک،ی ف. 'بوصالش'
۱۱.ی ف. 'نرسیده چه'
۱۲.ی ک،س ج.'ما'
۱۳.ی ک،س ک،ی ف، س ج.'صد'نظر
۱٤.ی ک،س ک،ی ف، س ج.'هنوزش'دگری

آن قدر سرکشی و ناز که باید[1] داری
شیوهٔ مهر و وفا هم قدری می باید

هر چه در عالم خوبیست[2] ازان خوبتری
نتوان گفت کزین خوبتری می باید

به امیدِ[3] نظری[4] در گذرت خاک شدم
از تو برما[5] نظری و[6] گذری می باید

گفتی[7] از وصل خبر یافته خوش دل[8] باش
خبری[9] هست ولیکن اثری می باید

بقدم طی نشد راه بیابان فراق
قطع این[10] وادیه[11] را بال و پری می باید

در ره[12] عشق هلالیّ خبر از[13] خویش مپرس
که درین راه ز خود بیخبری می باید

غزل ٥۹

چو لاله سینهٔ[14] من کاش پاره پاره کنید
بداغهای درون[15] یک بیک نظاره کنید

---

۱. ی ک. 'با ما'
۲. ی ک، س ک، ی ف، س ج. 'خوبتر'
۲. ی ک، ی ف، س ج. 'بر' امید
نوٹ: در س ک. 'این شعر نیست'
به امید نظری در ....نظری و گذری می باید
٤. ی ف. 'نظرت'
٥. س ج. 'خیرت نیست که بر ما'
٦. س ج. 'و' ندارد
۷. ی ف. 'گفت' ۸. س ک. 'خوش می باش'
۹. س ج. 'خیرت'
۱۰. م ک. 'آن'
۱۱. ی ک، ی ف، س ج. 'مرحله'
۱۲. ی ک. 'غم'
۱۳. س ج. 'از' ندارد
۱٤. س ک، س ج. 'سر نهم'
۱٥. س ک. 'دل' ی ک. 'نهان'

به پیشِ یار دلم را چو غنچه بشگافید
به او جراحتِ پنهانم آشکاره کنید

ز سیلِ دیده خرابم[1] ز سوزِ سینه کباب
میانِ آتش و آبم ز من کناره کنید

ز اشک[2] چهرهٔ زردم اگر نه آید[3] آکه[4]
شبی تفحص آن ازمه و ستاره کنید

بر آستانِ وفا سر نهاده ام عمری[5]
که در[6] حسابِ بیگانش[7] مرا شماره کنید

ز تیغِ طعنِ بیکبار نیم کشته شدم
نعوذباللّٰه اگر طعنِ من دوباره کنید

دلِ حزینِ هلالیّ ز دردِ هجران[8] سوخت
برای دردِ دل او[9] به لطفِ چاره کنید

غزل ٦٠

چو ترکِ من هوسِ مجلسِ شراب کند
هزار عاشقِ دلخسته را کباب کند

نعوذ باللّٰه[10] ازین شوخِ پُر کرشمه و ناز
که در کرشمهٔ اول جهان خراب کند

---

۱. س ک. 'پرانم'
۲. س ک، ی ف، ی ک. 'و'چهرهٔ زردم
۳. س ک، س ج. 'آید'ندارد، م ک. 'شود'
٤. ی ک، س ج. 'آگاه'
۵. س ج. 'خاک شویم'
٦. س ج، ی ف، ی ک، س ک. 'از'
۷. ی ک، س ج. 'مکانش'
۸. ی ف. 'هجرت'
۹. ی ف. دل'ز'
۱۰. س ک، ی ف، ی ک، س ج. 'خراب چون نشوم از کرشمهای کسی'

شدم ز حسرت او در نقاب خاک و[1] هنوز
بخاکِ من چو رسد روی در نقاب کند
چه طالعه است[2] که ناگاه بر سرم روزی
اگر فرشته رحمت رسد عذاب کند
طپیدن دلِ من[3] روز هجر دانی چیست
برای دیدنِ روی تو اضطراب کند
نمود[4] وعدهٔ دیدار و دیدمش در خواب
نگویمش که مبادا بدان[5] حساب کند
ز خوابِ چشم[6] کشای و فتنه انگیزی
تو آفتی[7] بگذاری[8] که فتنه خواب کند
چو سایه روی هلالیّ به خاک یکسان باد
اگر ز سایهٔ او رو به آفتاب کند

غزل ٦١

افروخت رنگ[9] از می و دلها کباب شد
روی تو ماه بود کنون آفتاب شد
گفتم[10] بدورِ عشق تو و سازم سرای عیش[11]
غم خانهٔ که داشتم آنهم خراب شد

---

۱. س ک، ی ف، ی ک، س ج. 'و' ندارد
۲. ی ف. 'ظالمیت'
۳. س ج. دل 'هم ز'
۴. س ج. 'نموده'
۵. ی ک. 'بآن' س ک. 'این' س ج. 'آبان'
۶. س ج. 'دیده'
۷. س ک، س ج. 'فتنه'
۸. ی ک، س ک، س ج. 'نگذاری'
۹. ی ک، س ک، ی ف، س ج. 'رنگت'
۱۰. توف: در س ک، س ج. 'این شعر نیست'
گفتم بدور عشق تو .... داشتم آن هم خراب شد
۱۱. ی ک. 'عشق'

این آه گرم[1] بی سببی[2] نیست دم بدم
یا سینه سوخت یا دل سوزان[3] کباب شد

ناصح زبان[4] کشود[5] که تسکین دهد مرا
نامِ تو بُرد موجب صد اضطراب شد

خوناب[6] دیده[7] این همه دانی که از کجاست[8]
خونی[9] که بود در دلِ غمدیده آب شد

هرجا[10] که هست روی تو در پیش چشم[11] ماست[12]
کس درمیان ما نتوان حجاب شد

فارغ نشسته بود هلالیّ بگوی زهد
تا گه لبِ تو دید و[13] خرابِ شراب شد

غزل ٦٢

باز[14] عشق آمد و کارِ دل از و مشکل شد
هرچه تدبیر خرد بود همه باطل شد

اشك چون راز[15] دلم گفت فتاد از نظرم
با وجودی که بصد خونِ جگر حاصل شد

---

۱. ی ف. 'گریه' بی سببی

۲. م ك. 'بی سبب'

۳. س ك. 'سوزاز'

٤. ی ف. 'ناصح عمارت دل ویرانه ما مکن'

٥. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'کشاد'

٦. ی ك. 'خون تاب' س ج. 'خونابه'

۷. س ج. دیده 'اش' همه

۸. م ك. 'کجاست' ندارد

۹. ی ف. 'خون' که بود

۱۰. س ك. 'بر خاك'

۱۱. س ج. 'عاشق'

۱۲. ی ك. 'ما' س ك- 'من' س ج. 'است'

۱۳. ی ك، ی ف، س ج. 'و' ندارد

٥. **نوف:** در ی ك. 'این غزل (شماره ٦٢) از اوّل تا آخر نیست:

باز عشق آمد و کار دل .... اندوه مرا منزل شد

۱٤. س ك، ی ف، 'زار'

آن سهی سرو که میلِ دلِ ما جانب اوست
یا رب از بهر چه سوی دگران مایل شد
غم نبود آنکه مرادی بتغافل می کشت[1]
غم ازان است که امروز چرا غافل شد
اهلِ عیش اند هلالیّ همه رندان لیکن
زان میان گوشۀ اندوه مرا منزل شد

غزل ٦٣

گر[2] دلم زین گونه آه[3] دم بدم خواهد کشید
آتشِ پنهان من آخر علم خواهد کشید
زیرِ کوه غم تن[4] فرسوده گاهی پیش[5] نیست
برگ گاهی چند یارب کوه غم خواهد کشید
تنگ شد بر عاشقِ بجان و مان شهر وجود
بعد ازین خود را به صحرای عدم خواهد کشید
نم کشید از اشك من دیوار بر سر[6] منزلی
اشك اگر نیست[7] بامِ چرخ نم خواهد کشید

١.س ك. 'می کرد'

٢.نوٹ:در ی ف.'این غزل(شماره٦٣) از اول تا آخر نیست:

گردلم زین گونه آه دم بدم .... از خاکم قدم خواهد کشید

٣.ی ف.'آهی'دم بدم

٤.ی ف.'تنم'س ج.'تن غم'

٥.ی ف.'بودی کاشکی'

٦.س ج.'هر'

٧.ی ف،س ك،س ج.'اینست'

حرفِ بیدادی که بیرون آید از کلکِ قضا
دور[1] چرخ او را[2] به نامِ من رقم[3] خواهد کشید

جرعه نوشِ بزم رندان را بشارت ده که او
سالها آبِ حیات از جام جم خواهد کشید

چون هلالیّ خاك کشتم بر امید مقدمش
وه چه دانستم که از خاکم قدم خواهد کشید

غزل ٦٤

دم آخر که سرا عمر بسر می آید
گر تو[4] آی بسرم عمر دگر می آید

گر نگویم[5] جگر از درد تو خون می بندد
و ز بگویم ز[6] درون خون جگر می آید

من وان[7] کوه غم و درد[8] که سیلاب سرشك
هردم از دامن[9] من تا بکمر می آید

چو نکنم[10] از تو فراموش که روزی[11] صد بار
جلوهٔ حسن[12] تو در پیش نظر می آید

---

۱. س ج. 'زود'
۲. ی ف، س ك، س ج. 'آنیرا'
۳. ی ف. 'و' خواهد کشید
٤. ی ف. 'در آنکه'
٥. ی ف. 'گر' بگویم'
٦. ی ك. 'به' درون
۷. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'منم آن'
۸. ی ف. 'در دم'
۹. س ك. 'دیده'
۱۰. ی ف. 'چون از'
۱۱. ی ف. 'زور'
۱۲. س ك. 'عیش'

سبزه نورسته بود خوب ولی خوبترست
سبزهٔ خط تو هر چند که بر می آید
شب ز فریاد هلالیّ سکت افغان برداشت
کین چه غوغاست که شبِ تا بسحر می آید

غزل ٦٥

روزِ عمرم چند یا رب در[۱] شبِ غم بگذرد
عمرِ من کم باد تا روز چنین کم بگذرد
دولتِ وصلت گذشت و محنتِ هجران رسید
آن گذشت امید می دارم که[۲] این هم بگذرد
چون ز دردِ[۳] هجر گریان[٤] بر سرِ راهش روم
گریهٔ من بیند و خندان و خرم بگذرد
نگذرد گر سالها باشم به راهش منتظر
دردمی غایب شوم[٥] بماندم[٦] بگذرد
هر که از[۷] روی ارادت پا نهد در[۸] راه عشق
عالمی پیش آید ش کز هر[۹] دو عالم بگذرد
مرهمی نه بر دلِ افکارِ من بهر خدا
پیش از آنروزی که کارِ دل[۱۰] ز مرهم بگذرد

---

۱. س ک. 'چون'
۲. ی ف. 'که' ندارد
۳. ی ف. 'روزی' ی ک. 'بروز'
٤. ی ف. 'گریبان' س ج. 'هجران'
٥. ی ف. 'شود'
٦. ی ف، س ک، ی ک، س ج. 'هماندم'
۷. س ج. 'در راه'
۸. س ک. 'اندر' راه عشق
۹. س ک. 'از' دو عالم
۱۰. ی ک. 'من' ز مرهم

تا کنونِ عمر هلالیّ در غم رویت گذشت
عمر باقی مانده هم یا رب درین غم بگذرد

غزل ٦٦

یار اگر مرهم داغِ دل محزون نشود
با چنین داغِ دلم خون نشود چون نشود
گر بسی [1] منزل لیلی گذری جلوه کنان
نیست ممکن که ترا بیند و مجنون نشود
جز [2] دلِ سخت تو خون شد [3] همه دلها ز غمم
دل [4] مگر سنگ بود کز غمِ من [5] خون نشود
بس که در ناله ام از گردشِ گردون همه [6] شب
هیچ شب نیست که صد ناله به گردون نشود
گفتهٔ [7] خون تو ریزم چه سعادت به ازین
نیست خیر تو یا رب که دگر گون نشود
واعظا ترک هلالیّ کن و افسانه مخوان
کشتهٔ عشق بتان زنده به افسون نشود

---

۱. ی ف. گر'سر'منزل ۲. **نوٹ:** در س ف، ی ف، ی ف، س ج. 'این شعر نیست'
جز دل سخت تو خون .... کز غم من خون نشود
۳. ی ف. 'بر'همه دلها ز غم ٤. س ف. 'چه'دل مگر
٥. س ف. غم'تو'خون نشود ٦. ی ف. 'هر'شب
۷. **نوٹ:** در س ف، ی ف، ی ف، س ج. 'این شعر نیست'
گفتهٔ خون تو ریزم .... که دگر گون نشود

غزل ٦٧

آخر از غیب دری بر رخ ما بکشاید
دیگران گر نکشایند خدا بکشاید
دلبران[1] کارِ من از جور شما مشکل شد
مگر این[2] کار از لطفِ خدا[3] بکشاید
بر[4] دل از هیچ طرف باد مرادی[5] نوزید[6]
یا رب[7] این غنچهٔ مرده کجا بکشاید
نکشاید دلِ ما تا نکشایی[8] خُم[9] زلف
زلفِ خود را بگشا تا دلِ ما بکشاید
باشد آسایشِ آن سیم تن[10] آسایش جان
جان بیا ساید[11] اگر بندِ قبا بکشاید
می کشم آه که بکشا رخِ گلگون لیکن
این گلی نیست که از بادِ هوا بکشاید
تا[12] بد شنام هلالیّ بکشایی[13] لبِ خویش
هر سحر گریه کنان دست دعا بکشاید

۱.س **ك**،ی ف.'دلبرا'
۲.ی ف.'کارم این باز همزلف شجا بکشاید'
۳.ی ف،س **ك**،ی **ك**،س ج.'شما
۴.**نوٹ**:در.ی ف.'این شعر نیسست'
بر دل از هیچ طرف باد .... مرده کجا بکشاید
۵.ی **ك**،س **ك**،س ج.'نشاط'
۶.س ج.'نوزد'
۷.س ج.'باز این'
۸.ی ف.'بگشاهی'
۹.س **ك**.'سر'
۱۰.س **ك**.'آن هم'س ج.'آن سیم تن'
۱۱.س ج.'ساید'
۱۲.س **ك**،ی ف،س ج.تا'گر'بدشنام
۱۳.ی **ك**.'نکشائی'

غزل ٦٨

یار هر چند که رعنا و سهی قد باشد
گر به عشاق نگویی نکند بد باشد
مقصد اهلِ نظر خاك در تست بلی
چون تو مقصود شدی کوی تو مقصد باشد
الف قدِ بویش[1] همه مقبول افتاد
این نه حرفیست که بر روی[2] قلم رد[3] باشد
گفتمش دل به خم زلف تو در قید بماند[4]
گفت دیوانه همان به که مقید باشد
حدِ[5] کس نیست هلالیؔ که شود همره ماه
زانکه این بادیه[6] را محنتِ بیحد باشد

غزل ٦٩

لعل جا بخشت که یاد از آب حیوان می دهد
زنده را جان می ستاند مرده را جان می دهد
دور[7] بادا چشم بد کامروز در میانِ حسن
شهسوارِ من سمند ناز جولان می دهد

۱.س ج.'تو یش'
۲.س ج.'در'قلم
۳.ی ف.'زد'باشد
٤.س ج.'افتاد'
٥.ی ك.'هیچ'کس نیست
٦.ی ف،ی ك،س ك،س ج.'مرحله'
۷.**نوٹ**:در.ی ف.'این شعر نیست'
دور بادا چشم بد کامروز .... ناز جولان می دهد

یارب[1] اندر ساغر دوران شراب فصل[2] نیست
یا بدورِ ساقی همه خوناب[3] هجران می دهد

دل مگر پابسته زلفِ تو شد کز حالِ او
باد می[4] آید خبر های پریشان می دهد

ای اجل سوی هلالیّ بهر جان بردن[5] میا[6]
زانکه عاشق گاه مردن جان به جانان می دهد

غزل ۷۰

غمِ بتان مخواری دل که زار خواهی شد
اگر عزیزِ جهانی که[7] خوار خواهی شد

اگر[8] چون من هوسِ زلفِ یار خواهی کرد
ز عاشقان سیه روزگار خواهی شد

تو[9] از طریقهٔ یاری همیشه فارغ و من
نشسته ام به امیدی که یار خواهی شد

چو در وفای تو ام بر دلم جفا مپسند[10]
که پیشِ اهلِ وفا[11] شرمسار خواهی شد

---

۱. **نوٹ:** در س ک. 'این شعر نیست'
یارب اندر ساغر دوران .... خوناب هجران می دهد
۲. ی ف، ی ک. 'وصل' س ج. 'وصلت'
۳. س ج. 'خونابه'
۴. ی ف، س ک، ی ک، س ج. 'یاد'
۵. ی ف، 'بردان' س ج. 'بودن'
۶. ی ف، ی ک. 'مبا'
۷. س ج. 'و' خوار خواهی
۸. ی ف. 'و گر'
۹. **نوٹ:** در س ج. 'این شعر نیست'
تو از طریقهٔ یاری .... که یار خواهی شد
۱۰. س ک. 'می شد'
۱۱. ی ف. 'عاشقان'

کنون [1] به حسن تو کس نیست از هزار یکی
تو خود هنوز یکی در هزار خواهی شد

ز[2] فکر کار جهان بار غم [3] بسینه [4] منه
وگرنه در سر این کار و بار خواهی شد

هلالیّ از پی آن شهسوار تند مرو
که نار سپیده بگردش غبار [5] خواهی شد

غزل ۷۱

بر سرِ بالین طبیب از نالۀ من زار شد
از برای صحبت من آمد وبیمار شد

دوش در کُنج غم از فریاد خوابم نبرد [6]
بلکه از افغانِ من همسایه هم بیدار [7] شد

صبر می کردم که دردِ عشق خوبان کم شود
لیك ازان[8] داروی تلخ اندوه من بسیار شد

من سگت ای ترك آهو چشمم برقع باز کن
کز برای دیدن روی تو چشمم چار شد

بس که آمد بر سر کویت هلالیّ همچو اشك
از نظر افتاد و در چشم عزیزت [9] خوار شد

۱،۲.توضیح:در ی ف.'این اشعار نیست'

کنون به حسن تو کس .... هزار خواهی شد
ز فکر کار جهان بار.................. .... کار و بار خواهی شد

۳.س ج.'فارغم' ۴.س ك. 'تشنه'

۵.س ج. 'هلاك' خواهی شد ۶.س ك.'خواهم نشد' ی ف.'برد' س ج. 'نبود'

۷.ی ك.'بیزار' ۸.ی ك. لیك 'از' داروی تلخ

۹.ی ك، س ك، س ج.'عزیزان' توضیح:در ی ف، ی ك، س ك، س ج.'این شعر اضافی است'

مدعی گویا برای کشتن من بس نبود کان مه نا مهربان هم رفت به او یار شد

غزل ۷۲

گــر بــرون مــی آیـد[۱] آن بـی رحـم زارم مـی کشـد
در نــمــی آیــد بــه[۲] درد انتــظــام مــی کشـد

گــر مــعــاذالــلّــه نبــاشــد دولــتِ دیــدارِ او
مــحــنــتِ هــجــران مــانـدك روزگــارم مــی کشد

ای[۳] کــه[۴] کـویـی بـرسـران کـوی خـواهـی کشته شد
راضیـم بــاالــلّــه اگــر دانـم کــه یــارم مــی کشد

هــر کــه اســالــش عتـاب آلـوده مـی بینم بخـود
یــاد آن مســکیــن نــوازی هــای یــارم مــی کشـد

چون[۵] بـرون آمـد[۶] کـلـه کـج[۷] کـرده[۸] دامـن برزده
دیــدنِ جــولان آن چــابك[۹] ســوارم مــی کشـد

سـاقیـا امشـب کـه مستم[۱۰] لـطف کـن خـونم بـریـز[۱۱]
ورنـه چـون فـردا شـود رنـج[۱۲] خـمـارم مـی کشـد

۱.س ك.'آید'ندارد ۲.ی ف.'ز'درد انتظام

۳.(نوت) در'س ج'این شعر نیست:

ای کـــه کـوی بـرســـرآن.............. ....دانـم کـــه یــارم مــی کشـد

٤.ی ك'آنکه'کوی ۵.(نوت) در'ی ك'این شعر نیست:

چـــون بــرون آمــد کــلــه کــج ....چــابك ســوارم مــی کشـد

٦.ی ف.'زاید'س ج.'آید' ۷.س ج.'کله کژ'

۸.س ج.'کرد'دامن ۹.ی ف.'آنجا یك'سوارم

۱۰.س ج.'هشتم'لطف کن ۱۱.ی ك. خونم'میرا'

۱۲.س ج.'فردا'

زیر بار غم هلالیّ کار من[1] جان کندن است
وه که آخر محنتِ این کار و بارم[2] می کشد

غزل۷۳

عاشقان هر چند مشتاقان[3] جمالِ دلبرند
دلبران عاشقان از عاشقان عاشق ترند
گر[4] به ظاهر عشق و حسن از یك دگر دورند لیك
در حقیقت این دو معنی عا شقِ یك دیگرند
در گلستان گر به پای بلبلان خاری خلد
نو عروسانِ چمن صد جامه بر تن می درند
جانِ شرین با لبت آمیخت[5] گویا در[6] ازل
جوهر جان من[7] و لعل تو از یك گوهرند
با تنِ لاغر هلالیّ از غمِ[8] خوبان ولی[9]
تن اگر بگداخت باکی نیست جان می پرورند

۱.س ك،س ج. 'كار 'ما'
۲.سج. 'خاك روز گارم'
۳.س ك،س ج. 'محتاج'
۴.(توف) در 'س ك،ی ف،ی ك،س ج'این شعر نیست:
گر بظاهر عشق و حسن از یك دیگر دعرند لیك — در حقیقت این دو معنی عاشق یكدیگرند
۵.ی ف .'آمیخت'ندارد
۶.ی ف.'سر رشته'
۷.س ج.'و كان'
۸.ی ك.'پیش آنخوبان'
۹.ی ف،س ك،ی ك،س ج.'منال'

غزل۷٤

ترا گهی که نظر بر من خراب افتد
دلم ز بس که طپ[1] در من اضطراب افتد
دلم بیاد[2] لبت هر زمان شود بی خود
علی الخصوص زمانی که در شراب افتد
ز بهر جلوه چو خورشید گهر[3] شود بر بام
نجاتها همه از[4] روزن آفتاب افتد
تو چون شراب خوری با رقیب خنده زمان[5]
ز خنده تو[6] نمك در دل کباب افتد
مگو[7] بدوزخ هجر افگنم[8] هلالیّ را
روا مدار که بیچاره[9] در عذاب افتد

غزل۷٥

بیا بیا که دل و جان من فدای تو باد
سری که برتنِ من هست[10] خاك پای تو باد
دلم ز[11] مهر تو صد پاره باد[12] و[13] هر پاره
هزار ذرّه و هر ذرّه در هوای تو باد

۱.س ج.'طپیدن'در من
۲.س ك،ی ف.'زیاد'لبت
۳.ی ف،س ك،ی ك،س ج.'من رود'
٤.ی ك.'در'روزن
٥.س ك،ی ف،ی ك.خنده'کنان'س ج.خنده'زنان'
٦.س ك.ز خنده'ات'
۷.س ك. مگو'که'بدوزخ
۸.س ك،س ج.'هجران کنم'
۹.س ك.'بیمار'
۱۰.ی ك.'ماهست'
۱۱.س ك،ی ك،ی ف،س ج.'بمهر'
۱۲.ی ف.'نشه'
۱۳.ی ف،ی ك.'و'ندارد

به درد خوی گرفتم دوا نمی خواهم

همیشه در [1] دلِ من دردبی دوای تو باد

چه لطف بود رقیبا که [2] رفتی از کویش

بدین [3] ثواب که کردی بهشت جای تو باد

اگر هلالیِّ بیچاره در وفای [4] تو مرد

برای مردن [5] او غم مخور بقای تو باد

ز [6] خانه تا بدر..................

..................سرای تو باد

ترا [7] به بسمل..................

..................رضای تو باد

مقصودم [8] زد ما..................

..................در دعای تو باد

مباد [9] هر که..................

..................نیز مبتلای تو باد

غزل۷٦

شیرین پسر [10] این همه شرین نتوان بود

شیرین که تو خوردی مگر از شیره جان بود

تنها [11] نه من از واقعهٔ عشق خرابم

مجنون هم ازین واقعه رسوای [12] جهان بود

۱.ی ف،س ل.'بر'دل من

۲.ی دف.'نه'رفتی

۳.ی ف.'برین'ثواب

نوٹ:٦،۷،۸و۹ .درنسخه اساسی این اشعار نیست'

۱۰.ی ل.'دهنا'این

۱۱.س ج.'شبها'نه من

۱۲.س ل.'مشهور'جهان بود

این[1] بود گمان[2] کز غمت امروز بمیرم
امروز یقین است مرا بر چه گمان بود

هر تیرِ جفایتی که دو ابروی تو افگند
بس کارگر آمد که بزورِ دو کمان بود

خود را خس و خاشاك درت گفت[3] هلالی
تحقیق نمودیم ببسی کمتر ازان بود

این[4] چه حسنست که از پردهٔ عیان ساخت
نقشی که پس پرده تقدیر نهان بود

امروز[5] نشد نام و نشان دل پاکم
تا بود دل کم شده بی نام و نشان بود

غزل۷۷

نمی توان به تو شرح بلای هجران کرد
فتاده ام به بلایی که شرح نتوان کرد

زروزگار مرا[6] خود همیشه دردی بود
غمِ تو آمد و او را[7] هزار چندان کرد

بلای هجر[8] تو مشکل بود خوش آن بیدل
که مرد پیش تو و[9] کار بر خود آسان کرد

۱.س ك،ی ك،ی ف،س ج. 'وی'بود
۲.س ك.'او'کز
۳.س ك،ی ف.'خواهد'
نوف:٤و٥. در'نسخه اساسی این دو بیت ندارد'
٦.س ج.'خود مرا'
۷.س ك،ی ف،س ج.'آن را'هزار
۸.ی ف.بلای'عشق'
۹.ی ك.'او'س ك،س ج.'و'ندارد

خیالِ کُشتنِ من داشت وه[1] چه شد یارب
کدام سنگِ[2] دل آن شوخ را پشیمان کرد

جراحتِ دل ما را[3] طبیب ظاهر نیست
که تیرِ غمزه او[4] هر چه کرد پنهان کرد

نیافت لذّتِ ارباب ذوق[5] بی خبری[6]
که[7] قدر[8] در ندانست[9] و فکر درمان کرد

هلالیّ از دلِ مجروح من چه می پُرسی
خرابهٔ که تو دیدی[10] فراق و یران[11] کرد

غزل ۷۸

جهان و هر چه در و هست پایدار نماند
به یاد باده که عالم بیك قرار نماند

غنیمتی شمر ای گل نوای عشرتِ بلبل[12]
که برگ ریز خزان آید[13] و بهار نماند

۱.س ک. 'او' چه شد
۲.س ج.'سنگدلان'
۳.ی ک،س ک،ی ف،س ج.'ما بر'
٤.ی ک.'کرد' هر چه
٥.س ج. ارباب 'شوق'
٦.ی ک.'بیدردی'
۷.س ج.'چرا' اضافی
۸.س ک.'چاره'
۹.س ج.'ندانست'
۱۰.ی ک.'کردی'
۱۱.ی ک.'نتوان'
۱۲.ی ک.'بلبل را'
۱۳.ی ک.'آمده' و بهار نماندی ف،س ج.'آمد' و بهار نماند

تو مست باده نازی [1] ولی منازله [2] آخر
ز مستی که تو داری بجز خمار نماند
بسی نماند که خاکم ز تند باد فراقت [3]
رود بگرد [4] و [5] ازان گرد هم غبار نماند
بروزِ هجر هلالیّ ز روزگار چه نالی [6]
معین است که این روز و [7] روزگار نماند

غزل ۴۹

هر که آن قصّاب خنجر [8] بر گلوی [9] من نهد
میزنم سر بر زمین تا پا بروی من نهد
آنکه هر سُو کشته سرمی نهد بر پای او [10]
کشته آنم [11] که روزی ما به سوی [12] من نهد
رازها [13] در سینه دارم کوشه خواهم [14] که یار
ساعتی کوششِ رضا بر گفت و [15] گوی من نهد

۱.س ج. 'ناز و دمی'
۲.ی ك؛'نهاد'س ك. 'مبارکه'،س ج'منازکه'
۳.ی ك. 'فراق'س ك،س ج.'حوادث'
٤.ی ك. 'بگردون'س ك. 'که کرد گردد'
۵.ی ك،س ك،ی ف،س ج. 'و' ندارد
٦.ی ك. 'منال'س ج. 'نالی'
۷.ی ك،ی ف. 'روز بروز'
۸.س ج.خنجر'گر'
۹.س ج.'بروی'من نهد
۱۰.س ك. 'دوست'
۱۱.س ج. 'آن تیغ زود'
۱۲.ی ك. 'پای سوی'ی ف. 'پا بر سوی'س ج. 'پا بسوی'
۱۳.ی ف. 'جورها'در سینه
۱٤.ی ك. 'خواهیم'
۱۵.س ج. 'و'ندارد

گردِ غم را گر به آب دیده بنشانم دمی
باز بر خیزد قدم بر[۱] جست[۲] و جوی من نهد

بوی مشك آید[۳] ز اوراق[۴] هلالیّ سالها
گر دمی پیشِ غزالِ[۵] مشکبوی من نهد

خوی[٦] او شد تند بااین کو رقیب سنگدل
تا بر آرد تیغ بیش تند خوی من نهد

دفع[۷] سودای سر زلف تو نتواند حکیم
گر دو صد زنجیر بر هر تار موی من نهد

غزل۸۰

گل[۸] شگفت و شوق آن گل چهره از سرِ تازه شد
وای جان[۹] که بر دل داغ دیگر تازه شد

گرد آن رخسار گلگون خط زنگاری دمید
همچو اطرافِ چمن گر سبزه تر تازه شد

آمد[۱۰] از کویت نسیمی غنچه دلها شگفت
گلشنِ جان زان نسیمِ روح پرور تازه شد

۱.ی ك،ی ف،س ج. 'در' جست
۲.ی ك،س ج.'جستجوئی'
۳.س ك.بوی مشك'آمد'
٤.ی ك.ز'دیوان'هلالیّ
۵.س ك. پیش'غزالان'
نوٹ:٦ و۷.'در نسخه اساس این دو بیت نیست'
۸.(نوٹ)در'س ج.این غزل(**شماره۸۰**)از اوّل تا آخر نیست:
گل شگفت و شوق آن گل چهره............ ....ازان شوخ ستمگر تازه شد
۹.ی ك،س ك،جان من'ی ف.'بر جانم'
۱۰.در'س ك.'این شعر این طور نوشته است' :
آمد از کویت نسیمی غنچه دلها شگفت رسم خونریزی آن شوخ ستمگر تازه شد
تازه شد جان هلالیّ تازه خون جان عاشقان گلشن جان زان نسیم روح پرور تازه شد

زخمهای[1] تیغ مژگان سر بسر آزرده[2] بود
چون نمك پاشیدی[3] از لبها سراسر تازه شد

تازه شد جان هلالیّ تا به خون[4] عاشقان
رسمِ خونریزی ازان شوخِ ستمگر تازه شد

غزل۸۱

چو از داغِ فراقت از شعله حسرت بجان افتد
چنان آهی کشم از دل که آتش در جهان افتد

نماند از اشكِ من روی زمین را یك بنا محکم[5]
کنون ترسم[6] که نقصان در[7] بنای آسمان افتد

سجود[8] آستانت چون میسر نیست می خواهم
که آنجا[9] کشته[10] کردم تا سرم بر آستان افتد

به[11] راهت چند زار و ناتوان افتم خوش[12] آن روزی
که از چشمت نگاهی[13] جانب[14] این ناتوان افتد

۱.(نوٹ)در'س ك.این شعر نیست:

زخمهای تیغ مژگان .... از لبها سراسر تازه شد

۲.ی ف،ی ك.'آورده'
۳.ی ك.'باشد'از لبها،ی ف.'پاشیده'از لبها

۴.س ك.'تازه جون جان'
۵.س ك.'یکسان نامی'س ج.'یك زمان بینم'

۶.س ك. 'مشکل'که
۷.س ك.'بر'بنای آسمان

۸.(نوٹ)در'ی ك.این شعر نیست:

سجود آستانت چون میسر .... تا سرم بر آستان افتد

۹.س ك،س ج. که'اینجا'
۱۰.س ج.'خاك'کردم

۱۱.(نوٹ)در'س ك،س ج.این شعر نیست:

براهت چند زار و ناتوان افتم .... جانب این ناتوان افتد

۱۲.ی ك.'با شیم آن روزی'
۱۳.ی ك.'نگاه'جانب
۱۴.ی ف.'جانی'

هلالیّ آنچنان[1] در عاشقی رسوای عالم شد
که پیش از هر سخن افسانه او درمیان افتد

غزل۸۲

شمع مجلسِ دوش با من گریهٔ بسیار کرد
غالباً سوز دل[2] من در دلِ او کار کرد

حالِ[3] من می داند آن شوخ و تغافل می کند
این سزای آنکه دردِ عشقِ را اظهار کرد

نالهٔ[4] ما این همه زان ماه خوش رفتار نیست
هر چه برما[5] کرد دورِ چرخ کز رفتار[6] کرد

عاشقان[7] زین پیش دایم[8] عزتی[9] میداشتن[10]
محنتِ عشقت[11] عزیزان جهان را خوار کرد

از[12] بلای عشق کی خواهم دعای عافیت
کز[13] دعاهایی چنین می بایدِ استغفار کرد

---

۱. ی ف. 'این چنین' در عاشقی

۲. س ک. سوز 'درونم'

۳. س ک. 'جان ما' (توف) در 'س ج. این شعر نیست:

نالـه مـا ایـن همـه زان .... دور چـرخ کـز رفتـار کـرد

٤. ی ک. 'نالها' ما این

۵. ی ک، س ک، ی ف. 'با' کرد

٦. ی ک، ی ف. 'کج رفتار'

۷. س ک. 'سفارین'

۸. س ک. 'دانم' ی ک. 'ولیم'

۹. س ج. 'مشرتی'

۱۰. س ک، ی ف، ی ک. 'می داشتند'

۱۱. س ج. 'هجرت' عزیزان، ی ک. 'عشقش'

۱۲. س ک، ی ک، ی ف، س ج. 'در' بلای عشق

۱۳. س ک، ی ف. 'کر' دعا های

فی المثل گر خاک خواهد شد رقیبِ سنگدل
خواهد از خاکش فلک راهِ مرا دیوار کرد
گاگاهی گر هلالیّ را بپُرسی دور نیست
زانکه آن[1] بیچاره را این آرزو بیمار کرد

غزل۸۳

ماه[2] من زلفت شب قدرست و رویت روز عید
در سرِ ماهی شب و روزی بدین خوبی که دید
آن[3] زنخدان را که کرد آمد ز آب زندگی
بر کفم نه کز[4] کمال نازکی خواهد چکید
شد[5] بگذشتی و اشک من روان شد در[6] رهت
عزم مایوس[7] تو دارد تا کجا خواهد رسید
می کشم بار غم هجران و این کوه بلاست
من ندانم این بلا را تا بکی خواهم کشید
وه چه پیش آمد هلالیّ کانِ غزال مشکبو[8]
ناگهان از ما[9] رمید و با رقیبان آرمید

۱.س ک،ی ف،ی ک.'این 'بیچاره

۲.ی ف.'این غزل(شماره ۸۳) ازاوّل تا آخر نیست' (نوٹ)در'س ک،ی ک،س ج. این شعر نیست:

ماه من زلفت شب قدرست.......... ....روزی بدین خوبی که دید

۳.(نوٹ)در'س ک،س ج. این شعر نیست:

آن زنخدان را که.......... ....کمال نازکی خواهد چکید

۴.ی ک. 'گر'کمال نازکی

۵.س ک،ی ک،س ج.'تند'بگذشتی

۶.س ک،س ج.'بر'رهت

۷.س ج.'پابوسی'

۸.ی ک.غزال'مشکبوی'

۹.ی ک.از'من'رمید

غزل۸٤

پیش از [۱] آن روزی [۲] که خاک قالبم گُل ساختند
بهرِ سلطان خیالت کشورِ دل ساختند

صد هزاران آفرین بر کلِك نقاشان صنع
کز [۳] گل و آب این چنین شکل و شمایل [٤] ساختند

کار ما آن [٥] بود کز خوبان نگهداریم دل
عاقبت مار [٦] از کارِ خویش غافل ساختند

خوبرویان را جفا [۷] دادند و [۸] استغنا و ناز
بر [۹] گرفتاران به غایت کارِ مشکل ساختند

آه ازین حسرت که هر جا [۱۰] خواستم بینم رُخش [۱۱]
پیش چشمِ من هزاران پرده حایل ساختند

هر [۱۲] کجا رفتند خوبان پُر شد [۱۳] از بوی بهشت
خاصه آن خاکی [۱٤] که روزی چند منزل ساختند

می طپم نی [۱٥] مرده وه نی [۱٦] زنده بر خاكِ درت [۱۷]
همچو [۱۸] اندوه تو با خاکش مقابل ساختند

---

۱. ی ك. پیش 'ز'
۲. م ك. 'ازین روزی'
۳. ی ك. 'از' گل
٤. س ج،. 'همایون'
٥. ی ك، ی ف، س ك، س ج. 'این'
٦. ی ف. 'بار' از کار
۷. س ج. 'چنان'
۸. س ج. 'و' ندارد
۹. م ك. 'هر' گرفتاران
۱۰. س ج. 'چو من'
۱۱. س ك. بینم 'رخت'
۱۲. (توجه) در 'س ج. این شعر نیست:
هر کجا رفتند خوبان پُر.......... ....روزی چند منزل ساختند
۱۳. ی ك. 'به شد باغ' س ك. 'بر'
۱٤. ی ك، ی ف، س ك. 'آن جای' که روزی
۱٥. س ج. 'نه' مرده
۱٦. س ج. 'نه' زنده
۱۷. س ك، ی ف، س ج. 'درش'
۱۸. س ك. 'همچنین' س ج. 'همچنان'

منظر[1] عیش هلالیّ از فلک بگذشت بود
خیل اندوه تو با خاکش مقابل ساختند

غزل۸۰

از حالِ دل و[2] دیده سی رسید که چون شد
خون شد دل و[3] از رهگذر[4] دیده برون شد
بیخبران[5] چون خبر از خویش نداریم
حالِ دل آواره چه دانیم[6] که چون شد
دلِ خون شد و از دست هنوزش[7] نگذاری[8]
بگذارِ خدارا که دل از دست تو خون شد
تا باد صبا شکنِ زلف تو ره یافت
بهر[9] دل ما سلسله جنان جنون شد
کردیم به امیدوفا صبر ولیکن
هر چند که کردیم جفای تو فزون شد
هر قصر امیدی[10] که برافراخته[11] بودیم
از سیلِ فراق تو بیك بار نگون[12] شد

۱.س ج.'منزل'ی ف.'منتظر'
۲.ی ك،.'و'ندارد
۳.ی ج.'و'ندارد
٤.ی ف.'آزرده نگردید که چون'
۵.ی ف،س ك،ی ك،'با بیخبران' س ج.'ما بیخبران
٦.ی ك.'ندانیم'س ك.'بدانیم'
۷.ی ف. 'بنوم'
۸.ی ف،س ك.'مگداری'س ج.'مگذاری'
۹.س ك.'هر'دل
۱۰.س ج.'امید'که
۱۱.س ج.'افروخته'
۱۲.س ك.'فزون'

درعشقِ تو گویند شد[1] کارِ هلالی

کاری که مراد دل[2] او[3] بود کنون شد

غزل۸٦

زانِ دل به جانبِ سنگ کوی تو می کشد

کو دامنم گرفته به سوی تو می کشد

دانی[4] چرا ز دامنت[5] او به حیثیتِ دل

خود را به این بهانه بکوی تو می کشد

صاحبِ دلی که یافت سر رشته[6] مراد[7]

سر رشته این[8] به حلقهٔ[9] موی تو می کشد

فارغ ز بوی[10] غالیه و جعد سنبلم[11]

خاطر به جعدّ غالیه بوی تو می کشد

بر عاشقانِ بلا[12] ست بلای[13] تو و دلم[14]

چندین بلا ز تندی خوی[15] تو می کشد

۱.س ك،ی ك،س ج.'نشد'

۲.ی ك.در دل 'ز'

۳.س ك.'او'بودا کنون

٤.س ك.'داری'چرا

٥.س ك.'خبر از دامنت'ی ك،ی ف.'بدامنت'

٦.ی ك.'سرشته'ندارد

۷.س ج.'امید'

۸.س ج.رشته'اش'

۹.ی ف.'بجلوی'

۱۰.ی ف.'ز'ندارد

۱۱.س ج.'سنبلت'

۱۲.س ك.'ملامت'

۱۳.س ك،ی ك،ی ف،س ج.'جفائی'

۱٤.س ج.'بردلم'س ك.'عشق تو'

۱٥.ی ك.'موی'

ای ترک مست[1] این همه سنگ جفای مزن
بر دلِ شکسته ای که[2] سبوی[3] تو می کشد
دور از رخت کشید هلالی هزار آه
آه این چهاست کز غم روی تو می کشد

غزل۸۷

دلم[4] پیشِ رخت[5] با جان شرین درفغان آمد
خدا را چارهٔ دل کن که این مسکین به جان آمد
بیا ای سرو و گلزار[6] جوانی راغنیمت دان
که خواهد نو بهار حسن را روزی خزان آمد
به بزمِ دیگران دامن کشان[7] تا کی توان رفتن
به سوی عاشقان[8] هم گاه گاهی می توان آمد
ملولم[9] از غمِ دوران سبك دستی کن ای ساقی
به بر[10] این کوه محنت را که بر دلها گران آمد
حیاتی یافتم از وعدهٔ قبلش بحمدالله
که ما را هرچه در دل بود او را در[11] زبان آمد

۱.س ک.'شوخ'این همه
۲.س ک. 'را که'
۳.س ک،ی ف،ی ک.'به سوی'
۴.(**نوٹ**)در'س ج. این غزل (شماره۸۷)از اوّل تا آخر نیست:
دلم پیش رخت با جان شرین.........   ....درآستین بر آستان آمد
۵.ی ک،ی ف،س ک.پیش'لبت'
۶.ی ف. 'و گلزار'ندارد
۷.س ک.'دامن کشان تا کی توان رفتن'
۸.س ک.'بیدلان'
۹.س ک.'خوستم'
۱۰.س ک.'سراین'،ی ف.'بر آن'
۱۱.س ک،ی ف،ی ک.'بر'زبان آمد

کمندِ [1] زلف لیلی می کشد از شوقِ مجنون را
که از شهر عدم بیخود به صحراجهان آمد
به امّیدی [2] که در پای [3] پیکانت جان بنفشایند [4]
که هلالیّ نقد جان در آستین بر آستان آمد

غزل۸۸

ای [5] بتو میلِ دلم هر نفسی پیشتر
خوبی تو هر زمان پیشتر از بیشتر
پُرسش [6] اگر می کنی عاشقان [7] درویش [8] را
از همه عاشقان ترم و ز همه درویشتر
باغم ایّوب نیست رنج [9] مرا نسبتی
صبرم از و کمترست در دم از و بیشتر
عشق تو اندیشه را سوخت که رسوا شدیم [10]
ورنه کس از ما [11] نبود عاقبت اندیشتر

۱.(نوف) در'ی ک،ی ف،س ک.این شعر نیست:
کمن زلف لیلی می کشد .... به صحرا جهان آمد
۲.س ک.'براتید'
۳.س ک.'برماهی'
٤.س ک،ی ف،ی ک. 'برافشاند'.
۵.(نوف) در'ی ک،ی ف.این شعر نیست:
این بتو میل دلم ....زمان پیشتر از بیشتر
٦.(نوف) در'ی ف' این شعر اضافی است:
تا ز خط عنبرین حسن تو شد بیشتر عاشق روی توام بیشتر از بیشتر
۷.ی ک،ی ف. عاشقان 'و'
۸.س ک.'دلریش' را
۹.ی ف.'صبر'مرا
۱۰.ی ک.'شوم' ی ف،س ج.'شدم'
۱۱.ی ک.از'من'نبود

کیش بتان کافریست مذهب ایشان ستم[۱]

آن[۲] بت بد کیش من از همه بد کیشتر

غمزه زنانِ آمدی سوی هلالیّ به ناز

سینهٔ او ریش بوده آه[۳] که شد ریشتر

غزل۸۹

حاش اللّٰه کز رخت چشم افگنم سوی دگر

خوش نمی آید بجز[٤] روی تو ام[٥] روی دگر

تازه گلهای چمن خوش رنگ و خوش[٦] بویند لیك

گل رخِ ما رنگ دیگر دارد و بوی دگر

زینت[۷] آن روی نیکو خال بس[۸] کو خط مباش

حسن اورا در نمی باید[۹] سر موی دگر

کشتن[۱۰] آمد خوبی آن بیرحم زین[۱۱] هم پاك نیست

پاك ازان[۱۲] دارم[۱۳] که گیرد غیر ازین خوی دگر

۱.س ك.'منم'

۲.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'وآن'

۳.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'وای'

٤.ی ف.'مثل'روی تو

٥.ی ف.'ام'ندارد

٦.ی ف.'خوشبویست ولی'

۷.س ج.'نسبت'آن

۸.س ج.'بسی کو خط مباش'

۹.ی ف.'آیدز'

۱۰.س ك.'کشتن آرند'س ج.'کشت آن بد خوی را بی رحم و آنرا باك نیست

۱۱.ی ك.'وز نیم'ی ف.'و زهم'س ك.'مرحم اهم'

۱۲.ی ك،س ك.'اندرام'

۱۳.س ج.'داریم'

روزِ محشر کز جفانیکوی آن نالند[۱] خلق
باشد آن بد خوی راهر سو دعا گوی دگر

هر[۲] کرا خاکِ سر کوی[۳] تو دامن گیر شد
کی به دامانش رسد گردِ سر کوی دگر

وی چو با[۴] آن زلف و رخ[۵] سوی هلالی آمدی
رفت آرام و قرارش هر یکی سوی دگر

غزل ۹۰

وه که بازم فلك انداخت بغوغای دگر
من به جای دگر افتادم و دل[۶] جای دگر

یکدو روز[۷] دگر از لطف به بالین من آی
که من امروز دگر دارم و فردای دگر

غالبا تلخی جان کندنِ[۸] من[۹] خواست طبیب
که به جز صبر نه فرمود مداوای دگر

اگر اینست پریشانی[۱۰] ذرات وجود
کاش هر زره شود خاك به صحرای دگر

پا نهم پیش که نزدیك تو آیم لیکن
از تحیر نتوانم که نهم پای دگر

۱.س ل.'مالید'
۲.(نوت) در س ل، س ج. این شعر نیست:
هر کرا خاك سر کوی .... کرد سر کوی دگر
۳.ی ل. سر'خاکستر'تو
۴.س ج. چون با'ماه'
۵.ی ل.'خط'
۶.س ج.'او'جای دگر
۷.ی کس ج.'روزی'دگر
۸.ی ف.'خاکند بجی'
۹.ی ل، س ل.'ما'خواست
۱۰.ی ف.'و'اضافی دارد

پیش ازین داشت هلالیّ سر سودای کسی
دید [1] زلف تو و [2] افتاد [3] به سودای دگر

به این [4] آن کرد به یك بار تماشای رخت
که مرا یار نیامد ز تماشای دگر

غزل ۹۱

با رخِ [5] زرد آمدم سوی [6] درت ای سرو ناز
یعنی آوردم به خاك درگهت روی نیاز

دولتِ حسن و [7] جوانی یك دو روزی [8] بس نیست
در نیاز مانگر چندین به حسنِ خود مناز

عمر بگذشت و شبِ تاریك هجر آخر نشد [9]
باشبم [10] کوتاه می بایست یا عمرم دراز

تاب بیماری ندارم پیش ازین هان [11] ای طبیب [12]
یانسیم روحِ پرورده [13] یا سمومِ جانگداز

---

۱. ی ك، ی ف، س ج. 'دیده'
۲. ی ك، ی ف، س ج. 'و' ندارد
۳. س ج. 'افتاده'
٤. (نوث) در 'ی ك' این شعر اضافی است:
به این آن کرد به یك بار تماشای رخت   که مرا یار نیامد ز تماشای دگر
٥. (نوث) در 'ی ف' این غزل (شماره ۹۱) از اوّل تا آخر نیست:
با رخ زرد آمدم سوی..........   ....از مردمان پاکباز
٦. س ك. سوی 'من در برت'
۷. س ج. 'و ندارد'
۸. س ك. 'روز' بس نیست
۹. س ج. آخر 'رسید'
۱۰. ی ك، 'یا سمیم روح پرور یا شموم جانگداز'
۱۱. س ك. 'هان' ندارد
۱۲. س ك، ی ف، س ج. 'فلك'
۱۳. س ك. 'یا سمیم کو ماه می بایست یا عمرم دراز'

مـــردم [۱] چشـــم هـــلالـــیّ پـــاك مـــی بـــاز [۲] و نـــظـــر
روی خـــود پـــنـهـــان مـــکـــن از مـــردمـــان پـــاکـبـــاز

غزل ۹۲

عـــمـــر رفـــت و از تـــو مـــارا صـــد پـــریشـــانـــی هنوز
وه چـــه عـــمـــرســـت این کـــه حـــال [۳] مـــا نـــمـــی دانـــی هنوز
یك [۴] نـــظـــر دیـــدم آن [۵] بـــه راز آن عـــمـــری [۶] گـــذشـــت
دیـــدهـــا بـــرهـــم [۷] نـــه مـــی آیـــد ز حیـــرانـــی هـــنـــوز
چیســـت [۸] چـــنـــدیـــن [۹] التـــفـــاتِ آشـکـــارا بـــا رقیـب
جـــانـــبِ مـــا یك نـــظـــر نـــا کـــرده پـــنـهـــانـــی هـــنـــوز
در صفِ طـــاعـــت نشستـــم روی دل ســـوی بتـــان
کـــافری [۱۰] صـــد بـــار بهتر [۱۱] زیـــن مســـلـــمـــانـــی هـــنـــوز
پیـــش ازین روزی [۱۲] هـــلالـــیّ تـــرك خـــوبـــان کـــرده [۱۳] بـــود
مـــی کـــنـــد خـــود را مـــلامـــت از [۱۴] پشیـــمـــانـــی هـــنـــوز

---

۱. س ج. 'هر دمی' که از
۲. ی ك. 'میسازد'، س ك. 'نارد در'
۳. س ج. حال 'دل' ما
۴. ی ف. ی ك 'زمان'
۵. ی ف، ی ك، س ك، س ج. 'دیدارت'
۶. ی ف. 'عمر' گذشت
۷. ی ف. 'برام' نمی آید
۸. ی ف. 'نیست'
۹. ی ف. چندین 'ما التفاتی'
۱۰. ی ك. 'کافر' صد بار
۱۱. س ك. 'بهر' زین
۱۲. ی ف. 'خود گر' هلالی
۱۳. ی ف. خوبان 'کرد'
۱۴. ی ف. 'زین'

غزل ۹۳

قدِ[1] تو عمر دراز[2] ست و سرو گلشن ناز[3]
بیا[4] و سایه فگن بر سرم به عمر[5] دراز
ز[6] گریه بی تو مرا بسته بود راه نظر
تو آمدی نظر[7] می کنم به روی تو باز
چراغِ عشرت من مرد بر تو ظاهر[8] نیست
بیا که پیش[9] تو[10] روشن کنم به سوز و گداز
ز آسمان و زمین فارغیم[11] در ره عشق
درین سفر چه[12] تفاوت کند نشیب و فراز
به روی زرد هلالیّ ز روی ناز ببین
که از جهان بتو آورده است روی نیاز

غزل ۹٤

ازان چه سود که نوروز شد جهان افروز
که بی تو روز و[13] شب ما برابرست امروز

۱.(نوٹ)در'ی ف'این غزل(شماره۹۳)از اول تا آخر نیست :

قد تو عمر درازست و سرو.......... ....آورده است روی نیاز

۲.ی ك.'در است'   ۳.س ك.'گلشن 'باز'

٤.ی ك. 'بیاد'سایه   ٥.ی ك.'چو عمر'

٦.(نوٹ)در'س ك،س ج'این شعرنیست :

ز گریه بی تو ....می کنم به روی تو باز

۷.ی ك.'نظر'می کنم   ۸.س ك،س ج.'گر ز یاد هجرتو مرد'

۹.س ج.پیش'من'   ۱۰.س ج.'و'

۱۱.س ج.'فارغم'   ۱۲.س ك.سفر'که'

۱۳.س ك،س ج.'و'ندارد

اگر به قصدِ دلم دست سوی[1] تیغ بری[2]
به پای خویشتن آید چو مرغ[3] دسر[4] آموز

دلم به ذوقِ[5] شکر خنده تو بد خوشد[6]
کجاست غمزه[7] خونریز[8] و ناوکِ دلدوز

به دفع لشکر غم صد سپه بر انگیزم
ولی چه شد که به چشمم نمی شود[9] فیروز

دگریه گفتمش ای مه به عاشقان می ساز
به خنده گفت هلالیّ به داغ ما[10] می سوزد

غزل ۹۵

عید شد هر گوشه خلقی ماه نو دارد هوس
عید[11] ماروی تو و ماه نو ابروی تو پس

می رسی[12] خندان و می گوی مبارك بادِ عید
همچو عیدِ ما مبارك نیست عید[13] هیچکس

در غمت گر جان به دشواری[14] وهم معزور دار
زانکه دلتنگ[15] است و آسان بر نمی[16] آید نفس

---

۱. ی ف. 'روی بسوی' ۲. س ك، س ج. 'سوی تیغ دست بری'
۳. ی ف. چو'تیغ' ۴. س ج. 'در پرواز'
۵. س ك. 'بباد'، ی ك. 'به شوق'، س ج. 'ز لعل' ۶. س ك، ی ك، س ج. 'پر خون شد'
۷. س ك. 'سره' ۸. ی ف. 'خوبان' و ناوك
۹. ی ف. 'می شود' ۱۰. ی ف، ی ك. 'نا می سوزد'
۱۱. ی ك، س ك، ی ف، س ج. 'گوشهٔ ابرو نمودی عید ما اینست و بس' ۱۲. س ك، س ج. 'می روی'
۱۳. س ج. 'عیدی' ۱۴. س ك. 'به رسوای'
۱۵. س ك. 'بشکست وا که' ی ك. 'تنگم من' ۱۶. ی ف. 'بر می' آید

باز رفت[۱] ای دل چه سود از نالهٔ شبگیر تو
صاحبِ محمل فراغت دار از بانگِ جرس

نالهٔ می کردم سگ کویش به فریاد رسیدم
من نمی دانم[۲] کز آنجا آمدن این فریاد رس

گر دل و جانِ هلالیّ ز آتش غم سوخت سوخت
بر سرِ کوی تو هرگز[۳] گو مباش این خار و خس

پیش[٤] رخسار تو دل در سینه دارد اضطراب
همچو آن مرغی باشد موسم گل در قفس

غزل ۹٦

خواهند عاشقان دو[٥] مراد از خدای خویش
هجر از برای غیر و وصال از برای خویش

گر[٦] دل کوی دوست نیاید غریب[۷] نیست
جایی نرفته[۸] است که آید[۹] به جای خویش

---

۱. ی ف. 'صبر کو' ی ل. 'یار رفت'   ۲. ی ف. 'من سگ کویش' س ل. 'من سگ کوی آنجا باشد فریاد رس'
ی ل. 'من سگ کوی کز آنجا آید از فریاد رس' س ج. 'من سگ کوی که آنا باشد این فریاد رس'
۳. ی ف. 'برسر کویش کز آنجا آمد این فریاد رس'   ٤. در نسخه اساسی این شعر نیست :
پیش رخسار تو دل در .... موسم گل در قفس
٥. ی ف، س ل. عاشقان 'و' مراد   ٦. ی ف. 'از' دل. در ی ل. این شعر نیست :
گر دل کوی دوست .... آید به جای خویش
۷. س ل، ی ف. 'نیامد عجیب مدار'   ۸. س ل. جایی 'رفته' است
۹. ی ف. 'آمد'، س ل. 'نیاید'

ای من گدای کوی تو گر نیست رحمتی
باری نظر دریغ مدار از گدای خویش
صد بار آشنا شدهٔ با من [1] و هنوز
بیگانه وار می گذری [2] ز آشنای خویش
حیفست هر جفا که به اغیار می کنی
بهرِ خدا که حیفست مکن [3] هر جفای [4] خویش
زاهد برو که هست مرا با بتانِ شهر
آن حالتی کی نیست ترا با خدای خویش
چون خاك پای تست هلالیّ به صد نیاز
ای سر و نازپا [5] مکش از خاك پای خویش
قدر [6] جفای تست فزون از وفای ما
پیش جفا تر خجلم از وفای خویش
کم شد دلم بآه و فغان دیگرش مجوی
پیدا سازد درد سری ازی برای خویش

غزل ۹۷

زاهد به کنج صومعه می نوش و [7] مست باش
باری [8] چو [9] دوزخی شدی آتش پرست باش

۱.س ك.'ولی'
۲.س ك.'می کرد'
۳.س ك.مکن'از'
٤.ی ك.'گدای'
٥.ی ك،ی ف.'سر'مکش
٦.در'س ج،ی ف' این اشعار اضافی است:

قدر جفای تست فزون از وفای ما — پیش فجا تر خجلم از وفای خویش
کم شد دلم بآه و فغان دیگرش مجوی — پیدا سازد درد سری ازی برای خویش

۷.س ج.'و'ندارد
۸.ی ك.'آری'
۹.س ك.چو'ندارد'،س ج.'تو'

ای سرو اعتدال قدمش نیست چون ترا
خواهی بکند جلوه نما[1] خواه پست باش

از[2] خون نشسته ایم به خونریز بر مخیز
بنشین دمی و همدم[3] اهلِ نشست باش

ای دل سری[4] به عالمِ آزادگی[5] برار
یعنی به قیدِ[6] عشق کسی پای پست باش

مگشان زبان طعن[7] هلالیّ به عیب[8] کس
مارا چکار کو دگری[9] هر چه هست باش

غزل ۹۸

آه ازان[10] شوخ که تا سر نشود[11] خاک درش
بر[12] سرِ عاشق بیچاره[13] نیفتد گذرش

ای که از عاشقِ خود دیر[14] خبر می پرسی
زود باشد[15] که بپُرسی[16] و نیابی خبرش

---

۱. س ل. 'نما' ندارد. ی ف. 'کنی'
۲. ی ف، س ل، ی ل، س ج. 'در' خون نشسته
۳. ی ف. 'و هم' اهل نشست
۴. ی ل. 'ز' عالم
۵. س ج. 'دیوانگی' برار
۶. س ل. 'به قتل'
۷. ی ف. 'خویش'
۸. س ج. 'به عیش'
۹. س ج. 'کی'
۱۰. ی ف. 'ازین' شوخ
۱۱. ی ف. 'شود' خاک
۱۲. س ل. 'سیز' سر عاشق
۱۳. س ج. 'بیمار' نیفتد
۱۴. س ج. 'هیچ' خبر
۱۵. س ج. 'برباش'
۱۶. س ج. 'نپرسی'

آه سرد[۱] از دل پُر درد کشیدیم سحر
غافلان[۲] نام نهادن[۳] نسیمِ سحرش

همچو فرهاد بهر کوه[۴] که بردم[۵] غم خویش[۶]
زیر این[۷] بار گران سنگِ شکستم کمرش

زاهد از عشق بتان خواست مرا توبه دهد
مدّعی بین که خدا[۸] عقل نداد این قدرش

منظرِ چشم هلالیّ و طنش[۹] باد که هست[۱۰]
میل هم صحبتی مردم صاحب نظرش

غزل ۹۹

روزی که بر لب[۱۱] آید جانم در[۱۲] آرزویش
جان را به اوسپارم تن را به خاکِ کویش

چون از وصال آن گل[۱۳] دیدم که نیست رنگی
آخر به صد ضرورت قانع شدم بتویش

۱.س ک.آه'زرد'
۲.س ک،ی ف،س ج.'عاقلان'نام
۳.س ک،ی ک،س ج.'نهادند'ی ف.'نهادم'
۴.ی ک.'نه'که
۵.م ک.'گفتم'
۶.س ج.'خود'
۷.س ک،ی ف،ی ک،س ج.'آن'بار گران
۸.س ک.'مدد'س ج.'بزد راه'
۹.س ج.'ز پیش'
۱۰.س ک.'کرش'
۱۱.س ک.'جانم آید بر لب'
۱۲.ی ف.'به'آرزویش،س ج.'ز'آرزویش
۱۳.ی ف.'گل'ندارد

خـــورشیـــد روی اورا نسبـــت بـــه مـــاه کـــردم[1]

زیـــن کـــار نـــا مـــنـــاسـب شـرمـنـده ام رویـــش

مـســـکیـــنِ دل از ســـلامـــت آوارۀ جـهـــان[2] شـــد

ای بـــاد اگـــر بـــه بیـنـی از مـــا[3] ســـلامِ گـــویـــش

دهـقـــان ز جـوی تـــا کـم سیـــراب ســاخــت[4] یـــا رب

از آبِ زنـــدگـــانـــی خـــالـــی مبـــاد جـــویـــش

از جُسـت و[5] جـو ی و صلـش[6] مـنـعـم مکـن هلالـیؔ

گیـــرم کـــه هـم نیـابـم شـادم بجُسـت و[7] جـویـــش

غزل ۱۰۰

کـــار مـــن فـریـــاد و افـغـــان است دور از یـــار خـویـــش

مـــرد مـــان در کـــارِ مـــن[8] حیـران و مـــن در کـــارِ خـویـــش

ای طبیـــبِ دردمـــنـــدان ایـــن تـغـــافـــل تـــا بـکـــی

گـــاه گـــاهـــی مـــی تـوان پُرسید[9] از بیـمـــار خـویـــش

گـــرد کـویـــت بیـــش ازیـن عشـاق مسکین را[10] بسوز[11]

دود دلـهـــا[12] رانـگـهـــی کـن بـــر در[13] و دیـــوار خـویـــش

---

۱. ی ک. بماه'دادم'

۲. س ک.'شد جهان'

۳. س ج. از'من'

۴. ی ف.'ساخته'یا رب

۵. ی ف، س ج.'و'ندارد

۶. س ج.'وصلت'

۷. س ج.'و'ندارد

۸. س ج.'خود'حیران

۹. ی ک، ی ف، س ج.'پرسیدن'

۱۰. س ک. را'چندین'

۱۱. س ک، ی ف، ی ک.'می سوز' س ج.'دلها می سوز'

۱۲. س ک.'در دلهای که' ی ف.'درد دلها'، س ج.'درد دلها نگه'

۱۳. س ج.'بروز'

چند بهرِ قتل من آزرده سازی خویش
رحم فرما بگذر از قتلِ من و آزارِ خویش
تا هلالیّ را به سوزِ عشق پیدا شُد سری [1]
می گدازد همچو شمع از آه آتش بارِ خویش

غزل ۱۰۱

ای کجی آموخته پیوسته از ابروی خویش
راستی هم یاد گیر از قامتِ دلجوی خویش
کعبه [2] ما کوی تُست از کوی خود ما را مران
قبلهٔ ما روی تُست از ما [3] مگر دان روی خویش
سر [4] به بالینِ فراغت هر کسی شب تا بروز
ما و غمهای تو و [5] سر [6] بر سر زانوی خویش
شب چو [7] بر خاکِ درت پهلو نهادم گفت دل
من ز پهلوی تو در عیشم تو از پهلوی خویش
چون هلالیّ را فلك سر گشته می دار و چنین
بی جهت می نالد از ماه هلال ابروی خویش

غزل ۱۰۲

گر من ز شوقِ خویش [8] نویسم به یارِ خط
یك حرف ازان ادا نشود در هزار خط

---

۱. س ج. پیدا شد 'بلی'
۲. س ج. 'ما' ندارد
۳. ی ف. 'من' مگردان
۴. ی ف، س ك. 'سبب'
۵. ی ف. تو 'در'
۶. س ج. 'سر' ندارد
۷. ی ك. 'چو' ندارد س ك. 'كه'
۸. س ك. خویش 'دل' نویسم

مارا به دورِ حسن تو با تو خطان چه کار
تا روی ساده هست نیاید به کارِ خط

خط گو مباش کرد رخت ده چه[1] حاجت است
مجموعه جمال ترا بر کنارِ خط

زین پیش حسن خطّ بتان معتبر نبود
در دورِ عارضِ تو گرفت اعتبار خط

از خط[2] روزگار مکش سر که عاقبت
بر دفترِ حیات[3] کشد روزگار خط

خوش[4] صفحه ایست روی تو یا رب که تا ابد
هرگز بر آن ورق نفشاند غبار خط

قاصد بغیر چند بری خط دوست را
یکبار هم به نامِ هلالیّ بیار خط

غزل ۱۰۳

ترک[5] یاری از وصلِ تو یار آن را چه خط
دشمنِ احباب کشتی دوست در آن راچه خط

جشمِ من از[6] گریه نابیناست چون بیند رُخت
از تماشای چمن ابر بهاران راچه حظ

۱.س ک،ی ک،ی ف،س ج.'وه'
۲.ی ف.'خطه'روزگار
۳.س ک.'حساب'کشد
٤.نوٹ:در نسخه اساسی این بیت ندارد.
٥.(نوٹ)در'س ک،س ج'این غزل(شماره۱۰۳)از اوّل تا آخر نیست:
ترک یاری کردی از وصل تو.......... ....گل عذار آن را چه خط
٦.ی ف،ی ک.'کز'گریه

چون ندارد وعدهٔ وصل تو امکان وفا
غیر داغِ انتظار امید و از آنرا چه خط
درد بی [1] درمان خوبان چون نمی گرد و [2] قرار
دردمندان را چه حاصل بی قرار آن را چه خط
میدهد خاکِ رهش خاصیت آبِ حیات
ورنه زین گرد مذلت خاکسار آن را چه خط
آن [3] سوار از خاکِ ما [4] تا کی بر افشاند [5] غبار
از غبار انگیختن یارب سوار آن راچه خط
یارب از قتل هلالیّ چیست مقصود بتان
از هلاك عندلیببان گلعذار آن راچه خط

غزل ۱۰٤

ما [6] که از سوز تو گریهٔ زاریم چو شمع
خبر از سوختن خویش نداریم چو شمع
تابِ هنگام [7] اغیار نداریم که ما
کُشته و [8] سوختهٔ خلوتِ [9] یاریم چو شمع
ما که داریم دل دیده پُر از آتش [10] آب
چون نسوزیم چرا اشك نباریم [11] چو شمع

۱.ی ف.'دل'
۲.ی ك،ی ف.'و'ندارد
۳.(نوٹ)در'ی ك'این شعر نیست :
آن سوار از خاك ما تا .... یارب سوار آنرا چه خط
٤.ی ف.'من'تا کی
٥.ی ف.بر'انگیزد'غبار
٦.س ج.'تا'که
۷.ی ك.'بیگانه'
۸.س ج.'و'ندارد
۹.ی ف.'خلوت'ندارد
۱۰.ی ك،س ك،س ج.آتش'و'آب
۱۱.ی ك،س ك،ی ف.'نباریم'

هست چون آتشِ ما بر همه[۱] عالمِ روشن
سوز[۲] خود را به زبان[۳] بهر چه[۴] آریم[۵] چو شمع

ای نسیم سحر از صبح و صالش خبری
ما[۶] همه خنده زمان[۷] جان بسپارم چو شمع

پیشِ تیغ[۸] تو سر از تن[۹] بگذاریم ولی
شعله شوقِ[۱۰] تو از سر نگذاریم چو شمع

سوخت صد بار هلالیّ جگر ما شب هجر[۱۱]
ما جگر سوخته این شب تاریم چو شمع

غزل ۱۰۵

مهوشان در نظر کج[۱۲] نظر آنند دریغ
انجم انجمن بی بصر آنند دریغ

از گرفتاری احباب ندارند خبری[۱۳]
خوبرویان جهان بی خبرانند[۱۴] دریغ

گلعذار[۱۵] آنکه نمودند سر[۱۶] از پردهٔ ناز
چو نه کنم[۱۷] هم نفس پرده درآنند دریغ

۱.س ج.'روشن از'
۲.س ج.'هنوز'خود
۳.س ک.'بدرون'
۴.س ج.چه'زود'
۵.س ک.'آریم'
۶.ی ک،ی ف،س ج.'تا'همه
۷.ی ف.'کشان' س ج.'زنان'
۸.س ک.'سیر'تو
۹.ی ف.'جان'س ک.'تو سرازتن'ندارد
۱۰.س ج.'را از شوق تو'
۱۱.س ج.'و روز'
۱۲.س ج.'کز'
۱۳.ی ک،س ک،ی ف،س ج.'خبر'
۱۴.س ج.'بصبرانند'
۱۵.(**توط**)در'س ک،س ج'این شعر نیست :
گلعذار آنکه نمودند .... پرده درانند دریغ
۱۶.ی ک،ی ف.'رُخ'از پرده ناز
۱۷.ی ک،ی ف.'صبا'

چشمِ[1] ما[2] پُردر و لعل است ولی سیمبران

چشمِ بر لعل و در[3] بد گهرآنند دریغ

ما[4] نه خواهیم جز[5] از خیل بتان یار دگر

لیکن[6] این طائفه یارِ دگرآنند دریغ

همچو عمر از صف عشاق روان می گذری[7]

عاشقانِ عمر چنین می گذرانند دریغ

تازه شد داغِ هلالیّ زغم[8] لاله[9] رخان

همه داغ دل خونین جگرآنند دریغ

غزل ۱۰۶

خوبان اگر چه هر طرف[10] می کشد صف

تو درمیان جان منی جمله بر طرف

حالا به پای بوس خیالت مشرّفیم[11]

گر دولت وصال تو یابم[12] زهی شرف

۱.(توف) در'ی ک'این اشعارنیست :

چشم ما پُردُر و لعلست ....و در بد گهرانند دریغ

ما نخواهیم جز از............ ....دگرانند دریغ

۲.ی ف،س ک.'ما'ندارد.پر از دور

۳.س ج.'درّی'

۴.ی ف.'من'نخواهیم س ک،س ج.'تا'نخواهیم

۵.ی ف،س ک،ی ک،س ج.'به جز'

۶.س ک.'لیک'این طایفه

۷.ی ک،ی ف،س ک،س ج.'می گذرد'

۸.ی ف.'ز'هجر'لاله

۹.س ک.'ماه'رخان

۱۰.س ک.'طرفی'می کشد

۱۱.س ک،ی ف،ی ک،س ج.'مشرّفم'

۱۲.س ک.'ما یم'

دور از تو نو بهار جوانی به باد رفت

عمر چنان[1] عزیز چرا شد چنین تلف

چشمت مرا نشانهٔ پیکان غمزه ساخت

وه چون کنم که تیرِ بلا را شدم هدف

از[2] دیده طفل اشك جدا شد دریغ از و

تا آن دُرّیتیم کجا شد[3] ازین[4] صدف

ره می زنند و عربده[5] آهنگ می کنند

با ما[6] ببین که درجه[7] مقامند چنگ ودف

کوته مباد دست هلالیّ ز دامنت

کس دامنِ وصال ترا چون دهد ز کف

غزل ۱۰۷

وه که رفت آن ماه[8] و بر[9] ما کرد بیداد از فراق[10]

از فراقِ او به فریادیم و فریاد از فراق

یار با اغیار و من محروم کی باشد[11] روا

دشمنان شاد از وصال و دوست نا شاد از فراق

---

۱. ی ك. 'اینچنین'، س ك، س ج. 'چنین'

۲. (توف) در'ی ف' این شعر نیست :

از دیده طفل اشك .... کجا شد ازین صدف

۳. ی ك. 'رفت'

۴. ی ك. 'زین'

۵. س ك. 'عیرند'

۶. س ك. 'با من'

۷. س ك. 'ار چه'

۸. ی ك، ی ف، س ك، س ج. آن ماه 'شوخ'

۹. س ك. 'تا'

۱۰. ی ف. 'از فراق' ندارد

۱۱. س ك. 'از دیدار او'

در فراقت عالم[1] هر[2] مشکل مشکل ترست
هیچکس را این چنین مشکل نیفتاد از فراق

آنکه روزم راسیه کرد ازفراقت همچو شب
روزِ او چون روزگار من سیه باد از فراق

دارد[3] و[4] فریاد[5] هلالیّ گفته از دست کیست
این تغافل چیست فریاد از تو و[6] داد از فراق

در[7] بهار از نگهت گل بوی وصلت یافتم
وه که آید خزان و می دهد از فراق

غزل ۱۰۸

نیست غم گر شد گریبان من از غم چاك چاك
سینه ام چاك است[8] از چاك[9] گریبان خود[10] چه باك

میکشی بر غیر تیغ و می کشی[11] از غیرتم
از هلاك دیگران بگذر که خواهم شد هلاك

نیست جان را باتن پاك تو اصلاً نسبتی
این[12] تنِ پاك تو صِدره پاکتر از جان پاك

۱.س ك.فراقت'حال'
۲.س ك.'از'مشكل
۳.ی ك.'درد'
۴.س ج،ی ف.'و' ندارد
۵.ی ك.'فریادم'س ج.'فریادی'
۶.س ك.'از تو وداد'ندارد.س ج.'و'ندارد
۷.(نوث)در'س ك'این شعر اضافی است :
در بهار از نگهت......   ....و می دهد یاد از فراق
۸.ی ك،ی ف،س ك،س جس ك،ی ف.است'و'
۹.س ك.'خاك گریبانم'
۱۰.س ك،ی ك.'خود چه'ندارد
۱۱.س ك.'و'ندارد
۱۲.ی ف.'ای'تن پاك

خاکِ [1] آدم را ازان [2] گل کرد استادِ ازل

تا چنین نازک نهالی [3] برد [4] زان آب و خاک

از غم ما فارغی [5] گویا نمی دانی که ما

درد مندانیم و آه ما به غایت درد ناک

می پرستانرا ز می هردم حیات [6] دیگرست

آب حیوان ریخت گویا باغبانِ در جوی تاک

گر [7] هلالیّ چند روزی در لباس زهد بود

باز در کوی خرابا تُست مست [8] و جامه چاک

غزل ۱۰۹

آمد [9] بهار و [10] خوشدلم [11] از رنگ و بوی گل

آن که [12] می کشم دو سه روزی بروی گل

گل دیدم آرزوی کسی در دلم فتاد

کز دیدنش کسی نکنند آرزوی گل

---

۱. (**نوٹ**) در 'ی ف' این شعر نیست :

خاک آدم را ازان گل کرد........ .... نهالی زان آب و خاک

۲. ی **ك**. 'ازین' گل

۳. س **ك**. 'نهالان'

۴. ی **ك**. 'کرد پیدا' س ك. 'می دارد'

۵. ی ف. 'فارخی'

۶. ی **ك**. 'حیاتی' ی ف. 'خیالی'

۷. س **ك**. 'تا' هلالی

۸. ی ف، ی ك. 'و' ندارد

۹. (**نوٹ**) ی ف' این غزل (شماره ۱۰۹) از اوّل تا آخر نیست:

آمد بهار و خوش دلم........ .... و از گفتگوی گل

۱۰. ی **ك**، س **ك**، س ج. 'و' ندارد

۱۱. س ج. 'خوش دل من'

۱۲. ی **ك**، س **ك**، س ج. آن 'به'

این دم که بوی دلکش گل میدهد نسیم
بسی دلکش است کشت گلستان سوی [1] گل
خوش آنکه یار باشد و من در حریم باغ
من سوی او نظر فگنم او بسوی گل
دید آن دو رخ هلالیّ و [2] آسوده دل نشست
از جستجوی لاله و [3] از گفتگوی [4] گل

غزل ۱۱۰

ظاهر [5] نکنم پیش رقیبان الم دل
با مردمِ منعم [6] نتوان گفت غم دل
جان [7] کن بدل و دیده که غیر از تو نشاید
سلطان سرا پردهٔ [8] چشم و حرمِ دل
ای صبر کجایی که زحد می گذرد باز [9]
بر دل ستم آن مه و بر من [10] ستمِ دل
پای [11] دلم افگار شد از خار ره عشق
ای کاش [12] به این ره نرسیدی قدم [13] دل
در عشق تو رسوای جهان است هلالیّ
گاه [14] از غمِ بسیار و گه [15] از صبر [16] کمِ دل

---

۱. ی ک،س ک،س ج.'بوی'گل
۲. س ج.'و'ندارد
۳. س ج.'و'ندارد
٤. ی ک،س ک،س ج.'گفتگوی'
٥. ی ک.'ظاهر'ندارد
٦. ی ف.'تیغم'ی ک.'بیدل'
٧. س ج.'جا'کن
٨. س ج.'ای شوخ پری چهره کنون در حرم دل'
٩. س ج.می گذرد'ناز'
١٠. س ج.'جان'
١١. س ک.'ای مه'
١٢. س ج.'رای'باین
١٣. س ج.نرسیدی'قدمی'
١٤. س ج.'گه'از غم
١٥. س ج.'کهی'
١٦. س ج.'الم'

غزل۱۱۱

ای[۱] که از خوبانِ مراد ما تویی مقصودهم
چون تویی هرگز نبودست و نخواهد بود هم

بس که بخت[۲] بد مرا کشته دارد چون[۳] فلك
از فلك ناشادم و از بخت ناخُشنودهم

گر درِ عشرت بر دیم گلِ نخواهد کرد عشق[۴]
چشم من[۵] گریان چرا شد چهره گرد آلود هم

سوزِ خود را چون نهان دارم کزان رخسار و زلف[۶]
در دل افتاد آتش و[۷] از جان بر آمد[۸] دودِ هم

چون دلِ از هلالیّ بی تو افغان بر کشید
چنگ بر[۹] درد دلش در ناله آمد[۱۰] عود هم

تا[۱۱] بسودای تو افتادیم در بازار عشق
از زیان هر دو عالم فارغم از سوریم

آخر ای آرام جانها رحمتی فرما که من
سینه مجروح دارم جان غم فرسودیم

۱.(توث)در'ی ف'این غزل(شماره۱۱۲)از اوّل تا آخر نیست :

ای که از خوبان مراد.........   ....در ناله آمد عود هم

۲.س ج.'ای بس که ما را بخت'   ۳.س ك.'چون دارد'فلك

۴.س ج.'باز'   ۵.س ج.'گریانم'

۶.س ك.رخسار و'گل'   ۷.س ك.'و'ندارد

۸.س ك،ی ك.'آید'دود هم   ۹.س ك،ی ك.'پر'درد دلش

۱۰.س ك.'و عود'   ۱۱ (توث)در'ی ف،س ج'این اشعار تابسودای تو افتادیم.........تا.........جان غم فرسودیم اضافی است۔

غزل۱۱۲

خود را نشان[1] ناوکِ بد خوی خود کنم

رویش به این بهانه مگر سوی خود کنم

آئینه[2] وار صاف شدم از غبار غیر

باشد که روی او طرف روی خود کنم

سر[3] موی من هزارِ زبان باد در[4] غمش

تا من حکایتِ از غمِ یك موی خود کنم

شبها[5] که سر گران شوم از ساغرِ فراق

بالین خود هم[6] از سرِ زانوی خود کنم

تا[7] در حریمِ[8] کوی تو پهلو نهاده ام[9]

هردم هزار عیش ز پهلوی خود کنم

امشب ز[10] وصف غیر[11] هلالیّ خموش باش

تا من سخن ز ماهِ سخن گوی خود کنم

۱.س ك.'نشایه'ناوك

۲.(نوٹ)در'ی ك،س ك،ی ف،س ج'این شعر نیست :

آئینه وار صاف شدم .... او طرف روی خود کنم

۳.س ك،ی ك،ی ف،س ج.'هر'موی

۴.س ك،ی ك.'از'غمش

۵.س ج.'تنها'که سر گران

۶.س ك.'خویش'ی ف.'هر دم هزار عیش ز پهلوی'

۷.(نوٹ)در'ی ف'این شعر نیست :

تا در حریم کوی .... ز پهلوی خود کنم

۸.س ك.حریم'هوای'خود

۹.س ج،ی ك.نهاده'ایم'

۱۰.س ج.'امشب ز'فلك'

۱۱.س ج.'غیر'ندارد

غزل۱۱۳

بـه راهت بینم [۱] و از بـی خودی در [۲] رهـگـذر غـلـطم

بـه هـر جـا پـا نهی از شوقِ مـا [۳] بوسـت بـه سـر غلطم

بـه هـر پهلو کـی مـی افتم [۴] بـه پـهلوی سگـت شهبا [۵]

نـمـی خـواهـم کـزان پهلو بـه پـهلوی دگر غـلـطم

بـه امیدی [۶] کـی روزی [۷] بـر سرم آید سبك [۸] کـویـت

دران گـوهـر شبـی تـاروز ور خـون جـگـر غـلـطم

چـنـان زار و ضـعـیـفـم در هـوای سـر و [۹] بـالایـی

کـه هـم چو خـار و [۱۰] خـاشـاك از دم بـاد سحـر غلطم

نـمـی خـواهـم کـه از بـزمِ وصـال [۱۱] او [۱۲] روم [۱۳] بیـرون

کـرم کـن سـاقیـا جامـی کـه از [۱۴] خـود بیخبـر غـلـطم

پـر [۱۵] در وقـت بسـمـل از تـو مـی خـواهـم چـنـان رحمی

کـه عـمـری نیـم بسـمـل بـاشـم و بـر خـاك در غـلـطم

۱.ی ف.براهت'می روم'

۲.ی ف،س ك،ی ك،س ج.'بر'رهگذر

۳.ی ف،ی ك،س ج.شوق'پا'بوست

۴.ی ف.'می غلطم'ی ك.'افتد'

۵.ی ف،س ك.'تنها'

۶.ی ف.'به امید'

۷.ی ف.'روز'بر سرم

۸.ی ف.'سگی'کویت.

۹.س ك،س ج.'قد و بالائیت'ی ف.'بالایت'

۱۰.س ج.'و'ندارد

۱۱.ی ف.'وصالت'

۱۲.س ك.'تو'

۱۳.ی ف.'آورم'.ی ك.'شوم'

۱۴.س ك،ی ك،ی ف،س ج.'آنجا'

۱۵.(نوٹ)در'ی ك'این شعر اضافی است :

پـر در وقـت بسـمـل از تـو مـی......... ....و بـر خـاك در غـلـطم

هلالیّ چون سرا در کوی آن به[۱] نتوان بینی
بگیر از دستم و بگذار[۲] تا از پای[۳] در غلطم

غزل ۱۱٤

بحمد اللّٰه[٤] که جان بر باد رفت و خاک نشد تن هم
ز پند[٥] دوست فارغ گشتم و از قید[٦] دشمن هم
دلا صبری[۷] کن و زینسان مرو هر لحظه در[۸] کوش
کزین بی طاقتی آخر تو رسوا می شوی من هم
ازین[۹] حسرت[۱۰] که ناگه سایهٔ او بر زمین افتد
نمی خواهم که شب مهتاب باشد روز روشن هم
شکستی در[۱۱] دلم خاری و می گوی برون آرم
بدین[۱۰] تقریب می خواهی که یابد[۱۲] زخم سوزن هم
چه[۱۳] گویم درد خود با کوه کن دردی که من دارم
نه تاب گفتنش دارم نه یارای شنیدن هم
شدم دیوانه و طفلان کشندم دامن از هر سو
گریبانم ز دست عاشقی خاکست دامن هم

---

۱. ی ف، ی ک. 'مه' — ۲. ی ف، ی ک. 'تا بار دگر'

۳. س ک. 'سر گردانی ازنالین که یکبار دگر غلطم' — ٤. (نوٹ) در 'ی ف' این این غزل (شماره ۱۱٤) از اوّل تا آخر نیست:
بحمد اللّٰه که جان بر باد رفت.......... ....و چشمت ناوک افگن هم

٥. س ج، ی ک. ز 'بند' دوست — ٦. ی ک، س ج. 'طعن' س ک. 'لعن'

۷. ی ک. 'به' کن — ۸. ی ک. 'هر دم به کوی او'

۹. س ک. 'به این' — ۱۰. ی ک، س ک. 'غیرت' که ناگه ۹. س ج. 'بر' دلم

۱۱. ی ک، س ک، س ج. 'به این' — ۱۲. ی ک، س ک. 'ماند زخم' س ج. 'سازی' زخم

۱۳. در 'ی ک' این دوتا شعراز: 'چه گویم درد خود را..........تا...............عاشقی خاکست دامن هم. اضافی است۔

دل و جــان هــلالــیّ پیــش پیـکـانـت[1] سـر بــادا
کـه ابـرویـت کـمـاندار ست و چشمت ناوك افگن هم

غزل ۱۱۵

چـنـان[2] از پـا فـگـنـد روزم[3] آن رفتـار وقـامـت هـم
کـه فـردا بـر نـخیـزم بـلـکـه[4] فـردای قیـامـت هـم

رقیبــانــرا از آن لــب آب خـضـرسـت و دم عیسـیٰ
مـرا پیـوستـه آه حسـرت و اشكِ نـدامـت[5] هـم

اگـر مـن مـردم از سنگ[6] مـلامـت بـر سرِ کـویـش
پیـکان[7] کـوی او را[8] زنـده مـی خـواهـم سلامـت هـم

جـدا[9] زان مـه بـه مـردن آرزو مـی بـردم[10] ای هـجران
ربـودی نـقـد جـان از مـن کـرم کـردی کـرامـت هـم

سلامـت بـاشی[11] ای نـاصح سلامت[12] کـن هـلالیّ را
کـه در راهِ مـلامت[13] نیسـت در کـوی سلامـت[14] هم

---

۱. س ج. 'مژگانت' س ك. 'مژگان'

۲. (نوت) در 'ی ف' این غزل شماره ۱۱۵ از اوّل تا آخر نیست:

چـنـان از پـا فـگـنـد روزم.......... ....در کـوی سـلامـت هـم

۳. ی ك، س ك، س ج. 'امروز' آن رفتار

۴. س ك. 'ملك' فردای

۵. س ك. 'ملامت' هم

۶. ی ك. 'تنگ' ملامت

۷. س ك. 'سنگ' کوی

۸. س ك. 'من' زنده

۹. س ك. 'خدا' زان مه

۱۰. س ج. 'بردم' ای هجران

۱۱. ی ك، س ج. 'باش' ای ناصح

۱۲. س ك. 'را ملامت کن'

۱۳. س ك، ی ك، س ج. 'سلامت'

۱۴. س ك، ی ك، س ج. 'ملامت'

غزل۱۱۶

بس[1] از عمری که خود را بر سرِ کوی تو اندازم
ز بیم غیر نتوانم نظر سوی تو اندازم
ولی کز دست من شد آه گر روزی به دست آمد
کبابش سازم و پیشِ سبك کوی تو اندازم
نه بینم ماه نو را در خم طاق فلك هرگز
اگر روزی نظر بر طاق ابروی تو اندازم
تو می آیی و من از شوق می خواهم که هر ساعت
سرِ خود را به پای سرو دلجوی تو اندازم
به هر چندی که نا گه دولت وصل اتّفاق[2] افتد
چه باشد گر توانم[3] دیده بر روی تو اندازم
رقیبِ سنگِ دل زین سانکه جا کر دست پهلو یت
منی بیدل چه سان خود را به پهلوی تو اندازم
هلالیّ را دلِ[4] دیوانه در قید جنون اولی
اجازت ده که بازش در خمِ موی تو اندازم

غزل ۱۱۷

هر[5] شب به سر کوی تو از پای در اُفتم
و ز شوق تو آهی زنم و بی خبر اُفتم

۱.(نوٹ)در'ی ك،س ك،س ج'این غزل (شماره ۱۱٦)از اول تا آخر نیست:

بس از عمری که خود را بر سر.......... ....در خم موی تو اندازم

(نوٹ)ی ف.'در این غزل فقط سه اشعار وجود دارد'

۲.ی ف.'التفاق'افتد ۳.ی ف.'نتوان

٤.ی ف.'دل' ندارد ٥.(نوٹ)در'ی ك،س ك،س ج'این غزل (شماره ۱۱۷)از اول تا آخر نیست:

هر شب به سر کوی تو.......... ....آغشته به خون جگر افتم

گربار[1] غم انسیت که من می کشم از تو
با الله که اگر کوهِ شوم از کمر اُفتم

خواهم نی زنی[2] تیر و به تیغم به نوازی
تا در دمِ کشتن به تو نزدیک تر اُفتم

من بعد برانم که به بوی سرِ زلفت
بر خیزم و دنبال نسیمِ سحر افتم

به راهی[3] من بین که درین مرحله هر روز
از وادی مقصود به جای دگر افتم

ای[4] شیخ به محراب مرا سجده سفرما
بگذار خدا را که بر آن خاک در افتم

سیلابِ سرشك از مُژه بکشای هلالی
سپسند که آغشته به خون جگر افتم

غزل ۱۱۸

به[5] صد امید هردم گرد آن دیوار و در گردم
بسی امید وارم[6] آه اگر نومید بر[7] گردم

چه حسن است این که از یك دیدست[7] دید به[8] گردیدم
بیا تا بار دیگر بینم و دیوانه تر گردم

۱.ی ف. 'گر'یار'غم
۲.ی ف. 'نه' زنی
۳.ی ف. 'گل'راهی
۴.(نوت)در'ی ف' این شعر اضافی است:
ای شیخ به محراب مرا سجده ....که بر آن خاك در افتم
۵.(نوت)در'س ج'این غزل (شماره ۱۱۸)از اول تا آخر نیست:
به صد امید هردم گرد آن.......... ....ملامت را سیر کردم
۶.ی ك،س ك .'دارم'
۷.س ك.'و'بر گردم
۷.ی ف.'ولایت'دید
۸.ی ف،ی ك،س ك.'دیوانه'گردیدم

خدا را از سرِ بالین[1] من زود این چنین بگذر
دمی بنشین که بر[2] خیزم ترا بر گرد سر گردم
خبر[3] می پُرسم از جانان ولی ناگاه اگر یاری[4]
از و با من[5] خبر گوید من از خود بی خبر گردم
چون[6] آن فتنه در شهر من هم عاقبت روزی
شوم آواره و هردم به صحرای دگر گردم
زهر در کامدم در کوی تو هم چون سگم راندی
سگ کوی توام تا چند یا رب در بدر گردم
هلالیّ چون سپاه[7] انگیخت عشق آن کمان ابرو
به میدان آیم و تیر ملامت را سپر گردم

غزل ۱۱۹

یا رب غم بی رحمی جانان بکه گویم
جان از غم او سوخت غم جان بکه گویم
دردی[8] که مرا ساخته رسوا[9] همه دانند
داغی که مرا سوخته پنهان بکه گویم

۱.ی ف،ی ک،س ک.'این چنین زود از سر بالین من بگذرد'   ۲.ی ف.'بر'ندارد
۳.(نوٹ)در'ی ف' این شعر نیست:
خبر می پرسم از جانان .... من از خود بی خبر گردم
۴.ی ک.'روزی'   ۵.ی ک.'تا کس'
۶.(نوٹ)در'نسخه اساسی' این دو تا شعر از'چون آن فتنه در شهر من........تا.....یارب دربدر گردم' نیست
۷.ی ف.'سپاه'س ک.'شاه'   ۸.(نوٹ)در'ی ک' این شعر نیست:
دردی که مرا ساخته .... ساخته پنهان بکه گویم
۹.س ک.'رسوا'ندارد

گویند[1] طبیبان که بگو درد خود امّا
دردی که گذشتست ز درمان بکه گویم
اندوه تو نا گفته و در تو نهان به
این پیش که ظاهر کنم و آن بکه گویم
آشفته شد از قصهٔ من خاطر جمعی
دیگر چه کنم حال پریشان بکه گویم
نی[2] یار و نه غمخوار و نه کس محرم اسرار
رنجوری و مهجوری و حرمان بکه گویم
خلقی[3] همه با من[4] سخن وصل تو گویند
من چون کنم افسانهٔ به هجران بکه گویم
دور طرب افسوس که بگذشت هلالیؔ
دور دگر آمد غم دوران بکه گویم

غزل ۱۲۰

خواهم[5] که به زیر قدمت زار به میرم
هر چند کنی زنده دگر بار به میرم
دانم که چرا خون مرا زود[6] نریزی
خواهی که به جان کندن بسیار به میرم

۱.(نوٹ)این شعر در'س ج' این طور است:

گویند هلالی به طبیبان که بگو درد خود امّا　　دردی که گذشت است ز درمان بکه گویم

۲.(نوٹ)در نسخه اساسی این شعر نیست'

۳.(نوٹ)در'س ک،ی ف،س ج.'این شعر از'خلقی همه با من........تا.........غم دوران بکه گویم'نیست

۴.ی ک.'با هم'سخن وصل

۵.(نوٹ)در'س ک،س ج'این غزل (شماره ۱۲۰)از اوّل تا آخر نیست:

خواهم که به زیر قدمت............　　............اگر در قدم یار به میرم

۶.ی ک.'رود'نریزی

من طاقتِ نا دیدن روی تو ندارم
مپسند که در حسرتِ دیدار به میرم
خورشیدِ حیاتم[۱] به لبِ بام رسید ست
من نیز برانم که ازین عار به میرم
گفتی که ز رشکِ[۲] تو بلا کند رقیبان
آن به دران سایۀ دیوار[۳] به میرم
چون یار به سر وقت من افتاد هلالیؔ
وقت است اگر در قدم یار به میرم

غزل ۱۲۱

ای[۴] تو آرام دل و جان از تو دوری[۵] چون کنم
کز فتد دوری[۶] معاذ اللّٰه صبوری چون کنم
از تو دوری[۷] بی ضرورت نیست ممکن آه اگر[۸]
قصۀ پیش آید و افتد ضروری چون کنم
محنتِ هجران کشم با تلخی دوران چشم
یک تن بیمارِ و چندین به حضوری چون کنم
دور و از[۹] جانم به لب روزی[۱۰] به شب نزدیک شد
اللّٰه اللّٰه چون کنم از دست و روزی[۱۱] چون کنم

۱.ی ف.'خیالم'
۲.ی ک.'تنگ'تو
۳.ی ف.'دلدار'به میرم
۴.(نوٹ)این غزل (شماره ۱۲۱)در'س ج' ازاوّل تا آخر نیست :
ای تو آرام دل و جان از................ ....گلهای سوری چون کنم
۵.ی ف.'داری'
۶.س ک.'روزی'
۷.ی ف.'داری'
۸.ی ف.'جان من'
۹.ی ف.'دور'ز'جانم
۱۰.ی ف،م ک.'روزم'
۱۱.س ک،ی ک،ی ف.'دوری'

من که دل تنگم هلالیّ بی رخِ گلِ رنگ او[1]

خوش دلی از دیدنِ گلهای سوری[2] چون کنم

غزل۱۲۲

کز[3] جفایی رفت از جانان جدایی چون کنم

من سگِ این آستانم بی وفای چون کنم

به صد عمری آشنا گشتی به صد خونِ جگر

باز اگر بیگانه کردی آشنایی چون کنم

رفتی و در محنت جان کندنم بگذاشتی

گر بیایی زنده سانم و زیبای چون کنم

زاهده از نقل و می بیهوده منعم می کنی

من که رندی کرده باشم پارسایی چون کنم

گفته تا کی هلالیّ زار نالد[4] هم[5] چو عود

چون گرفتار به چنگ بی نوایی چون کنم

غزل۱۲۳

مشکل که رود هرگز داغت ز دل چاکم

با[6] لاله مگر روزی بیرون[7] دمد از خاکم

۱.ی ف،ی ک."دوست'   ۲.ی ف.'صوری'

۳.(نوث)این غزل (شماره ۱۲۲)در'س ج'،س ک. ازاوّل تا آخر نیست :

کز جفای رفت از جانان..............   ....بی نوائی چون کنم

۴.ی ک.'می'نالد   ۵.ی ک.'هم'ندارد

۶.ی ک،ی ف.'تا'لاله   ۷.ی ک،ی ف،س ک.'بر زندار'س ج.'بر زند از'

۸.ی ک.'هم'ندارد

هر روز بخون[1] ریزم آیی و رقیب از پی
زان واسطه[2] خوش حالم[3] زین واقعه[4] غمناکم

ای ترک شکار افگن شمشیر مکش بر من
یا آنکه بس[5] از کشتن بربندِ[6] به فتراکم

این دیده که من دارم[7] آلوده به خون اولیٰ
زانرو که نمی دانی[8] قدرِ نظر[9] پاکم

تا چند هلالیّ را در آتش غم سوزی
من آدمیم یارب یا خود خس و خاشاکم

غزل۱۲٤

دلم به آرزوی[10] جان[11] نمی رسد چه کنم
به جان رسید و به جانان نمی رسد[12] چه کنم

من ضعیف برانم[13] که پیرهن بدرم
چو قوتم به گریبان نمی رسد چه کنم

مگو که چند حکایت کنی ز قصهٔ هجر[14]
چو این فسانه به پایان نمی رسد چه کنم

اگرچه شاهِ بتان[15] شد بروی[16] حسن ولی
بداد هیچ مسلمان نمی رسد چه کنم

۱.س ج.'بخون'ی ف.'بخونریزی'
۲.ی ك،ی ف،س ك،س ج.'واقعه'
۳.س ج.'حا'ندارد
٤.ی ك،ی ف،س ج.'واسطه'س ك.'حادثه'
۵.ی ك،ی ف، س ك،س ج.'پس'
٦.ی ف.''كه'
۷.س ك،س ج.'آغشته'
۸.س ك،س ج.'دانند'
۹.س ج.'نظری'
۱۰.ی ك.'به آرزو'
۱۱.س ك.'هان'نمی رسد
۱۲.س ك.نمی'شد'چه کنم
۱۳.س ج.'ندانم'
۱٤.ی ف.قصهٔ'من'
۱۵.س ج.شاه'جهان'
۱٦.ی ف،ی ك،س ك،س ج.'ز'روئ

وصال[1] یار محال و من از فراقِ ملول[2]
چو این نمی رود و آن نمی رسد چه کنم
حدیثِ شوق هلالیؔ که چیست[3] حال منست
بگوش آن مه تابان نمی رسد چه کنم

غزل۱۲۵

دوستان[4] عاشقم و عاشق زار چه کنم
چاره صبرست ولی صبر ندارم چه کنم
ریخت خونِ جگر گوشهٔ[5] چشمم یکبار
وان جگر گوشه نیاید[6] به کنارم چه کنم
ای طبیب این همه زحمت مکش و رنج مبر[7]
زار می[8] میرم وکز[9] جان به سپارم چه کنم
چند گوی که ابرو دامنم از کف بگذار
وای اگر دامنت از کف به گذارم چه کنم
درد مندان همه از صبر قراری گیرند
چون من از درد توبی صبر و قرارم چه کنم

۲.(نوٹ)در'ی ف' این شعر نیست :

وصال یار محال .... وآن نمی رسد چه کنم

۲.س ک.فراق'هلاک'　　۳.ی ف.'حیرت'حال

۲.(نوٹ)در'س ج'این غزل (شماره ۱۲۵) ازاوّل تا آخر نیست :

دوستان عاشقم و عاشق............... ....عاشق زارم چه کنم

۵.س ک.'چشمت'چه کنم　　۶.ی ف.'نیامد'س ک.'بدارد'

۷.س ک.رنج'من'　　۸.س ک.'زود می'

۹.س ک،ی ک.'اگر'

گـرچو[1] مـرغـان خـزان[2] دیده ملولم[3] چـه عجب
گـل نـمـی بیـنم و آزردهٔ خـارم چـه کـنم

خـلـق گـویـنـد هـلالـیّ چـه کـنی گـریـهٔ[4] زار[5]
گـریـه رو مـی دهـد و عـاشـقِ زارم چـه کـنم

غزل ۱۲٦

هـر زمـان[6] بـر[7] صفِ خـوبـان[8] بـه تـمـاشـا گذرم
چـون رسـم پیـش تـو نتـوانـم از آنـجـا گـذرم

دارم آن سـر کـه بـه سـودای تـو بـازم[9] سـر خـوش
سـرچـکـار آیـد اگـر زیـن[10] سـرو[11] سـودای گذرم

زان[12] خـطِ سبـز[13] و لـب لـعـل گـزشتـن نتـوان
گـر بـه صـد مـرتبـه از خـضـر و مسیـحـا گـذرم

قـصـر[14] مـقـصـود بـلـنـدست خـدایـا شبـی[15]
کـه ازیـن مـرحـلـه بـر[16] عـالـم بـالا گـذرم

۱.ی ک.'چه'مرغان
۲.س ک.'قفس'دیده
۳.ی ک.'ماولم'س ک.'بگیرم'
۴.س ک.'ناله'زار
۵.ی ف.'گریه'آه'
٦.ی ف .هر'زبان'
۷.س ج.'در'صف
۸.س ک.'رندان'به تماشا
۹.س ک،ی ف.'دارم'
۱۰.ی ف.'این'س ج.'از'سرو
۱۱.س ج.'و'ندارد
۱۲.(نوٹ)در'ی ف' این شعر نیست :

زان خـطسبـز ولـب.................... ....از خـضـر و مسیـحـا گـذرم

۱۳.س ک.'سر'سودای
۱٤.س ک.'خضر'مقصود س ج .'قصد'مقصود
۱۵.س ک،ی ف،ی ک،س ج.خدایا'سببی'۱٦.س ج.'بر'ندارد

رشتۀ مهر نو کر[۱] دست دهد همچو مسیح
پا[۲] به گردون[۳] نهم[۴] و[۵] از سرِ دنیا[۶] گذرم

هم[۷] نیشا قدمی چند به من همره شو
که برش طاقت آن نیست که تنها گذرم

من که امروز هلالیّ خوشم از دولتِ عشق[۸]
بهتر آنست کز اندیشه فردا[۹] گذرم

غزل ۱۲۷

هر شبی خواهم[۱۰] که فردا ترک این سودا کنم
باز چون فردا شود امروز[۱۱] را فردا کنم

چون مرا سودایت[۱۲] از روز نخستین در سیرت[۱۳]
من همان بهتر که آخر سر[۱۴] درین سودا کنم

ای خوش[۱۵] آن[۱۶] کز بیخودیها[۱۷] سر نهم بر پای تو[۱۸]
بعد ازان[۱۹] از شرم نتوانم که سر بالا کنم

---

۱. ی ف. 'که' دست
۲. س ل. 'تا' به گردون
۳. ی ل. گردون 'به' نهم
۴. س ج. 'جهم'
۵. س ج، ی ل. 'و' ندارد
۶. ی ف. 'سودا'
۷. (نوٹ) در 'ی ف' این شعر اضافی است:
هم نیشا قدمی چند به من................ ....که تنها گذرم
۸. س ج. دولت 'وصل'
۹. ی ف. 'بالا'
۱۰. س ل، ی ف، ی ل، س ج. 'گویم' که فردا
۱۱. س ل، س ج. 'آن روز'
۱۲. س ج. 'سوداست' از روز
۱۳. ی ل، س ل. 'سراسمت' ی ف. 'نصیب' س ج. 'سرم'
۱٤. ی ف. 'همدرین' س ل. 'آن در سر را' س ج. 'ازین سرد'
۱۵. ی ل، س ج. ای 'خوشا'
۱٦. ی ل، س ج. 'آن' ندارد
۱۷. ی ف. 'بیخودی'
۱۸. س ج. 'دوست'
۱۹. س ل. 'از تن' س ج. 'ازین'

ای که می گوی که دل [1] گم کشته خود را بجو

من که خود گم گشتم اورا از [2] کجا پیدا کنم

من که ام تا از غلامان [3] تو گویم خویش را

من [4] چه سگ باشم که در خیلِ سگانت جا کنم

عاشقِ و [5] مستم هلالیّ مجلسِ رندان [6] کجاست

تا دل و جان را فدای ساقی زیبا کنم

غزل ۱۲۸

هر خوبئ که از همه [7] خوبان شنیده ایم

امروز در شمایلِ خوب تو دیده ایم

مشکل حکایت است که از ماجرای عشق

حرفی نگفته ایم و سخنها [8] شنیده ایم

مارا به راهِ عشق تو آرام و [9] خواب نیست

از بیخودی است گر نفسی آرمیده ایم

هر [10] کس گرفته کام [11] از میوهٔ نشاط

ما خود ز باغ عیش گلی هم نچیده ایم

---

۱. ی ک. 'دلم' کشته

۲. س ج. 'از' ندارد

۳. س ک. 'یا از غلامان تو گویم خویش را من کنم'

۴. س ج. 'یا' چه سگ باشم

۵. س ک، ی ف، ی ک. 'و' ندارد

۶. س ک. مجلس 'یاران'

۷. س ج. 'شه' خوبان

۸. س ک. 'سخنهای'

۹. س ج. 'و' ندارد

۱۰. (توجه) در 'ی ک، س ج' این شعر نیست :

هر کس گرفته .... گلی هم نچیده ایم

۱۱. ی ف. 'و' از میوهٔ نشاط

رندیم و[1] می کشیم[2] و[3] همین[4] است کارما

عمری سبوی[5] مجلسِ رندان[6] کشیده ایم

جایی[7] رسیده ایم که از خود گذشته ایم

از[8] خود گذشته ایم و به جای رسیده ایم

هرگز به جانب مهِ نور است نگذریم

کز شوق ابرویت چو هلالیّ خمیده ایم

غزل ۱۲۹

روزی که در فراق جمال تو بوده ام

گریان[9] در[10] اشتیاق وصالِ تو بوده ام

هر جا که بوده ام به خیالِ تو بوده ام

هر جا[11] که رفته ام به هوای تو رفته ام

هر که شکرلبی[12] می کنی کرده[13] گفتگو[14]

در حسرتِ جواب و سوال تو بوده ام

۱.س ج.'و'ندارد
۲.ی ف.'خوریم'
۳.س ج.'و'ندارد
٤.س ك.'همانست'
٥.ی ك،س ك،ی ف،.'بسوی'
٦.ی ف.'گشته ایم و بجادی رسیده ایم'
۷.(نوٹ)در'ی ك،س ج،ی ف،'این شعر نیست :

جای رسیده ایم که .... و به جای رسیده ایم

۸.س ك.'ازخود گذشته ایم و به جای رسیده ایم'این مصرع ندارد
۹.س ك.'گویا'در
۱۰.ی ك.'با'اشتیاق
۱۱.ی ك،س ك،ی ف،س ج.'هرسو'
۱۲.س ج.'بیکسی'
۱۳.س ك.'کرد'
١٤.س ج.'گو'

جایی[1] که داغ بر[2] و رقِ لاله دیده ام[3]
آنجا به یاد عارض و خال تو بوده ام
چون کرده ام نظارهٔ قد[4] بلند سرو[5]
در آرزوی[6] تازه نهال تو بوده ام
القصه رخ[7] نما[8] که هلالیّ صفت[9] بسی
مشتاق آفتاب جمال تو بوده ام

غزل ۱۳۰

تا عمر بود در هوس[10] روی تو باشم
وز خاک شوم خاک سرِ کوی تو باشم
خوش آنکه تو چون دست به دشنام بر آری
من دست بر آور ده دعا گوی تو باشم
از غمزهٔ تو ساحری آموزم و آنکه
مویی شوم و در خمِ گیسوی تو باشم
ای[11] شاخ گل تازه منم بلبل این باغ
معذورم اگر شیفته روی تو باشم
فردای[12] قیامت نروم جانب طوبی
در سایه سرو قد دل جای تو باشم

۱.س ک،س ج.'هر جا'
۲.س ک.'در'ورق
۳.س ک.دیده'است'
۴.س ک.'سر'بلند
۵.س ج.سر'تو'
۶.س ج.'آنجا بیاد'
۷.س ک.'ره'
۸.ی ف.'نمای'
۸.ی ف.'بهر تست'
۱۰.ی ف.'هوای'روی تو

(نوٹ)در'ی ف'،این شعر نیست :

ای شاخ گل تازه منم ....شیفته روی تو باشم

۱۱.س ج.ای'تو'شاخ گل
۱۲.ی ف.نام'می'خواند

پهلوی تو پیوسته نشتیه رقیبان
تا من بتوانم که به پهلوی تو باشم
هر که تو از ناز بری دست به چوکان
خواهم همه تن سر شوم و کوی تو باشم
روزی که فلك نام مرا[۱] خواند[۲] هلالیّ
می خواست که من مایلِ ابروی تو باشم

غزل۱۳۱

نو[۳] بهار ست بیا تا قدحی[۴] نوش کنیم
باشد از محبتِ ایّام فراموش کنیم
سا قیا هوش و[۵] خرد تفرقه خاطر ماست
باده پیش آر که[۶] ترك خرد و هوش کنیم
حد[۷] آن[۸] نیست که ما پیش تو گوئیم سخن[۹]
هم تو با ما سخنی گوی که ما نوش[۱۰] کنیم
بارها غمِ به تو گفتیم ز ما نشنیدی
بعد ازین مصلحتِ آن است که خاموش[۱۱] کنیم
هیچ نا گفته به جانیم ریش[۱۲] ستمت[۱۳]
وای اگر زآن لب شرین طلب[۱۴] نوش[۱۵] کنیم

---

۱. س ج. 'خواند مرا نام' س ج. 'ساخت'
۲. س ل. 'کرد'
۳. **(نوٹ)** درس **ل**، س ج. این غزل در ردیف '**کنم**' است
۴. س **ل**. 'قدح' نوش
۵. ی ف. 'و' ندارد
۶. س **ل**. 'همه ما با سخنی که ما کوش کنیم' س ج. 'همه ما با سخنی کوی که من کوش کنم
۷. ی **ل**. 'خط' آن
۸. ی ف. 'من' نیست
۹. ی ف، س ل. 'سخنی'
۱۰. ی **ل**، ی ف. 'کوش' کنیم
۱۱. ی ف. 'ما کوش'
۱۲. ی ف. 'به پیش' س **ل**. 'زده پیش'
۱۳. س **ل**، س ج. 'ستم'
۱۴. ی ف، ی **ل**. 'طمع' نوش
۱۵. ی ف. 'کوش' کنیم

ما که باشیم که ما را[1] دهد آغوش تو دست
با خیال تو مگر دست در آغوش کنیم
یار چون ساقی بزم[2] است هلالیّ برخیز
تا[3] بیك جرعه ترا واللّه و[4] مدهوش کنیم

غزل۱۳۲

چو[5] بخت نیست که شائسته وصال تو باشم
به صبر گوشم و خرسند[6] با خیال تو باشم
به عشوۀ زلف کشودی به چهره خال فزودی
اسیر زلف تو کردم[7] غلام خال تو باشم
کمالِ فضل به تحصیل عاشقیست[8] خوش آمدم[9]
که در مطالعۀ صحفۀ جمال تو باشم
چو پایمال تو گشتم سرم بلند شد آری
چه سر بلندی ازین[10] که پایمالِ تو باشم
خمیده باد قدمش[11] ز غصه همچو هلالیّ
اگر نه مایل چون ابروی[12] هلال تو باشم

۱.س ج.'را'ندارد
۲.س ك،ی ف.'بر مسمت'
۳.ی ف.تا'که'
٤.س ج.'دمد'
۵.(نوٹ)در'ی ف'این غزل (شماره ۱۳۲) ازاوّل تا آخر نیست:
چو بخت نیست که شائسته............ ....ابروی هلال تو باشم
٦.س ج،س ك.'خورسند'
۷.ی ك.'باشم'غلام خال تو
۸.س ك،س ج.به تحصیل'عاشقی'
۹.س ك.'آمد'ی ك.'آن دم'س ج.'آید'
۱۰.س ج.'به'که پایمال
۱۱.س ك،ی ك،س ج.قد'من'ز غصه
۱۲.س ك،ی ك،س ج.'ابروی چون'هلال

غزل۱۳۳

نقد جان را در هوای [۱] زلف جانان می دهم
عاشقم و [۲] ز بهر سودایی چنین جان می دهم

ای که [۳] از حالِ من آشفته می پرسی مپرس
کز پریشانی خبر های پریشان می دهم

پیش آن لب [٤] زار می میرم زهی حسرت که من [٥]
تِشنه لب جان بر کنار آب حیوان می دهم

اینچنین کز چشمِ من هر گوشه می بارد [٦] سرشك
عاقبت از گرچه مردم را به طوفان [۷] می دهم

دور ازو [۸] هجران اگر قصد هلاك من کنند
عمر خود می به خشم و جان را به جانان [۹] می دهم

هر که روزی دل به خوبان داد [۱۰] آخر [۱۱] جان دهد
وای جان من که دایم [۱۲] جان به ایشان می دهم

در غمِ هجران هلالیؔ از فغان منعم مکن
زانکه من تسکینِ دردِ خود به افغان می دهم

۱.س ك،ی ف.'بهایٔ'زلف جانان

۲.س ك،ی ف.'از'بهر سودائی

۳.س ك.'پیش ازین کز'

٤.س ج.'ازان روزی اگر'

٥.س ك.'ولی'

٦.ی ف.'بازو'

۷.ی ك.'درد'س ك.'دور زان'

۸.ی ك.'درد'س ك.'دور زان'

۹.س ج.'بتاوان'(**توف**)در'ی ف' این شعر نیست :

دور ازو هجران اگر قصد .... بخشم و جان را به جانان می دهم

۱۰.ی ك.'دارد'

۱۱.س ج.'هجران'

۱۲.س ج.'هلالی'

غزل۱۳٤

من آنم [1] که دل خویش مشوّش دارم
هر کجا نا [2] خوشئ هست [3] بدان خوش دارم

اگر پیکان سر آن [4] کوی کبابی [5] طلبند
پاره سازم دل و فی الحال بر آتش دارم

چه بلا ها که ازان به دل [6] زارم نکشید [7]
اللّه، اللّه چه دل [8] بلا کش دارم

تا ترا صحفهٔ دل تازه شد از نفس [9] وفا
ورق چهره بخونابه [10] منقّش دارم

از من امروز هلالیّ مطلب خاطر جمع
که دل آشفته آن زلف مشوّش دارم

غزل۱۳۵

شام [11] عید [12] آن به که منزل بر سرای کنیم
خلق جویند و [13] ما نظارهٔ ماهی کنیم

---

۱. ی ف. 'ندانم' که دل

۲. س ج. 'تا' سر' خوشی

۳. س ج. 'منمست باد' ی ف، ی ک، س ک. 'باد'

٤. س ج. 'سر آغوی' س ک. 'سر کوی تو'

۵. ی ف. 'کباب'

٦. س ک. 'ای دل' س ج. 'مه دل'

۷. س ج. 'زار کشد'

۸. ی ف. 'بلا' دارم

۹. ی ک. 'مهر' وفا س ج. 'هش' وفا

۱۰. ی ک. 'به خونتاب' س ج. 'به خونبار'

۱۱. (**توٹ**) در' ی ف' این غزل شمارهٔ(۱۳۵) از اوّل تا آخر ندارد: در' س ک، ی ک، س ج. این غزل در ردیف 'کنم' است

شام عید آن به که منزل............... ....و کار دل خواهی کنیم

۱۲. ی ک. شام' یوم'

۱۳. س ک. 'و' ندارد

پیش بالای بلندش[1] فارغم از یاد سرو

غایتِ پستی[2] بود گر فکر کوتاهی کنیم

بی خیالش[3] کی توان قطع بیابانِ[4] فراق

ره خطرناک است اول فکر همراهی کنیم

خوبئ او بس[5] نازک و ما[6] بی قرار از درد دل

پیش او نا که مبادا ناله و آهی کنیم

در ره جانان هلالی رسم جان بازی خوشست

از سرِ جان بگذریم و کار دل خواهی کنیم

غزل۱۳۶

من[7] سگِ یارم و آن نیست که بیگانه شوم

لیک می ترسم از آنروز که دیوانه شوم

ای فلک شمع دل[8] افروز مرا سوی من آر

تا بگرد سر او گردم و پروانه شوم

من همانروز که افسون تو دیدم گفتم

که به بیداری شبها[9] و غم افسانه شوم

۱.س ک،ی ک.بالای'بلندت'　　۲.س ک.'پستی بود گر'

۳.س ک.'خیالت'　　۴.س ج.'توان'ندارد

۵.س ج.'رویش' نازک　　۶.س ج،س ک.'و من'بی قرار

۷.(نوٹ) در'س ج' این غزل شمارۀ(۱۳۶)از اوّل تا آخر ندارد:

من سگ یارم و آن نیست که.............　　............چرا ساکن ویرانه شوم

۸.ی ک،ی ف،س ک .شمع 'شب'　　۹.ی ک،س ک.'شبهای'و غم افسانه

از درِ خانقه و مدرسه کاری[1] نگشود
بعد ازین خاک نشین در میخانه شوم
در[2] سرم نیست که چون خاک شود قالب من
هوای لب میگون تو پیمانه شوم
نرگس مست ترا خواب صبوح این همه چیست
خیز تا کشتۀ آن نرگس مستانه شوم
بی مه خویش هلالیّ چه کنم عالم را
کنج چون نیست چرا ساکن ویرانه شوم

غزل۱۳۷

عیدست و[3] برون آی که حیران تو گردم
قربان[4] خودم ساز که قربان تو گردم
خاکم به رهت جلوه[5] کنان رخش برانگیز
تا خیزم و گرد سر میدان تو گردم
جمعیت آشفته دلان از دل جمعست
جمعیت من آنکه پریشان تو گردم
زین گونه که از شادی وصلت خبرم نیست
مشکل که خلاص از غمِ هجران تو گردم

۱.ی ک،س ک،ی ف.'کارم'
۲.در نسخه اساسی این دو اشعار از:در سرم نیست که چون خاک شود......تا ....لب میگون تو پیمانه شوم.نیست
۳.ی ف،س ج .'و'ندارد ۴.ی ک .'فرمان'
۵.س ک،س ج.'رقص'کنان

بر [1] خاک درت من که وتشریف غلامی
ای کاش توانم سگ دربان تو کردم
من عاجزم از خدمت مهمان خیالت
این خود چه خیالست که مهمان تو کردم
گفتی که به جان بندهٔ من [2] باش هلالی
تا جان بودم بندهٔ فرمان تو کردم

غزل۱۳۸

کاشکی [3] خاک حریم حرمت می بودم
می خرامیدی و من در قدمت می بودم
بی غمِ عشق تو صد حیف زعمری که گذشت
پیش ازین کاش گرفتارِ غمت می بودم
گر به پرسیدن من لطف نمی فرمودی
هم چنان کشته تیغ ستمت می بودم
گر به سرِ رشته مقصود رسیدی دستم
دستِ در سلسلهٔ خم بخمت می بودم
هر [4] چه خواهی بکن ای دوست که من از دل وجان
آرزومند جفا وستمت می بودم
چون مریضی که مایل صحت باشد
عمرها طالب درد و المت می بودم

۱.در نسخه اساسی این دو ابیات از:بر خاک درت من که ......تا .... خیالت که مهمان تو کردم.نیست

۲.ی ل،س ج.بندهٔ 'ما'

۳.(توف)در'ی ف' این غزل شمارهٔ(۱۳۸)از اوّل تا آخر ندارد :

کاشکی خاک حریم حرمت.............. ....چشم براه کرمت می بودم

٤.در نسخه اساسی این سه تا شعر از:'هر چه خواهی بکن ....تا ......بندهٔ حشمت و خیل می بودم' نیست.

گر مرا حشمت کونین میسر می شد
هم چنان بندهٔ خیل و حشمت می بودم
تا تو یك ره[1] بگرم سوی[2] هلالی گذری[3]
سالها چشم براه کرمت می بودم

غزل١٣٩

گر[4] به خاکم گذرد یوسف گل پیرهنم
بوی پیراهن یوسف شوند از کفنم
به فراقِ تو گرفتار ترم[5] روز بروز
کس بدین[6] روز گرفتار مبادا که منم
کوه غم کشتم و هر لحظه کنم سینه خویش
طرفه حالیست که هم کوهم و هم کوه کنم
لب به[7] ستم ز سخن ای گل خندان که مباد
مردمان بوی[8] یابند ز رنگِ سخنم
هر کسی در چمن هم نفس[9] سیم تنی[10]
من و کنج غم و در سینه همان سیم تنم

١.س ج . 'بگره' ٢.س ج.'تند' هلالی

٣.س ك.'کردی' س ج.'نظری' ٤.(نوٹ) در'ی ف' این غزل شمارهٔ(١٣٩)از اول تا آخر ندارد :

گر به خاکم گذرد یوسف.................. ....اگر جان برود دم نزنم

٥.س ك،س ج . 'توام' ٦.س ك . 'با این'

٧.س ك.'تبسّم' س ج.'بندم' ٨.س ك.'یا' س ج.'بوی تو باشد'

٩.ی ك، س ج.'نفسی' ١٠.س ك،س ج.'یا'

نـــه کـنـم[۱] یـــاد بهـــار و نـــه روم ســوی چـمــن
چـــه کـــنــم دل نــکشـــایــد بـــه بـهـــار و چـمــنـم
گــر دلــم رفت هـلالـیّ گـلـه[۲] از دوســت خـطـاسـت[۳]
دل چـــه بـــاشـــد کـــه اگــر جـــان بــرود[٤] دم نـــزنـم

غزل ۱٤٠

ای در[۵] دلـــم ز آتـــــشِ عشـــق تـــو صــد عــلَــم[٦]
هـــر یك عـــلـم[۷] نشـــانـــهٔ چـــنـــدیـن هـــزار غـم
وصـــــل تــــو زود رفـــت و فـــراقِ تـــو دیـــر مـــانـــد
فـــریـــاد ازیـــن عـــقـــوبـــت بسیـــار و[۸] عـــمـــر کـم[۹]
دانـــــی کـــــدام روز عـــدم شـــد وجـــود مــــا
روزی کـــه عـــاشـــقـــی بـــه وجـــود آمـــد از عــدم
گـــویـــنـــد درد عشـــق بـــه درمـــان[۱۰] نـــمـــی رســـد[۱۱]
مـــن چـــون[۱۲] زیـــم کـــه عـــاشـــقـم و درد[۱۳] مـــنـــد هـــم

۱.س ك.’کنم‘یاد بهار (توث)در’ی ك،س ج‘این این شعر نیست :

نـه کـنـم یــاد بهــار و نـه روم سوی چمن　　　چـه کـنـم دل نکشاید بـه بهار و چمنم

۲.س ك.’زنی‘س ج.’هلالی زپی دوست‘　　۳.س ك،س ج.’رواست‘

٤.س ك.’بروم‘　　۵.س ك.’درد‘

٦.ی ك،س ك،ی ف.صد’الم‘　　۷.ی ك،س ك،ی ف.یك’الم‘

۸.س ج . ’و‘ندارد　　۹.ی ف .’لطف‘

۱۰.ی ف.’زمان‘س ك.’امان‘　　۱۱.س ك.’شد‘

۱۲.س ك.’خون‘زیم　　۱۳.س ك.عاشقم و’در‘

چون[1] آب زندگیست قدم به فرق سر

خواهم درون جان کنمت فرق تا قدم

ای پادشاه حسن هلالیّ گدای[2] تست[3]

خواهم که سوی او گذری[4] از ره کرم

غزل۱٤۱

خرّم[5] آن روز کزین محنت و غم باز رهم

به مرادِ دل[6] ازین درد و[7] الم باز رهم

رفت[8] مجنون و ازین[9] داغ جگر[10] سوز[11] برست

می روم تا من دلسوخته هم باز رهم

نیست امکان خلاصی ز تو در ملكِ وجود

مگر از قید تو در کوی عدم باز رهم

از تو بر من ستم و جور[12] خلافِ[13] کرم است

کرمی کن که ازین جور و ستم باز رهم

جان[14] ز غم سوخت هلالیّ قدح باده کجاست

تا ازین سوز درون یك دو سه دم[15] باز رهم

---

۱. (نوف) در'س ك' این شعر اضافی است :

چون آب زندگیست قدم به فرق سر　　خواهم درون جان کنمت فرق تا قدم

۲. ی ف. 'كدام' س ج. 'گدائ تو'

۳. ی ك. 'گدای تو'

٤. س ج. 'گذرم'

۵. ی ف، س ك، س ج. 'خورم'

٦. س ج. دل 'ما'

۷. س ك. 'و' ندارد

۸. س ج . 'وقت' مجنون

۹. س ك، س ج . 'به همین'

۱۰. ی ف. داغ 'دل'

۱۱. س ج. 'پرسوزی ف.' بردن'

۱۲. س ج. 'و' ندارد

۱۳. ی ف. 'خلق' کرم

۱٤. س ك، س ج. 'چون' ز غم سوخت

۱۵. س ج. 'دمی' باز رهم

غزل۱٤۲

دلم [1] ز دستِ شد از [2] دست دل چه چاره کنم
اگر به دست من افتد هزار پاره کنم

خوش است بزم و [3] لیکن کجاست طاقتِ آن
که درمیان رقیبان ترا نظّاره کنم

مگو کناره کن از من [4] که جان ز کف بدهی
تو درمیانه [5] جانی چه سان [6] کناره کنم

اگرچه سنگ دلی از من آن مناسب نیست
که نسبتِ دل سخت به سنگ [7] خاره کنم

هلالیّ از رخِ جانان به ماه نتوان دید
ز آفتاب چرا روی در ستاره کنم

غزل۱٤۳

نیست حد آنکه گویم بندۂ روی تو ام
دیگری گر بنده باشد سگِ کوی تو ام

چشم سوخت ناوك اندازست و [8] ابرویت [9] کمان
کشته چشم تو و [10] قربان ابروی تو ام

---

۱. (نوٹ) در'ی ف' این غزل (شمارۂ ۱٤۲) از اوّل تا آخر' نیست :

دلم ز دست شد از دست.............. .... روی در ستاره کنم

۲. س ج. 'و' دست دل

۳. س ج، س ك. 'تو' لیکن

٤. ی ك. از 'ما'

۵. ی ك. 'درمیان خدای'

٦. س ك. جانی 'حشمان' کناره

۷. س ج. 'به سنگی ره'

۸. ی ك، ی ف، س ك. 'و' ندارد

۹. س ج. 'کمان ابرویت'

۱۰. ی ك، س ك. 'تو ام'

بر امید آنکه یك دُشنام روزی بشنوم
سالها شد جان من کز جان دعا گوی تو ام

گر چه ای بد خوی من خوی [1] تو عاشق کُشتن [2] است
ترك خوی خود مکُن [3] کشته خوی تو ام

گر دلِ من سایهٔ [4] طوبیٰ به جوید پاك [5] نیست
زانکه من در آرزوی قد [6] دل جوی تو ام

چند کویی پای در دامن کش و زین [7] سو میا
پا کشیدن چون توان [8] دل [9] می کشد [10] سوی تو ام

رنجه کردی ساعد و خون هلالیّ ریختی
تا قیامت شرمسارِ دست و بازوی تو ام

غزل ١٤٤

روز عیدست سر راه گذاری گیریم
ماه رویی بکف آریم و کناری گیریم

شاهدان دست به خون دل ما کرده نگار
مادرین غم که کجا دست نگاری گیریم

کرد خواهم شدن [11] و دامن آن یار گیرند [12]
ما به این شیوه مگر دامنِ یاری گیریم

---

١. ی ف. 'رسم' تو
٢. س ج. 'کشتنی' است
٣. س ج. خود 'ما' کشته
٤. ی ك، ی ف، س ك. 'سدرهٔ' طوبیٰ
٥. ی ك، ی ف، س ك. 'دور' نیست
٦. س ج، ی ك، ی ف، س ك. 'سرو' دلجوی
٧٧. ی ك، ی ف، س ك. 'این' سومیا
٨. س ك، س ج. 'توانم'
٩. س ج. 'دل' ندارد
١٠. س ك. 'به یك'
١١. س ج. 'خواهم شد'
١٢. س ك، ی ك، ی ف، س ج. 'گرفت'

بیقراریم و به منزل گه وصل آمده ایم
آه اگر چرخ نخواهد که قراری گیریم

ما به جان[1] صید سواران [2] کمانِ ابرویم
کشته کردیم که [3] فتراك سواری گیریم

عاشقانیم و ز کار همه عالم فارغ
ما نه[4] آنیم [5] که هرگز پیٔ کاری گیریم

عید شد خیز هلالیّ که به عشرت که ناز[6]
جام گلگون ز[7] کف[8] لاله عذاری [9] گیریم

غزل ۱٤٥

به خاك من گذری کُن که [10] در وفای تو میرم
که زنده کردم و بار دگر برای تو میرم

نهاده ایم [11] ز خود [12] یك بیك[13] هوا و هوس [14]
همین بود هوس من که در هوای تو میرم

دل از جفای [15] تو خون شد روا مدار که عمری
دم[16] از وفا زنم و آخر [17] از وفای [18] تو میرم

---

۱. ی ف. 'و دل'
۲. ی ف. 'سواران' ندارد
۳. س ج. 'و' فتراك
٤. ی ف. 'من' نه
٥. س ج. 'بینم' که هرگز ٦. ی ل، ی ف، س ل. گه 'باغ'
۷. س ج. 'ز' ندارد
۸. س ل. 'نرخ' لاله
۹. س ل. 'عذار' گیرم
۱۰. ی ف، س ج. 'چون' در وفای
۱۱. س ل، ی ل. 'نهاده'
۱۲. س ل، ی ل، ی ف، س ج. 'از سر خود'
۱۳. س ل. یك 'طرف' هوا و هوس
۱٤. ی ف، ی ل. هوس 'را'
۱٥. س ل، س ج. 'خیال' تو
۱٦. ی ف. 'دلم' وفا زنم
۱۷. س ل. و آخر 'در هوا'
۱۸. س ل، ی ل، ی ف، س ج. 'جفای' تو میرم

تویی[1] که جان و جهانی[2] فزاید[3] از لبِ لعلت[4]
منم که هر نفسِ از لعلِ جان فزای تو میرم

به حالِ مرگم[5] و[6] سوی تو آمدن نتوانم
تو بر سرم قدی نه که[7] زیر پای تو میرم

روای رقیب ز کویش که ترک جان نتوانی
تو جان خویش بمن ده که من به جای تو میرم

مرا به خواری ازین در مگو که خیز هلالیؔ
گذار تا چو سگان بردر سرای تو میرم

غزل ۱٤٦

آهم[8] شنید و رنجه شد آن ماه چون کنم
دیگر نماند جای نفس آه چون کنم

طفل است و[9] شوخ و[10] بی خبر از درد عاشقی
اورا ز حال خویشتن آگاه چون کنم

خوابم گهی به خاطرِ او بگذرم ولی
سنگین دلست در دلِ او راه چون کنم

---

۱. **(نوٹ)** در'س ج' این شعر نیست :

توئی که جان و جهانی .... از لعل جان فزای تو میرم

۲. ی ف،س ک.'می فزاید'　　۳. ی ک.'دولت' س ک.'تُو'

٤. س ک،س ج.'و'ندارد　　٥. ی ف.'به حاکدر که تو هرگز'س ج.'مرگ'

٦. ی ف.'قدم'　　۷. ی ک.'مرا بسان'س ج،س ک.'مران دگر چون'

۸. **(نوٹ)** در'ی ف،س ج این غزل(شمارۂ ۱٤٦)از اوّل تا آخر' نیست :

آهم شنید و رنجه شد آن............ .... محنت جان گاه چون کنم

۹. ی ک.'و'ندارد　　۱۰. ی ک.'و'ندارد

در پای او[1] نمردم و قدرم نشد بلند

یا رب ز دست همّت کوتاه چون کنم

ای بخت من کجا و تمنّای وصلِ او

درویشم و گدا هوس او[2] شاه چون کنم

گفتی چراست پیرهنت چاك همچو گل

بوی تو داد باد سحرگاه چون کنم

گویند ناله چیست هلالیّ خموش کُن[3]

با کوه درد محنت جانکاه چون کنم

غزل۱۴۷

به[4] یار بی وفای عمری وفا کردم ندانستم

به امیدِ وفا بر خود جفا کردم ندانستم

دلآزاری که هرگز دیده[5] مردم نینداز

میانِ[6] مردش در دیده جا کردم ندانستم

اگر رفتم که دارد یارِ من آئین دلجویی

معاذاللّه غلط گفتم خطا کردم ندانستم

بلای جان من آن شوخ و[7] من در[8] کوی او رسوا

دریغا خانه در کوی بلا کردم ندانستم

۱.ی ک. در پای او'به مردم' ۲.ی ک،س ک.'او'ندارد

۲.ی ک.'و' ٤.ی ک.'بیا'بی وفای(توث) در'س ک،ی ف،س ج این غزل(شمارۀ ۱٤۸)از اوّل تا آخر' نیست:

به یار بی وفای عمری وفا کردم............. .... به غایت ماجرا کردم ندانستم

٥.ی ک.'مردم دیده هرگز' ٦.ی ک.'بسان'مردش

۷.ی ک.'و'ندارد ۸.ی ک.'افتاده در کویش'

به هر بیگانه باشد خوی آواز آشنا بهتر
به[1] آن بیگانه خود را آشنا کردم ندانستم
گرفتم آن سرِ زلف و کشیدم صد پریشانی[2]
بدستِ خویش خود را مبتلا کردم ندانستم
هلالیّ پیش آن مه شرم سارم زین[3] شکایتها
درین معنی به غایت ماجرا کردم ندانستم

غزل۱٤۸

چه[4] حالست این که هر که در جمالت یك نظر بینم
شوم بی هوش ونتوانم که یك بار دگر بینم
از هجرانت به ترسم روزم از شب[5] لیك[6] می خواهم
که هر روزِ تیر ترا از روزِ[7] دیگر خوب تر بینم
تو مست بادۀ نازی و حال ما[8] نمی دانی
نمی دانم تا ترا چند از خود بی خبر بینم
چنین[9] کز محنت و خواری فتادم در نگو ساری
بنای عمر خود را دم به دم زیرو زبر بینم

---

۱. ی ك. 'باین' بیگانه
۲. ی ك. 'گرفتاری'
۳. ی ك. 'این' شکایتها
٤. (نوٹ) در 'س ك،س ج' این غزل (شمارۀ ۱٤۸) از اوّل تا آخر نیست:
چه حالست این که هر که در جمالت......... ....خاك آستانش زیر سر بینم
۵. ی ف. 'شب' ندارد
٦. ی ف. 'لیکن' می خواهم
۷. ی ف. 'روزی' دیگر
۸. ی ك. حال 'من' نمی دانی
۹. (نوٹ) در 'ی ف' این شعر نیست:
چنین کز محنت و خواری.............. ....دم به دم زیر و بم بینم

به[۱] سویت آیم و رویت نه بینم وه چه حالست این
که آنجا بهر دیدار آیم و دیوار و در بینم
هلالیّ گریه بینم آسمان را زیر پای خود[۲]
چنان نبود که خاکِ آستانش زیر سر بینم

غزل ۱۴۹

مگو[۳] افسانه مجنون چو من در انجمن باشم
ازو ساری چرا گوید کسی جانبی که من باشم
کسی افسانهٔ دورِ مرا خبر من نمیداند
ازان دایم[۴] من دیوانه باخود در سخن باشم
چه سان پنهان کنم رازی[۵] که از صد پرده ظاهر[۶] شُد
مگر وقتی نهان ماند[۷] که وقتی در کفن باشم
جدا[۸] زان سرو و قدجانب[۹] بستان روم روزی
به یاد قد سرو او در سایهٔ چمن[۱۰] باشم
مرا جان کوه اندوه است و من جان می کنم آری[۱۱]
ترا چون لعل شرین نیست من هم کوه کن باشم
روای زاهد که من کاری ندارم غیر می خوردن
مرابگذار تا مشغول کارِ خویشتن باشم

---

۱. (توف) در'س ک'' این شعر اضافی است:

به سویت آیم و رویت نه بینم وه چه حالست این — که آنجا بهر دیدار آیم و دیوار و در بینم

۲. ی ک. زیر پای 'تو'

۳. (توف) در'ی ف، ی ک، س ج. ''این غزل (شمارهٔ ۱۴۹) از اوّل تا آخر نیست:

مگو افسانه مجنون چو........... — ....غریبم گرچه دایم در وطن باشم

۴. س ک. ازان'دایم'

۵. س ک. 'زار' که از

۶. س ک. 'سر دلمست'

۷. س ک. 'سیمسها مانده خود در وطن'

۸. س ک. 'خدا' زان سرو قد

۹. س ک. 'ز' بستان روم

۱۰. س ک. 'سرو' باشم

۱۱. س ک. 'زازد'

هلالیّ چون نمی پُرسد مرا یاری و[۱] غمخواری
من بیکس غریبم گرچه دایم[۲] در وطن باشم

غزل ۱۵۰

آنکه[۳] از درد[٤] دل خود به فغانست منم
و آنکه از زندگی[٥] خویش بجانست منم
آنکه[٦] در حسن کنون شهره شهرت تویی
آنکه از عشق تو رسوای جهانست منم
آنکه هر روز دل از بهر بتان برگیرد[۷]
چون[۸] شود روزِ دگر باز همانست منم
آنکه[۹] در صومعه چل سال[۱۰] شب آورده[۱۱] بروز
این[۱۲] زمان معتکف دیر مغانست منم
در غمت گرچه بیکبار پریشان شده[۱۳] دل
آنکه صد بار پریشان تر از آنست[۱٤] منم

۱.س ک.'ز'غمخواری   ۲.س ک.'دارد'

۳.(نوٹ)در'ی ک'این غزل(شمارۀ ۱۵۰) از اول تا آخر نیست:

آن کہ از درد دل خود به........... ....سخنش و درد زبا نست من

٤.ی ف .'در'دل   ٥.ی ف.'زنده کنی'

٦.س ج.'با تو عشق است که'   ۷.س ج.بر'گرد'

۸.س ک.'و آنکه هر روز'س ج.'و آنکه در'   ۹.(نوٹ)در'ی ف'این شعر نیست:

آنکه در صومعه چل سال.......... ....دیر مغانست منم

۱۰.س ج. 'چل ساله'   ۱۱.س ک،س ج.'آورد'

۱۲.س ک،س ج.'وین'زمان   ۱۳.س ک،ی ف.'شد'دل

۱٤.س ک.'نور است'

عشق[1] بازان همه[2] نامی و نشانی دارند

آنکه[3] در عشق توی نام و نشانست منم

عاقبت همچو[4] هلالیّ شدم افسانهٔ شهر

آنکه هر جا سخنش و[5] درد زبانست منم

غزل۱۵۱

از[6] پی آن[7] دلبرِ[8] شرین شمایل می روم

دل پی آن[9] رفت و من هم از[10] پی دل می روم

می روم نزدیك آن قصّاب کو خونم بریز

گر هلاكِ قتل خویشتم سوی قاتل می روم

گر زند تیغ از سر کویش نخواهم رفت لیك

چند گاهی[11] همچو مرغ نیم بسمل می روم

چون روم در[12] کوی او ترسم رقیبان پی برند[13]

زانکه من از گریهٔ خود[14] پای در گل می روم

می روم سویش به استقبال خوش حالم ازان

می رسد اقبال ومن هم در مقابل می روم

---

۱. در'س ج.این دو تا شعر از:عشق بازان همه نامی ....تا..............درد زبانست منم'نیست

۲.س ك،ی ف.همه'خود' ۳.ی ف،ی ك.'وآنکه'

٤.س ك،ی ف.همه'خود' ٥.س ك ،ی ف.'دهر'

٦.ی ف'گر'پی'،(توف)در'س ج'این غزل(شمارهٔ ۱۵۱) از اوّل تا آخر نیست:

از پی آن دلبر شرین ....بسیار غافل می روم

۷.س ك.'زان'دلبر ۸.س ك.'خسرو'شرین

۹.س ك،ی ك،ی ف.'او'رفت ۱۰.ی ف،ی ك.'در'

۱۱.ی ك،ی ف.'کای'همچو ۱۲.ی ف.'بگوش می روم'

۱۳.س ك.'بر درس' ۱٤.ی ف.'را'پای

ای[1] که می گوئی برو تحصیل درس عشق کن
می روم امّا پی تحصیل حاصل می روم
وادی درد بلا در عشق هر یك منزل است
کرده ام عزم سفر منزل به منزل می روم
در ره عشق هلالیّ از من آگاهی مجوی
زانکه من این راه را بسیار غافل می روم

غزل۱٥۲

پشت و[2] پناه من بود[3] دیوار دلبرِ من
از گریه بر سر افتاده ای خاك بر سر من
لیلی کجا و[4] حسنت مجنون کجا و عشقم[5]
نی آن مقابل[6] تو نی این مقابل[7] من
من مانده دست بر سرِ از ناله دل خود[8]
دل مانده پای در گل ازدیدهٔ تر من
خوابم چگونه آید کز چشم و[9] دل همه شب
باشد در آب و آتش بالین و سر من
جز کنج غم هلالیّ جای دگر ندارم[10]
من بادشاهِ عشقم اینست کشورِ من

---

۱. در نسخهٔ اساسی این شعر از:ای که می گوئی برو........تا........منزل به منزل می روم' نیست
۲. س ج. 'و'ندارد، (نوٹ) در 'ی ك'این غزل (شمارهٔ ۱٥۲) از اول تا آخر نیست:
پشت و پناه من بود دیوار.......... ....عشقم اینست کشور من
۳. ی ف. 'در'دیوار
۴. ی ف. 'مجبون' س ج. 'حسنش'
٥. س ج. 'عشقش'
٦. ی ف، س ك، س ج. 'تست'
۷. ی ف، س ك، س ج. 'برابر'
۸. س ج. دل'من'
۹. ی ف، س ج. 'و'ندارد
۱۰. ی ف. دگر'ندارد'

غزل۱۵۳

من و تخیّل حُسنت چه بار بهتر ازین
بغیر عشق چه و رزمِ چکار بهتر ازین

به غمزه آهوی[1] چشمت شکار مردم کرد
که دیده[2] آهوی[3] مردم شکار بهتر ازین

از جرعه کرمت بیشتر فشان[4] بر من
تو ابر رحمتی آری[5] ببار بهتر ازین

تبارك اللّه ازین سبزه و گلی[6] که تراست
نبوده است و نباشد بهار بهتر ازین

تو مستِ جام غروری همیشه ای زاهد
مباش غزّه که رنج خمار بهتر ازین

به[7] روزگار شدی یار من بحمد اللّه
دگر چه کار کند روزگار بهتر ازین

ز دور[8] چرخ هلالیّ به داغ دل خوش باش
طمع ز کوکبِ طالع مدار بهتر ازین

غزل۱۵٤

نه رحم در دل یار و نه صبر در دل من
اجل کجاست که بس مشکل است مشکلِ من

---

۱. ی ک. 'آهو'چشمت
۲. ی ف،ی ک.'دید'
۳. ی ک.'آهو'
٤. س ج.'چشمان'
٥. ی ک،ی ف،س ک. 'آخر'
٦. ی ف.'گل'
۷. در ی ک' این شعر اضافی است.
به روزگاری شدی ...... روزگار بهتر ازین
۸. س ک.'مدور'

ز مهوشان طمع مهر کرده ام هیهات
زهی خیال کج [1] و آرزوی باطلِ من

تو منزلی [2] که منم رو به عیش [3] نتوان برد [4]
که رهگذار غم افتاده است منزلِ من

بدور [5] لاله رخان [6] چون برون روم از [7] باغ
یکی [8] دگر ندید غیر لاله از گلِ من

همه [9] متاع جهان را به نیم جو نه خرم
کزین معامله بی حاصلست حاصل من

مگو که در دلتو زنگ بسته پیکانم
که تخم مهر و وفا سبز کشت در دل من

به دستِ دوست هلالیّ مراز قتل چه باك
اگر هلاك شوم جان فدای قاتلِ من

غزل ۱۰۵

مشکل غمیست عشق که گفتن نمی توان
این [10] مشکلِ دگر که نهفتن نمی توان

غمهای عاشقان همه گفشد پیش یار
مارا عجب غمیست که گفتن نمی توان

۱.س ج. 'که این'
۲.ی ك. 'ز مشربی' ی ف،س ك،س ج. 'ز منزل'
۳.ی ف. 'عشق' نتوان
۴.ی ف. نتوان 'برد'
۵.ی ك،س ك،ی ف،س ج. 'بداغ'
۶.ی ف. لاله 'رخ'
۷.ی ف،س ك،ی ك،س ج. 'ازین'
۸.ی ف،س ك،ی ك،س ج. 'گل'
۹.س ج.' در نسخه اساسی این شعراز: 'همه متاع جهان..........تا..........سبز کشت در دل من 'نیست
۱۰.ی ك،ی ف،س ك،س ج. 'وین'

دندان به قصد لعل لبش تیز[۱] چون کنم
کان لعل گوهریست که سفتن نمی توان

خون بست[۲] غنچه از[۳] دل تنگم[٤] از فراق
دل تنگم[٥] آن چنان که شگفتن نمی توان

در خون نشست[٦] چشم هلالیّ که از رخت[۷]
کردی[۸] به دامن متره[۹] رفتن نمی توان

غزل۱٥٦

نظّاره کن در آئینه خود را حبیبِ من
امّا بشرط آنکه نکردی رقیبِ من

من از وطن جدا و دل من ز من جدا
آگاه نیست یار ز[۱۰] حال غریبِ من

زینسانکه درد عشق تو ام ساخت نا توان
مشکل زیم اگر تو نباشی طبیب من

تاکی خودم[۱۱] غم و[۱۲] پی تسکین[۱۳] درد خویش
گویم بخود که در ازل این[۱٤] شد[۱٥] نصیب من

---

۱. ی ك، س ج. 'تیر' خون

۲. ی ك، ی ف. 'بسته' س ج. 'کشت

۳. ی ف. 'چون' دل تنگم

٤. س ج. 'تنگ' از فراق

٥. س ج. دل 'تنگ'

٦. ی ف. 'نشیب' چشم

۷. ی ك، س ج. از 'رهت' ی ف. 'در رهت' س ك. 'گر رهت'

۸. ی ك. 'کرد

۹. ی ف. 'همه'

۱۰. س ج. 'باز' حال

۱۱. ی ك، س ج. 'خوریم'

۱۲. ی ك، ی ف، س ك، س ج. 'و' ندارد

۱۳. ی ف. 'سنگین'

۱٤. س . تسکین 'ایست'

۱٥. س ك. 'شد' ندارد

آزرده شد هلالیّ وآن گل نگفت هیچ

تا کی جفای خار کشد عندلیب من

غزل۱۵۷

دل خون شد از امید و نشد یار - یار من

ای وای بر من و دل امیدوار من

ای سیل اشك خاك وجودم بباده

تا بر دل کسی نشنید غبارِ من

از درد[1] روزگار چه[2] گویم که از[3] فراق

هم روز من سیه شد و هم روزگار من

زین پیش صبر بود[4] و دلم را قرار نیز

یارب[5] کجا شد آن[6] همه صبر و قرار من

نزدیك شد که خانه عمرم شود خراب

رحمی بکن وگرنه خراب است کار من

گفتی برو هلالیّ وصبر اختیار کن

وه چون کنم که نیست بدست اختیار کن

غزل۱۵۸

مردم[7] از[8] درد[9] و نگفتی دردِ ماست این

دردمندان را نمی پُرسی چه اسغناست این

۱.س ك.'روز و روز'ی ف.'درد'ندارد ی ك.'از جور'س ج.'دوز'

۲.ی ك.'کار بگریم'

۳.ی ك،س ك،س ج.'در'فراق

۴.ی ك،ی ف،س ك،س ج.'و'ندارد

۵.ی ك،ی ف،س ك.'آیا کجا'

۶.س ك،س ج.'این همه'

۷.(نوٹ)در'س ج'این غزل(شمارۀ۱۵۸) از اوّل تا آخر نیست:

مردم از درد و نگفتی درد ماست ....چهره ات پیداست این

۸.ی ك.مردم'و'درد

۹.ی ك.'دردا'

خواستم کان سرو روزی در کنار آید ولی
با[1] کج های فلک هرگز نیاید[2] راست این

جای دل در سینه[3] بود جای مهرت در دلم
آن ز جا رفتست[4] اما همچنان برجاست این

گفتمش فرداست با من وعده وصلِ تو گفت[5]
دل به فردای قیامت نه که آن[6] فرداست این

سایهٔ[7] بالای آن سرو از سر من کم مباد
زانکه بر من رحمتی از عالم بالا ست این

اشك گلگون مرا بر چهره هر کس دید گفت
کز غم گل چهرهٔ آشفته و شیداست این

بر سر کویش هلالیّ دردعیش خویش را
بیش ازین نهان مکن کز چهره ات[8] پیداست این

غزل۱۵۹

عید قربان شد بیا عاشق کشی بنیاد کن
دردمندان را به مرگ نو مبارکباد کن

گفته در دین ما رسمِ فراموشی خطاست
چون کنی از ما فراموشی این سخن را یاد کن

۱.ی ف.'بار'کجهای فلك
۲.ی ف.'آمد'راست
۳.ی ف.سینه'ام'بود
۴.ی ف،س ك.'رفتست'
۵.س ك.'یار'
۶.س ك.آن'دل'
۷.'در 'ی ك'این اشعار از:'سایه آن بالای سرو..........تا..........آشفته و شیداست این'اضافی است
۸.ی ف.چهره'ام'

زینهار ای دل چو آن سلطان خوبان در رسد [1]

حالِ مارا عرضه [2] ده گر [3] نشود فریاد کن

ای [4] فلك زان ریزها [5] کز نفس شرین کند شده

گر توانی زیب روی تربت فرهاد کن

ترك [6] جان گفتیم و بیدادت هنوز آخر نشد

آخر ای سلطان خوبان ترك این بیداد کن

با من آغاز تکلم کردی و بیخود شدم

تا از اوّل بشنوم بار دگر بنیاد کن

ای پری پیکر هلالیّ از غمت [7] دیوانه شد

گر نوازش می کنی او را به سنگی [8] شاد کن

غزل ۱۶۰

گر جدا سازی به تیغ [9] جور بند از بند من

از تو [10] قطعاً نگسلد [11] سر رشتهٔ پیوند من

تلخ کامم زان لبِ شرین کرم کن خندهٔ

چیست چندین ز هر چشم ای شوخ شگر خند من

۱.س ك.'رسی'س ج.'رسید'
۲.س ك،ی ك،س ج.'عرض'ده
۳.س ك.'ما'س ج.'گو'نشود
٤.(نوف) در'س ج'این شعر نیست:
ای فلك زان ریزها کز .... روی تربت فرهاد کن
٥.ی ك.'تنگها'کز نفس
٦.' در'س ج' این شعر از:'ترك جان گفتیم و بیدادت.........تا.........این بیداد کن'اضافی است
۷.س ك.'سنگی'
۸.ی ف.'بسنگ'
۹.ی ف.'ز'جور
۱۰.س ك.ازتو'فصل'
۱۱.س ك.'بسلگد گر'س ج.'هر'

غمزه خونریز [1] او را [2] گر سر عاشق کسی [3] است
عاشق دیگر نخواهد یافتن مانند من

کردهٔ عهد و [4] وفا من خورده ام سوگند سهر
بشکند عهد تو امّا نشکند سوگند من

امشب [5] از بخت سیه ناصها در کنج تاریك غم
یك زمان طالع شو ای ماه سعادتمند من

چون عشق بازن از نصیحت فارغند
پند بشنو عمر خود ضائع مکن در پند من

چون هلالیّ با مه [6] رویت دلم خورسند بود [7]
آه ازین غمهای که آمد [8] بر [9] دل خُرسند [10] من

غزل ۱۶۱

سنم [11] خون [12] غنچه در خوناب ازان [13] گلبرگ تو پنهان
دلم صد پاره و هر پاره درخون جگر پنهان

---

۱. ی ف. 'خون خواره' — ۲. ی ف. 'آه' 'اگر عشق'

۳. ی ف. 'کیشی' 'است' — ٤. ی ف، ی ك، س ج. 'و' ندارد

۵. (نوٹ) در 'س ج' این اشعار اضافی است:

امشب از بخت سیه ناصها در کنج تاریك غم — یك زمان طالع شو ای ماه سعادتمند من

٦. ی ف. 'بی فهمی' س ج. 'همه' — ۷. س ك. 'کرد'

۸. س ج. 'دایم' — ۹. س ك. 'از برون' دل

۱۰. س ك، ی ف، ی ك، س ج. 'خورسند' — ۱۱. ی ف. 'نیم' خون (نوٹ) در 'س ج' این غزل (شمارهٔ ۱۶۱) از اوّل تا آخر نیست:

سنم خون غنچه در خوناب ازان ....ماند این خبر پنهان

۱۲. ی ك. 'چون' غنچه — ۱۳. ی ف. 'از' گلبرگ. س ك. 'زان' گلبرگ

تماشای رخش در دیده[1] خوابی بود بیداری
که تا من[2] چشم و اگر دم شد از پیش نظر پنهان

طبیبا داغهای سینه را صد باره مرهم نه
که دارم درته[3] هر داغ[4] دگر پنهان

خط[5] سبزی که خواهد رسست ازان لب چیست می دانی
برای کشتن من زهر دارد در شکر پنهان

مگو تازه باشی عشق را از خلق پنهان کن
که راز عاشقی[6] هرگز نماند[7] این قدر پنهان

نهان[8] و آشکار از داغ عشقت سوخت[9] جان من
بلای عشق جان سوز ست اگر پیدا دگر پنهان

هلالیؔ را چه سود از عشق پنهان داشتن پنهان داشتن اوّل[10]
چو در عالم نخواهد ماند آخر این خبر[11] پنهان

۱.س ک.'دیده ام'

۲.س ک.'من با'چشم

۳.ی ف.'ورنه'هر داغ.س ک.'چشم'هر داغ

۴.س ک.هر'دار بر سر'

۵.(نوٹ)در'ی ک'این شعر نیست:

خط سبزی که خواهد رسست .... دارد در شکر پنهان

٦.س ک.'عاشقان'هرگز

۷.س ک.'نیامد'این قدر

۸.ی ک.'نه تنها'و آشکارا

۹.س ک.'سوخته جانم'

۱۰.ی ف،ی ک،.'در دل'س ک.'از خلق'

۱۱.ی ف.'این قدر'

غزل۱٦۲

صبح امید همانست و رخ یار همان
تار آن[1] طرهٔ شبرنگ و[2] شب تار همان
نیست هیچ [3]تفاوت ز رقیبان تا[4] من
پیش[5] تو یار همان باشد و اغیار همان
طی شد افسانهٔ هر عاشق و معشوق که بود
قصهٔ ما و تو در کوچه و بازار همان
همرهٔ غیر چو باشی دلم آرزده مکن
جانِ من[6] پس بود آزار دلِ زار همان
گویم[7] ای شوخ به دیوار غم دل پس ازین
با تو گفتن چو همانست وبدیوار همان
دل و دین باخت هلالیّ به تمنّای[8] رخت[9]
آن[10] جفا جوی بود[11] بر سرِ آزار همان

غزل۱٦۳

ای پری چهرهٔ[12] من خند[13] نشینی بکسان
دامن[14] همچو[15] گلی حیف که می رند[16] خسان

۱.ی ف.'مار آن'
۲.ی ک.'و'ندارد
۳.ی ک.'چون'تفاوت
٤.ی ک،ی ف،س ک،س ج. 'با'تو
٥.ی ک.'یار پیش'
٦.ی ک.'بس'بود
۷.(نوٹ)در'نسخه اساسی' این شعر نیست:
گویم ای شوخ بدیوار غم گل پس ازین   با تو گفتن چو همانست وبدیوار همان
۸.ی ف.'همّتای'
۹.ی ف،ی ک،س ک،س ج.'وفا'
۱۰.ی ک،ی ف،س ک،س ج. 'و آن'
۱۱.ی ف.'باو بر'س ک.'با'سر آزار س ج.'باو سر بازار'
۱۲.ی ف.'به'من
۱۳.ی ک،س ج.'چند'
۱٤.س ک. 'دامنی'
۱٥.س ک،ی ک،ی ف،س ج.'چون تو'
۱٦.س ک،ی ک،ی ف،س ج.'گیرند'خسان

ماه من چند با اغیار کنی هم نفسی
تیره شد آینهٔ روی تو[1] زان همنفسان

پیش هر سفله به شیرین سخنی لب مگشا
شکرستان تو حیف است به کام مگسان

تکیه بر عشق رقیبان[2] هوسناک مکن
که بغیر از[3] هوسی نیستر درین بوالهوسان[4]

سوخت بیچاره هلالیّ ز جفای های رقیب
چاره اش وصل حبیب[5] است خدایا برسان

غزل۱٦٤

تا بکی تند شوی بهر جفای دلِ من
چند روزی به وفا کوش برای دلِ من
گر[6] تو می داشتی این آتش پنهان[7] که مراست
دلِ بیرحم تو می سوخت برای[8] دلِ من
حاشاالله که دلم ترک تو گوید[9] بجفا
کز جفا های تو پیش[10] است وفای دلِ من

۱. ی ل. 'لطف ازین' س ل، ی ف، س ج. 'لطف توزین'
۲. ی ل، س ل، ی ف، س ج. 'جوانان' هوسناك
۳. ی ف. 'هوس' نیست
۴. ی ف. درین 'بولهو'
۵. ی ل. 'جست' است
۶. (توف) در 'س ج' این شعر نیست:
گر تو می داشتی این آتش .... سوخت برای دل من
۷. ی ل. 'هجران' که مراست
۸. ی ل، س ل، ی ف. 'چه جای'
۹. س ج. 'نماید'
۱۰. ی ل. 'نشست' است

زان[1] دو گیسوی دل آویز امکان دارد[2]
که دو زنجیر نهادن[3] به پای دلِ من

هر طبیبی ه خبر داشت زبیماریٔ دل[4]
غیر درد[5] تو نه فرمود دوای دلِ من

دل گرفتار بلایست هلالیّ که سپرس
کس گرفتار مبادا به بلای دلِ من

غزل ۱٦٥

عید نوروزست[6] مارا مجلس افروزی[7] چنین
سالها شد کز خدا می خواستم روزی[8] چنین

از جفاکاری نهادی گوش بر قول رقیب
تا جهان آموختی[9] باز[10] از بد آموزی[11] چنین

هر شبی در کنج غم گریان و سوزانم چو[12] شمع
غرقِ آب و آتشم با گریه و سوزی[13] چنین

۱.(**نوٹ**) در'س **ك**'شعر نیست:
زان دو گیسوی دل آویز .... نهادن به پای دل من

۲.ی **ك**،ی ف،س ج. امکان'گریز'
۳.ی **ك**،ی ف،س ج.'نهادند'
٤.ی **ك**،ی ف،س **ك**،س ج.'عشق'
۵.ی **ك**.'وصل'تو نه فرمود
٦.ی **ك**.'و'ما را
۷.ی ف.'افروز'چنین
۸.ی ف. 'روز'
۹.س **ك**،ی **ك**،س ج. 'آموخت'
۱۰.ی **ك**.'یارم'س ج.'یارم'
۱۱.س **ك**،ی ف.'آموز'چنین
۱۲.س **ك**.'همچو' شمع
۱۳.س **ك**،ی ف.'سوز'چنین

پیشِ تیر غمزه اش[۱] بُردم دلِ صد چاك[۲] را
چون نگه[۳] دارم دل از پیکان دل دوزی[٤] چنین
از فروغِ[٥] عارضت روز[٦] هلالیّ روشنست
وه که دارد آفتاب عالم افروزی[۷] چنین

غزل ١٦٦

ای قدت نازك نهال جویبار چشم من
لطف کن برخیزد و بنیشین در[۸] کنارِ چشم من
چشم مردم را غبار از گردمی باشد ولی[۹]
می بردم گرد سر کویت غبارِ چشم من
اشك من هر کس که دید از کار چشمم[۱۰] دست شُست[۱۱]
گوشه چشمی که رفت[۱۲] از دست کارِ چشم من
قطرهٔ[۱۳] خون[١٤] کز دل من داشت جسمم[١٥] یادگار
بر کنار افتاد اکنون یادگارِ چشم من

۱.س ك.تیر'غمزه'بردم
۲.س ك. 'این دل بیمار را'س ج.'صد پاره را'
۳.س ج.'چونکه می دارم'
٤.س ك،ی ف.'دلدوز' چنین
٥.س ك.'افتالی دولت'عارضت
٦.س ج.'روزی'هلالی
۷.س ك،ی ف. 'افروز'چنین
۸.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'بر'کنار
۹.س ج.باشد'بلی' ۱۰.ی ف.چشمم'رفت'
۱۱.ی ف.'دل'س ك.'دست شست'ندارد
۱۲.س ك،ی ك.'گرفت'
۱۳.(نوٹ)در'س ج. این شعر نیست:
قطرهٔ خون کز دل من .... اکنون یادگار چشم من
١٤.ی ك،س ك،.'بود'ی ف.'برد' ١٥.ی ك،ی ف.'چشمم'

گر بروی م هلالیّ سیل اشك[۱] آید چه باك[۲]
تا جهان آید هنوز از ره گذار[۳] چشم من

غزل ۱٦۷

گفتیم[٤] چون زنده ماندی در غم هجران من
خواستم[٥] مرگ خود امّا بر نیامد جان من
درد من عشقت و[٦] درمانش بغیر[۷] از عشق[۸] نیست
چون کنم کز درد مشکل تر بود درمان من
من خود[۹] از جان بنده ام فرمان عشقت را بلی[۱۰]
تا چه فرماید مُرا این بخت نافرمان من
شمه نا گفته از سوز دلم عالم[۱۱] بسوخت
آه اگر[۱۲] ظاهر شود این آتشِ پنهان من
بس که من حیران و[۱۳] مدهوشم ز چشم مست او[۱٤]
هر کرا چشمیست می باید شدن حیران من
وه[۱٥] چه روی آتشینست آن که گاه دیدنش
شعلها پندارم افتادست در مژگان من

۱.س ج.'خون'آید
۲.ی ك. باك'شود'ی ف.'شد'س ك.'انداخته'
۳.س ك.'جویبار'چشم من
٤.ی ف.'گفت تو'س ك،س ج.'گفته'
٥.س ك.'خواهم' مرگ
٦.س ك،ی ك.'و'ندارد
۷.س ك،س ج.'بجز'
۸.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'صبر'
۹.ی ف.من'چو'
۱۰.س جی ف،س ك،س ج.'ولی'
۱۱.ی ك،س ج.'شهری'بسوخت، ی ف.'شهر'
۱۲.ی ك.اگر'چون'
۱۳.ی ك،ی ف،س ك.'مدهوش و حیرانم'س ج؛'مدهوش حیرانم۱٤.ی ف،ی ك،س ج.مست'او'
۱٥.(نوٹ)در'ی ف' این شعر اضافی است:
وه چه روی آتشینست آن که گاه دیدنش شعلها پندارم افتادست در موگان من

چون هلالیّ گوشهٔ چشمی گدایی می کنیم
که گهی سوی گدای خود نگر سلطان من

غزل ۱٦۸

جان[۱] به حسرت نتوان بی لب[۲] جانان دادن
خواهش دیدن و حیران شدن و جان دادن

دو جهان در عوض یك سر موی تو کنیم[۳]
دل وجان خود چه متاعیست که نتوان دادن

جرعهٔ بخش ازان لب که ثوابیست[٤] عظیم
تشنه را آب ز سر[٥] چشمهٔ حیوان دادن

خال[٦] اگر نیست رخِ خوب تر ازان سیب[۷] است
که به موری نتوان ملك سلیمان دادن

تا کی[۸] افسانهٔ خود پیش سگانت[۹] گویم
درد سر این همه خوش نیست به مهمان دادن

۱.(**نوٹ**)در'س **ك**' این شعر نیست:

جان به حسرت نتوان .... حیران شدن و جان دادن

۲.ی **ك**،ی ف،س ج.'بی رخ'جانان دادن

۳.(**نوٹ**)در'س **ك**' این شعر نیست:

دو جهان در عوض یك .... متاعیست که نتوان دادن

٤.ی **ك**،ی ف،س ج.'کم است'

٥.س ج.'نوایٔ'عظیم

٦.س ج.'زهر'چشمهٔ

۷.(**نوٹ**)در'ی **ك**' این شعر نیست:

خال اگر نیست رخ خوب .... نتوان ملك سلیمان دادن

۸.(**نوٹ**)در'س ج' این شعر نیست:

تا کی افسانهٔ خود .... نیست به مهمان دادن

۹.ی **ك**،ی ف،س **ك**.'خیالت'

بی تو هجران[۱] بسرم گر اجل آرد روزی
می توان جان خود از شوق به هجران دادن
گر چنین موج[۲] زند اشک هلالی هر دم
خان[۳] و مان را همه خواهیم[٤] به طوفان دادن

غزل۱٦۹

گهی لطف و گهی قهرست[٥] کارِ دلربای من
دلی لطف از برای دیگر[٦] و قهر از برای من
به خوبان تا وفا کردم جفا دیدم بحمدالله
که تقریبِ جفای خوبرویان شد وفای من
دعای خویش را شایسته احسان نمی[٧] بینم
خوشم گر لایق دشنام[۸] باشد این دعای من
بدردِ[۹] عشق خو کردم ندارم تاب بی دردی[۱۰]
طبیبا ترک درمان کن که درد آمد دوایِ من
بلای من شد آن بد خو[۱۱] خدا را پیش من بنیشین
نمی خواهم که پیش دیگران[۱۲] آید بلای من

۱.ی ف.'هجران'ندارد
۲.ی ف. 'شوخ'
۳.ی ك.'خانمان'
٤.س ج.'که'به طوفان
٥.ی ك.'جورست'
٦.ی ك،ی ف.'دیگران'
۷.ی ك،ی ف،س ك،س ج. 'نمی دانم'
۸.ی ك،ی ف،س ك.'هم'باشد
۹.(**نوٹ**)در'س ك' این شعر نیست:
بدردعشق خو کردم .... کن که درد آمد دوای من
۱۰.ی ف.'بیماری'س ج.'بیداری'
۱۱.ی ف،ی ك،س ك،س ج.'بالا'
۱۲.ی ف،ی ك،س ك،س ج.'دیگری'

ز[۱] سـر تـا پـا بـه خـون آغشتـه ام سـوی تـو چـون آیـم
بـر خـاک درت جـایسـت[۲] پـاکـان را چـه جـای مـن

هـلالـیّ بـعـد ازیـن خـواهـم کـه[۳] پـا از فـرق سـر سـازم[۴]
کـه در رایـش سـرِ مـن رشکهـا دارد ز پـای[۵] مـن

غزل ۱۷۰

از رشک سـوختـم بـه رقیبـان سـخـن مـکـن
گـر مـی کـنـی ز بهـر[۶] خـدا پیـش مـن مـکـن

در[۷] آرزوی یـک سـخـتـم جـان بـلـب رسیـد
جـانـا تـرا کـه گفـت کـه بـا مـا[۸] سـخـن مکـن

هـرجـا کـه[۹] شـمـع جـمـع شـدی سـوختـم ز رشـک
بهـرِ خـدا کـه روی بهـر آنـچـمـن[۱۰] مـکـن

تـا[۱۱] چـنـد بهـرِ قتـل مـن آزرده مـی شـوی
سهـل اسـت بـر مـن ایـن هـمـه بـر خـویشتـن مـکـن

---

۱. (نوٹ) در 'س ج' این شعر نیست:

ز سـر تـا پـا بـه خـون آغشتـه .... پـاکـان را چـه جـای مـن

۲. س ک. 'ره نیست'

۳. ی ک، ی ف، س ک، س ج. 'قدم'

۴. س ک. 'سازم' ندارد

۵. ی ک، ی ف. 'بپای' س ک. 'نای'

۶. س ک، ی ک، ی ف، س ج. 'برای'

۷. س ک، س ج. 'ازآرزوی'

۸. س ک. 'با من'

۹. س ج. 'با هر کسی که جمع'

۱۰. س ج. 'خدای'

۱۱. س ک. 'لبت' چند

گفت از لبت هلالیّ و قدرِ شکّر شکست[1]
نامش[2] بغیر طوطیِ شکّر شکن مکن

غزل۱۷۱

به خاکِ پای توای سرو ناز پرور من
که جز هوای وصال[3] تو نیست در سر من
براه عشق تو خاکم گناه[4] من اینست
درین طریق نباشد کسی برابر من
غم تو در دل تنگم نشست و منفعلم[5]
که نیست لایقِ آن[6] کلبهٔ[7] محقر من
ز جلوه[8] سمن و سرو دل نیاساید
کجاست سرو سهی قامتِ سمن[9] بر من
حذر کنید رقیبان ز سیل مژگانم
که درد مندم و خون می چکد ز خنجر من
عتاب[10] کرد و جفا نیز می کند هیهات
هنوز تا چه کند ظالمِ ستمگر من

۱.س ج.'شکری'شکست
۲.س ك.'ره نیست'
۳.ی ك،ی ف،س ك.'جمال'تو،س ج.'جمالی'تو
۴.س ك،ی ف،ی ك،س ج.'طریق'من اینست
۵.س ك،س ج.'منتظرم'
۶.س ك،س ج.'این'ی ك.'او'ی ف،س ج.'آن'ندارد
۷.س ج.'کلمۀ'محقر
۸.س ج.جلوه'گاه'سمن
۹.ی ف.'سهمر'بر من
۱۰.(توقف)در'ی ف،ی ك،س ك'س ج.این شعر نیست
عتاب کردو جفا نیز .... کند ظالم ستمگر من

هلالیّ از[1] می[2] و عشرت مرا نصیبی نیست
مگر به خونِ جگر پُر کنید ساغر من

غزل۱۷۲

چنان بلند نسشد[3] سرو ناز پرور او
که سرو ناز تواند شُدن برابر او
ز نو بهار رخش آفت خزان دورست[4]
هنوز تازه[5] دمیدست سبزه تر او
به نازم[6] آن مژۀ شوخ را که در دم قتل
چنان نکرد[7] که حاجت شود به خنجر او
رقیب کیست که او را سگ درش خواند[8]
اگر براند ازان[9] کوی من سگ در او
به نیم جرعه که در بزمش[10] اتفاق افتد[11]
فراغتست مرا از بهشت و[12] کوثر او
چو گفتهای هلالیّ به وصف تازه گلست[13]
ز برگ لاله و[14] نسرین کنند دفترِ او

۱.س ك،ی ف،ی ك،س ج. 'و'ندارد
۲.س ك،ی ف،س ج. 'كنند'
۳.ی ف. 'شد'
٤.ی ف،س ك،س ج. 'راست'
٥.س ك. 'سر نكشیده'س ج. 'سرت كشید'
٦.س ك. 'نیازان'
۷.ی ف. 'دگر كه'
۸.س ك. 'نتوانم'ی ف. خوانند'ی ك،س ج. 'خوانم'
۹.ی ك،س ك،. 'بر آید'ی ف. 'بماند ازان'
۱۰.ی ك. 'برمش'س ك،س ج. 'كرم بزم'
۱۱.س ك. 'آمد'
۱۲.س ج. 'و'ندارد
۱۳.س ك. 'انار كلی است'
۱٤.س ج. 'و'ندارد

غزل۱۷۳

نمی کشیم سر از آستان[۱] خانهٔ تو
کجا رویم سر ما و آستانهٔ تو

ترا بهانه چه حاجت برای کُشتن من
مکن-مکن که مرا می کشد بهانه تو

ترحُّمی[۲] بکن ای پادشاه کشور حسن[۳]
که غیر ظلم و ستم نیست در زمانهٔ او

ازان سمند تو بر می جهد[۴] که جولان[۵]
که رقص می کند[۶] از بهر تازیانه تو

سفید[۷] گشت مرا استخوان و خوش حالم
بدان امید که روزی شود نشانهٔ تو

شب از فسانه به روز آورند این عجبست
که روز خود به شب آرم من از فسانهٔ تو

هلالیؔ از غم جانسوز عشق آه مکش
که سوخت جان من از آه عاشقانهٔ او

غزل۱۷٤

روزم[۸] از بیم رقیبان نیست ره در کوی او
شب روم لیکن چه حاصل چون نبینم روی او

۱.س ج. 'آستانه' خانهٔ تو
۲.س ک.'ترحُّم'
۳.س ج. کشور'من'
٤.س ج،ی ف.'گهی'
٥.س ک.'کن'
٦.س ک،ی ف،ی ک.'از ذوق'س ج.'می دهد از ذوق'
۷.در'در'س ج' این اشعار از:'سفید گشت مرا استخوان......تا.........من از فسانهٔ تو'اضافی است
۸.در نسخه ی ف،س ج'این غزل (شمارهٔ ۱۷٤) از اوّل تا آخر نیست.

روزم از بیم رقیبان.............. ....آید از هر موی او

و بـه قتلـم شـاد و مـن غـمگین کـه گـاه کشتنـم
نـا کـه آزاری نـه بیـنـد سـاعـد و بـازوی او

دارد آن نـا مـهـربـان پیـوسـتـه بـرابـر[1] و گـره
از گـره کـویـی[2] بهـم پیـوسـتـه شـد ابـروی او

مـا چـو از هـر سـو بـه خـاك کـویـش آردیم روی
بـعـد ازیـن روی نیـاز مـا و خـاك کـوی او

گـر چـه بـس دورم[3] ولـی هـر جـا کـه منزل مـی کـنـم
مـی نشیـنـم رو بـگـوی یـار و خـاطـر سـوی او

مـن کـه در پهـلـوی او خـود را نـمی خـواهـم ز رشك
دیـگـری را چـون تـوانـم دیـد در پهـلـوی او

تـا هـلالـیّ را فـراقـت چـنگ بـزم درد سـاخـت
نـاز[4] دیـگـر بـرون مـی آیـد از هـر مـوی او

غزل۱۷۵

خـواهـم[5] فـگـنـدن خـویـش را پیـش رعـنـای او
تـا بـر[6] سـر مـن پـا نـهـد یـا سـر نـهـم بـر پـای او

سـرو قـد نـو خـاسـتـه مـاه رخـش آراسـتـه[7]
خـوش صـورتـی آراسـتـه حسـن جـهـان آرای او

۱.س ك. 'در ابرو'

۲.س ك،ی ك.'گویا'

۳.س ك.'درم بس ولی'

٤.س ك،ی ك.'ناله'

٥.در'ی ف.این غزل (شمارۀ۱۷٥) از اوّل تا آخر نیست.
خواهم فگندن خویش .... گرابروای او

٦.ی ك.'ابر سر'

۷.ی ك،س ك،س ج.'نا گاسته'

غمِ نیست جان من اگر داغم نهادی بر جگر
ای کاش صد داغ دگر می بود بر بالای او

کز در رهش افتد کسی کمتر نما یدار از خسی
از احتیاج ما بسی پیش است استغنای او

تا دل به جا [1] آید مرا از [2] دیده کو در دل [3] درا
مردم نشین است آن سرا آنجا نخواهم جای او

گفتم هلالیّ دم بدم جان می دهد گفتا چه غم
گفتم بسویش نه قدم گفتا گر ابر وای او

غزل۱۷٦

چند پنهان [4] کنم افسانه هجران از تو
حالِ [5] من بر [6] همه پیداست چه [7] پنهان از تو

شمع [8] جمعی و همه [9] سوختهٔ وصل تواند
گنج حسنی و جهانی همه ویران از تو

جیب گل پیرهنان [10] چاك شد از دست غمت [11]
ورنه بودی همه راسر بگریبان از تو

---

۱. ی ک. 'به جان ناید'
۲. س ک. 'این'
۳. س ک. 'شد منزل درد'
٤. ی ف. 'نهان' کنم
٥. س ج. 'حالت' من
٦. س ک، س ج. 'بر' ندارد
۷. س ک. 'ز' پنهان
۸. (توث) در' ی ک. این شعر نیست:

شمع جمعی و همه .... همه ویران از تو

۹. س ج. 'ازان'
۱۰. ی ف. 'برقصان'
۱۱. ی ف. 'بحث'

غنچه [1] در باغ ز باد سحر آشفته نبود
بلکه صد پاره دلی داشت پریشان از تو

یا رب [2] ای [3] کافر بیرحم چه در دل داری [4]
که نیاسود دل هیچ مسلمان از تو

طالب [5] وصل [6] ترا محنت هجران شرط است
تا میسّر نشود کام دل آسان از تو

آن [7] پری بزمی آراست [8] هلالیّ برخیزد
جامِ جم گیر که شد ملك سلیمان از تو

غزل۱۷۷

سازم قدم [9] ز دیده و آیم [10] بسویی تو
تا هر قدم به دیده کشم خاك کوی تو

روی تو خوب و [11] خوی تو بد آه چه کنم
ای کاش همچو روی توسی بود خوی تو

۱.(نوف) در'ی ك'، س ك، ی ف. این شعر نیست:
غنچه در باغ ز باد .... داشت پریشان از تو

۲.ی ك.'یاری'

۳.س ك.'این'کافر

٤.س ك، ی ف.'دارد'

۵.(نوف) در'س ج. این شعر نیست:
طالب وصل ترا محنت .... کام دل آسان از تو

٦.ی ف.'مثل'ترا

۷.س ك.'یار'پری

۸.س ج.'ای هلالی غم ایام ازین پیش مخور'

۹.س ج.'به'دیده

۱۰.ی ف. و'ایم'به سوی

۱۱.ی ك.'و'ندارد

و منما جمالِ خویش بهر کج[۱] نظر که نیست
چشمِ بدان مناسب روی نکوی تو
جان[۲] و دل آرزوی وصال تو کرده اند
من نیز کرده از دل و جان آرزوی تو
ای دل ز دیده گریهٔ[۳] شادی طمع مدار[٤]
کین آب رفته باز نیاید به جوی تو
ساقی[٥] مران ز مجلس خویشم که خو گرفت
دستم به جام باده و چشمم به روی تو
از[٦] لطف گفته ای که هلالی غلام ماست
ای من غلام لطف چنین گفتگوی تو
شبی[۷] کنم هلالیّ بیچاره را علاج
ای من غلام سلسلهٔ مشك بوی تو

غزل۱۷۸

لیلی[۸] مجنون اگر می بود در دوران تو
آن[۹] یکی حیران من میگشت و من[۱۰] حیران تو

---

۱. س ج. 'کز' نظر که نیست

۲. (توف) س ك، ی ك، ی ف. این شعر نیست:

جان و دل آرزوی وصال .... دل و جان آرزوی تو

۳. س ك. 'اشك فشاندی' س ج. 'اشك دیده'

٤. ی ك. طمع 'مکن'

٥. (توف) در 'ی ك، س ك، ی ف. این شعر نیست:

ساقی مران ز مجلس .... باده و چشمم به روی تو

٦. در 'ی ك' این شعر اضافی است.

از لطف گفته ای .... چنین گفتگری تو

۷. ی ك، ی ف، س ج، س ك. این مصرعه 'شبی کنم هلالی بیچاره را علاج' ندارد

۸. در 'ی ف. این غزل (شمارهٔ ۱۷۸) از اوّل تا آخر نیست.

۹. س ك، ی ك، س ج. 'این' یکی

۱۰. س ك. 'و آن' س ج. 'آن'

دامن خود را بکش امروز از[1] دست رقیب

ورنه چون فردا شود دست من و[2] دامان تو

زخم پیکان ترا مرهم چرا باید نهاد

گر کسی مرهم نهد باری[3] هم از پیکان تو

کی ز میدان تو برخیزم که بعد از کشتنم

گرد من هم بر نخواهد خواست از میدان تو

محنت روز قیامت بر من آسان بگذرد

زین عقوبتها که دیدم در شب[4] هجران تو

وی[5] که از ناز و عتاب آلوده می[6] گشتی مرا

وای[7] اگر ظاهر نمی شد خندهٔ پنهان تو

در غم هجران هلالی صبر کن تدبیر چیست

هیچ تدبیری ندارد دردبی درمان تو

غزل۱۷۹

ای بی وفا چه چاره کنم با[8] جفای تو

تا کی جفا کشم به امید[9] وفای تو

چون مبتلای عشق ترایست[10] چارهٔ

بیچاره عاشقی کی شود[11] مبتلای تو

۱.س ج.'در'دست

۲.س ج.'و':ندارد

۳.س ج.باری'را مرهم بیاد هم از پهلوی'

۴.س ج.'غم'

۵.ی ک.'ای'که از ناز

۶.س ج. 'می'ندارد

۷.ی ک،س ک،س ج.'آه' اگر ظاهر

۸.س ک،ی ف.'در'جفای تو

۹.س ج.'نا امید'

۱۰.س ک،ی ف،ی ک،س ج.'ترا نیست'

۱۱.س ک،ی ف،ی ک،س ج.'بود'مبتلای

می خواهم از خدا به دعا صد هزار جان
تا صد هزار بار به میرم[1] برای تو

من کیستم که بهر تو جان را فدا کنم
ای صد هزار جان مقدس فدای تو

تا[2] دیده ام که بند قباجست کردهٔ
بر دل چه بندهاست مرا از قبای تو

ای سرو[3] اگر چه دور شُدی از کنار من
حقّا که درمیانهٔ جانست جای تو

روزی که عمر خویش هلالیّ دهد به باد
می خواهد از خدا که شود خاک پای[4] تو

غزل ۱۸۰

خاکم[5] بره بیك[6] حریم حرم او
شاید که به جای به رسم[7] در[8] قدم او

بر داغ دلم مرهم راحت مگذارید[9]
تا کم نشود راحت[10] درد و[11] الم او

۱.ی ف.'جان مقدّس'
۲.س ج.'من'دیده ام
۳.س ك.ای سرو'ناز'**توث**:ی ف'این شعر نیست':
ای سرو اگر چه دور.........   ....در میانهٔ جانست جای تو
۴.ی ف.'پای'ندار
۵.(**توث**) در'ی ك.این غزل(شمارهٔ ۱۸۰) از اوّل تا آخر ندارد:
خاکم بره **پیك** ....ز وجود و عدم او
۶.ی ف.'بری **لیك**'
۷.س ج. به جای 'به رسد'
۸.ی ف.'انگر'قدم او
۹.س ج.'بگذارند'ی ف.'مگذارند'
۱۰.س ج.'در رحت'
۱۱.ی ف.'و'ندارد

زین گونه که بر من[1] ستم[2] دوست خوش آید
خوش نیست که بر غیر آید ستم[3] او

می سوزم[4] و[5] این آه جگر سوزم ازان[6] است
کز جان و دلم دود بر آورد غم او

داریم امید کرم از یار و لیکن
دیدم ستمها به میّد کرم او

از تیغ تو صد گشته شود[7] زنده بیك دم
گویا دم[8] جان پرور عیسیٰ است دمِ او

گفتم که هلالیؔ ز غمت[9] سوی عدم رفت
گفتا چه تفاوت ز وجود و[10] عدم او

غزل۱۸۱

سینه[11] مجروح است[12] و از هر جانبی[13] صد غم درو
با چنین غمها کجا باشد دل خرّم[14] درو

در دهان غنچه از لعل تو آب حسرت است
این که پندارند مردم قطره شبنم درو

---

۱. س ج. بر'مرا'
۲. ی ف. 'رسم'دوست
۳. ی ف. 'رسم' او
۴. س ج. 'می سوزد'
۵. س ج. 'و'ندارد
۶. س ج، ی ف، س ل. 'آه سوز دلیل است'
۷. ی ف. 'نشد'زنده
۸. س ل. 'همه'س ج. 'که ز'جان پرور
۹. س ج. 'گفتم ز غمت سوئ عدم رفت هلالیؔ'
۱۰. س ج، ی ف. 'و'ندارد
۱۱. (**نوٹ**) در'ی **ل**. این غزل (شمارۂ ۱۸۱) از اوّل تا آخر ندارد:
سینه مجروح است و از هر جانی............ ....بینند به چشم کم درو
۱۲. س **ل**. 'جست'و از هر
۱۳. ی **ل**، س ج. 'جای'صد غم
۱۴. س ج، س **ل**. 'خورم'

سالها حیران او[۱] بودم کسی آگه نشد
زانکه حیرانند چون[۲] من جملهٔ[۳] عالم درو
عاشقان را آن سر کو از همه عالم به است
وآن سگان[۴] کو به از خیل بنی آدم درو
تا هلالیّ را شمُردی از بیکسان کمترین
هیچ کس دیگر نمی بیند به حشم[۵] کم درو

غزل۱۸۲

ما[۶] ز یك جانب رقیب از یك طرف دو کوی تو
روی با ما کن خدا را تا نبینند روی تو
دیدهٔ نا اهل روی این چنین حیف است حیف
چشم بد یارب نیفتد بر رخ نیکوی تو
بعد ازین سر از سر زانو نخواهم بر گرفت
تا نه بینم غیر را ازین پیش هم زانوی تو
می کنی بیداد و می گوی که این خوی منست
این چه خوی و این چه پیداست آه[۲] از خوی تو
چون نیامیزی بمن در کوی خود زارم بکش
خون من باری بیامیزد به خاک کوی تو

۱.س ك.'آن'بودم
۲.س ك،س ج.'خلق'من
۳.س ك.جمله'و'عالم
۴.س ك.'سگ کو بهتر'س ج.'را بهتر'
۵.س ج،ی ك.'به چشم'
۶.(**توث**)در'ی ف،س ج.این غزل(شمارهٔ ۱۸۲) از اوّل تا آخر ندارد:
ما زیك جانب رقیب............ ....طاق خم ابروی تو
۷.س ك،ی ك.دست'داد'

خاك ره گُشتم گر آب چشم [۱] بگذارد مرا

همره باد صبا بر خیزم آیم سوی تو

همچو ماه نو هلالیّ خم نگشتی شام غم [۲]

گر نبودی [۳] مایل طاق خم ابروی تو

غزل ۱۸۳

جان [٤] من گاهی سخن کن زان لب و گاهی بده

گر [٥] سخن با عاشقان حیفست دشنامی بده

چون دل از دست تو بی آرام شد بهر خدا

بر دلم دستی نه و [٦] یك لحظه آرامی بده

ساقیا از [٧] آتش دل شعله درجانم فتاد

تا زنم آبی بر آتش لطف کن جامی بده

تا ترا فارغ شود خاطر ز محشای [٨] دهر

یك دو روزی [٩] دل به دست نازك اندامی بده

می [۱۰] کنم پیش و عرض حال بی سامان دل

تو توانی قصّه او را سر انجامی بده

---

۱. ی ك. 'دیده' بگذارد، س ك. 'ما بر'

۲. ی ك. 'عید' س ک 'قامتم'

۳. ی ك، س ك. 'نگشتی' مایل

٤. (توث) در 'ی ف. این غزل (شمارهٔ ۱۸۳) از اوّل تا آخر ندارد:

جان من گاهی سخن کن زآن............ ....ترك بد نامی بده

٥. س ك، ی ك، س ج. 'در' سخن

٦. س ج. 'برو کم دستی نه یك لحظه آرامی بده'

۷. س ج. 'در' آتش دل

۸. س ك، ی ك، س ج. 'سخنهای' دهر

۹. س ج، ی ف. 'چند روزی' ی ك. 'یك روزی'

۱۰. در 'ی ك' این اشعار از: میکنم پیش تو عرض حال.........تا.........وعدهٔ کامی بده' اضافی است

جان من در حسرت آن ساعد سیمین به سوخت
چند سوزی بی دلان را وعدهٔ کامی بده

ناصحا پند تو و طعن هلالیّ تا بکی
ای نکو نام دو عالم ترک بد نامی بده

غزل۱۸٤

زین[۱] پیش لطف بود کنون جور و کین همه
اول چه بود این همه[۲] و آخر[۳] این همه

خوبان ز اهل[٤] درد شما را چه آگهی
ایشان نیاز مند و[۵] شما نازنین همه

غمهای[٦] دوست اندك و[٦] بسیار هر چه هست
بادا نصیب این دل اندوه کین همه

ای دیده از غبار رهش توتیا مجویی
کز گریه تو گل شده روی زمین همه

گر ناگهان به سوی هلالیّ قدم نهی
سازد نثار مقدم تو عقل و[۸] دین همه

غزل۱۸٥

تا[۹] چند بهر کشتن ما جور و کین همه
ما کشته می شویم چه حاجت باین همه

۱.س ج.'ز'پیش　　۲.ی ف.'آخر به هر چه'ی ك.'آن'

۳.ی ك، ی ف،س ك،س ج.'چه'و آخر　　٤. ی ف.'خویش'درد شما

۵.ی ف،ی ك.'و'ندارد　　٦. ی ف.'به'دوست

۷.ی ف.'و'ندارد　　۸.س ك.'و'ندارد

۹.(**توف**)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۱۸۵) از اوّل تا آخر ندارد:

تا چند بهر کشتن ما.........　　.........فلك آفرین همه

زخمی[۱] که از جفای تو رفتند عاشقان
دلخسته اندوه کشته[۲] و اندوهگین همه
تو[۳] قبله مرادی و خوبان ز انفعال
دارند پیش روی تو سر بر زمین همه
یکبار هم به جانب ما بین ز دردی لطف
یکبارگی به سوی رقیبان مبین[۴] همه
رخساره[۵] ره بر فروز و بکشت چمن خرام
تا خاک ره شوند گل و یاسمین همه
گر به گذری به ناز چو لیلیٰ به طرفِ دشت
مجنون شوند مردم صحرا نشین همه
چون در رهت هلالیّ سر کشته خاکِ[۶] شد
کردند ساکنان فلك آفرین همه

غزل۱۸٦

با[۷] تو هر ساعتِ مرا عرض نیازست این همه
من نمی دانم ترا با من چه نازست این همه
خند جانست و لب جا بخش و خطّت[۹] جا ن فرا
مایۀ جمیعت عمر درازست این همه

۱.س ج،ی ك.'رحمی'که از جفای
۲.س ك، ی ك،س ج.'و شکسته'
۳.**(نوٹ)** در'س ج.این شعر نیست:
تو قبله مرادی .... سر بر زمین همه
٤.س ج.'چمن'همه
۵.س ج،ی ك.'رخسار'برفروز
٦.س ك.'نشد به خاك'
۷.**(نوٹ)** در'ی ف.این غزل(شمارۀ ۱۸٦) از اوّل تا آخر ندارد:
با تو هر ساعت مرا عرض........... ....جان گذر است این همه
۸.س ك.'لب'
۹.س ك،س ج.'و قدت'ی ك.'و زلف آرام دل'

خوابم از چشم و دلم از دست و دست از کار رفت
از فسون آن دو چشم سحر سازست این همه
گلشن کوی ترا هر جانب از جنت دریست
لیك بر[1] ما بسته و بر غیر یار[2] ست این همه
ذوق[3] ناوکهای دلدوزت[4] مرا در دل نشست[5]
کز تو از شبهای هجران درازست[6] این همه
از سجود آستانت چهره ام[7] پُر گرد شد
گرد چون گویم که نور آن نمازست این همه
شرح غمهای هلالیّ گوش[8] کردن مشکل است
مستمع را نکته های جان گذراست این همه

غزل۱۸۷

ای[9] آنکه در نصیحت ما لب کشوده ای
معلوم می شود که تو عاشق[10] نبوده ای
گفتی اگر دل از تو ربودم به صبر کوش
صبری که[11] بود پیشتر از دل ربوده ای

۱.س ج.'با'ما ۲.س ج.'باز'است
۳.(توث)در'ی ك.این شعر نیست:
ذوق ناوکهای دلدوزت .... هجران درازست این همه
٤.س ك.'دوزش مرا بسیار'س ج.'دوزش' ٥.س ك.'در دل نشست'ندارد
٦.س ك،س ج.'یاردلنواز است' ۷. س ج.چهره'ات'پُر گرد شد
۸.س ك.'خونش'کردن مشکل است ۹.(توث)در'ی ك.این غزل(شمارهٔ ۱۸۷) از اوّل تا آخر نیست:
ای آنکه در نصیحت........... ....بلکه ترحُم نموده ای
۱۰.ی ف.'عاقل'نبوده ای ۱۱.ی ف.'کجا که'بود

گفتم شنوده ام زلبت نا[۱] سزای[۲] خویش
گفتا سزاست[۳] هرچه[۴] ازان لب شنوده ای

ای دل وفا مجوی که خوبان شهر[۵] را
ما آزموده ایم و[۶] تو هم آزموده ای

هر[۷] طعنه ای که بر دل آزرده کرده ای
بر زخم ما جراحت دیگر فزوده ای

جوری[۸] که دید از[۹] تو هلالیّ بان[۱۰] خوش است
آن جور نیست[۱۱] بلکه ترحُّم نموده ای

غزل۱۸۸

کیست[۱۲] آن سرو روان کز ناز دامن بر زده
چهره گلگون کرده و آتش به عالم در زده

کرده[۱۳] هر شب ز آتش حسرت دل[۱۴] ما را کباب
با حریفان دگر تا صبحدم ساغر زده

---

۱. ی ف، س ک، س ج. 'من'
۲. س ج. 'سرای'
۳. ی ف. 'تراست'
۴. س ک. 'آنچه' ازان
۵. س ج. 'سنگ' را
۶. س ک، ی ف، س ج. 'و' ندارد
۷. (نوٹ) در 'ی ف' این شعر اضافی است:
هر طعنه ای که بر دل آزرده کردی ای　　بر زخم ما جراحت دیگر فزوده ای
۸. س ج. 'خواری' که دید
۹. ی ف. 'از او دیده'
۱۰. س ک، س ج. 'باد' تو
۱۱. س ج. 'خورمیست'
۱۲. (نوٹ) در 'ی ک. این غزل (شمارهٔ ۱۸۸) از اول تا آخر نیست:
کیست آن سرو روان کز.........　　..........سگها بر زر زده
۱۳. س ک. 'کرد' هر شب
۱۴. س ک، ی ک. 'هلالی'

وصف قدّ نازکش[1] گر راست می پُرسی ز من
سرو آزادیست[2] از باغ لطافت سر زده

خواب چون آید که شبها بر دل تا سحر
هر زمان زنجیر زنعش حلقهٔ دیگر زده

خط[3] او بر برگ نسرین گرد مشك آمیخته
خال او بر صفحهٔ گل نقطه از عنبر زده

چشم خونریزش که دارد هر طرف مژگان تیز
هست قصابی که هر دور بیان خنجر زده

تلخ آید بر لب شیرین او نام رقیب
زانکه بهر کشتنم زهریست در شکر زده

باد گویا بی گل رویش چو من دیوانه شد
ورنه خود را از چه رو بر خاك و خاکستر زده

تا هلالیّ کرد روی زرد خود فرشِ رهت
توسن او گاه جولانِ سگها بر زر زده

غزل۱۸۹

بجهت[4] با ما[5] چرا آهنگ غوغا کرده ای
غالبا امروز قصدِ کُشتن ما[6] کرده ای

۱.س ك.'قدّش' نازکش ۲.ی ك.'آزادست کز'

۳.در'س ك' این چهار تا اشعار از:'خط او بر برگ نسرین ....تا ....رو بر خاك و خاکستر زده اضافی است۔

۴.(نوٹ) در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۱۸۹) از اوّل تا آخر نیست:

بجهت با ما چرا آهنگ......... ....در شب تمنّا کرده ای

۵.س ك.'بامن' ۶.س ك.'تا' کرده ای

گاه چون شیر و شکر گاهی چو آب و آتشی
من نمی دانم چه[1] خوی است[2] این[3] که پیدا کرده ای
گر مسیحا مُردهٔ را زنده می کرد[4] از دعا
تو بیك دشنام کارِ صد مسیحا کرده ای
دیده[5] جای تُست نشین[6] از نظر غایب مشو
مرد می کن چون میان مردمان جا کرده ای
دوش می گفتم که مهمان هلالی باش گفت
دیدن خورشید را در شب تمنّا کرده ای

غزل ۱۹۰

مایم جا به گوشه میخانه ساخته
خود را حریف ساغر و پیمانه ساخته
یا رب[7] چرا شدست رقیب آشنای تو
و زمن ترا ز بهر چه بیگانه ساخته
آنکس که تاب داده[8] بهم طرهٔ ترا
زنجیر بهر عاشق دیوانه ساخته
دل[9] نیست این که در تنِ فرسوده منست
دیوانه ایست جای به ویرانه ساخته

۱.س ک.'آنچه'
۲.س ک،ی ک،س ج.'خوبست'
۳.س ک.'این'ندارد
۴.س ک.'نکردی'س ج.'کردی'
۵.س ج.دیدهٔ'من'
۶.س ک.'تاری'س ج.'دیگر از و غایب مشو
۷.ی ک.'باری'چرا شد
۸.ی ک.'دار'به هم
۹.(**نوٹ**)در'س ک این شعر نیست:
دل نیست این که در .... به ویرانه ساخته

از ما[1] شنو حکایت ما پیش ازان که خلق
گویند با تو یك بیك افسانه ساخته
ای شمع پرتوی[2] به هلالی فگن[3] که او
خود را به سوز عشق تو پروانه ساخته

غزل ۱۹۱

چشم او می خورده[4] و طرح[5] عتاب انداخته
تا نه بیند سوی من خود را به خواب انداخته
چیست دانی پر دهای[6] غنچه بر رخسار گل
جلوهٔ حسن تو اورا در حجاب انداخته
چون نگردد عمر کوته که آن زلف دراز
رشته جان مرا درپیچ و تاب انداخته
یارب آن زلفست بر[7] روی تو یا خود[8] با غبان
سنبل تر جیده[9] و بر آفتاب انداخته
با وجود[10] آنکه مارا تاب دیدار تو نیست
گاه،گاه[11] آیی برون آنهم[12] نقاب انداخته

۱.س ك.از'من'(فوق)در'ی ف این شعر نیست:

از ما شنو حکایت .... یك بیك افسانه ساخته

۲.س ك.'پرتو'   ۳.س ك.'مکن'که او   ٤.ی ف.'خوردی'س ك.'می خورد'

٥.ی ف.'و خود را انحاك'س ك.'و خود را جزایت'س ج.'او خود را خراب'ی ك.'احباب'

٦.ی ف.'برد نایع'   ٧.ی ف.'بر'ندارد

٨.ی ف.'با خو'س ك،س ج.'با خود'   ٩.ی ف.'توحید'س ج.'بر چیدهٔ'

١٠.ی ف.'جود'آنکه   ١١.ی ك.'که گهی'

١٢.س ك.'هم'

گر بگویت[1] هردم[2] آیم بگذرم عیبم مکن[3]
شوق دیدارت[4] مرا در اضطراب انداخته

بی تو در گلشن هلالیّ نیست خرّم[5] بلکه او
دوزخی دیدست و[6] خود را در عذاب انداخته

غزل۱۹۲

دردا که باز ما را درد[7] عجب رسیده
هم دل ز دست رفته هم[8] جان به لب رسیده

آن ماه رو که با من شبها به روز کردی[9]
رقیبست[10] و در فراقش[11] روزم به شب رسیده

کی[12] باشد آنکه بینم از دولتِ وصالش
اندوه و درد رفته عیش و طرب رسیده

مشکلی[13] که در قیامت بینند اهلِ دوزخ
آنها[14] که بی تو بر[15] من از[16] تابِ تب رسیده

---

۱. ی ف. 'که بگویم'
۲. س ک. 'به روم'
۳. ی ف. 'مسکن'
۴. س ک، ی ف، ی ک، س ج. 'دیدار توام'
۵. ی ف. 'خیرم' س ک. 'چندان' س ج. 'خورم'
۶. س ک، س ج. 'و' ندارد
۷. ی ف، ی ک. 'دردی'
۸. ی ف. 'و جانم'
۹. ی ک. 'کرده' س ج. 'کرد'
۱۰. ی ک، ی ف، س ج. 'رفتست' س ک. 'رفته'
۱۱. ی ف. 'فارامنش' س ج. 'فراقت'
۱۲. (توجه) در ی ف، س ک، س ج این شعر نیست:
کی باشد آنکه بینم .... رفته عیش و طرب رسیده
۱۳. س ک، ی ک، ی ف، س ج. 'مشکل'
۱۴. س ک، ی ک. 'اینها' که
۱۵. س ک. 'با' من
۱۶. س ک. 'در' س ج. 'تا' تاب

غیر از طلب هلالی کاری مکن درین[1] ره
هر کس رسیده[2] جایی بعد از طلب رسیده

غزل۱۹۳

به کجا[3] روم ز دردت چه دوا کنم چه چاره
که هزار باره خون شد جگر[4] هزار پاره
منم و زعشق[5] دردی که اگر بکوه گویم
بخدا که نرم گردد دل سخت سنگ خاره
بدو دیده[6] که توانم که رخ تو سیر بینم
دو هزار دیده خواهم که ترا کنم نظاره
مه من[7] ز[8] جمع خوبان بکسی ترا چه نسبت
تو زیاده[9] ز ماه و[10] دگران کم از ستاره
ز برای کشتن من جوبس[11] است چشم سوخت
ز چه می کشد خنجر مژه از هر کناره
چو غنیمت است خوبه کرشمه جلوهٔ کن
که به عالم جوانی نرسید کسی دوباره
دل خسته هلالی چو به سوختی حذر کن
که مبادا[12] از آتش او رسد آفت شراره

۱. ی ک. 'درا ینجا'
۲. س ج. 'رسید'
۳. ی ف. 'یکی'
٤. ی ف، ی ک، س ج. 'جگرم'
٥. ی ک. 'مردم ز درد عشقت' ی ف. 'درد عشقت'
٦. س ک. 'دید کی'
۷. س ج. 'ای ماه'
۸. س ک، ی ک. 'به' جمع
۹. ی ک. باده 'تر'
۱۰. س ج. 'و' ندارد
۱۱. س ج. 'نیست'
۱۲. ی ک، ی ف، س ک، س ج. 'مبادز'

غزل۱۹٤

زهی شراب لبت[۱] مایهٔ[۲] طرب تاکی
نمود[۳] نرگس مستیت[٤] هزار بی باکی

گذر به دامن پاکت به گرد باد صبا
کجا شگفت گلی در چمن به این پاکی

به یک[٥] خرام که کردی هزار دل بردی
تبارک اللّٰه ازین چابکی[٦] و چالاکی

نشسته[۷] ام به رهت چون غبار و[۸] می ترسم
که ناگهان به کشی[۹] دامنی[۱۰] ازین[۱۱] خاکی

جواب تلخ شنیدن ز لعل میگونت
چو تلخی می ناب آرد طرب ناکی[۱۲]

تن[۱۳] ضعیف هلالیّ به هیچ لایق نیست
جزین[۱٤] که بر سر آتش نهی به خاشاکی

۱.ی ف.'درت'مایهٔ
۲.ی ف.'باده'
۳.ی ف،س ک.'م'نموده'
٤.ی ف،ی ک،س ج.'مستت'
٥.س ج.'سبک' خرام
٦.ی ف،ی ک،س ک،س ج.'جابکی'
۷.(نوٹ)در'ی ف' این شعر نیست:
نشسته ام به رهت چون .... کشی دامنی ازین خاکی
۸.س ج،س ک.'و'ندارد
۹.ی ک،س ک.'نکشی'
۱۰.ی ک،س ک،س ج.'دامن'
۱۱.ی ک،س ک،س ج.'از من'
۱۲.ی ک،س ک،ی ف،س ج.'فرحناکی'
۱۳.(نوٹ)در'ی ف،س ک،س ج این شعر نیست:
تن ضعیف هلالیّ به .... سر آتش نهی به خاشاکی
۱٤.س ک،س ج.'جز این'

غزل ۱۹۵

چه شد که جانب اهلِ وفا گذر نکنی
چه شد که ناگه اگر بگذری نظر نکنی
رسید جان به لبم[1] چون زیم[2] اگر نرسی[3]
هلاك یك نظرم چون کنم اگر نکنی
چو[4] ماه عید به سالی اگر[5] شوی طالع
روی همان دم و با ما شبی[6] سحر[7] نکنی
زیاد[8] بی خبرم زان کنی به مجلس[9] خاص
که چون روی به حریفان مرا خبر نکنی
شد از جفای تو ملك[10] دلم خراب و[11] هنوز
درین غمم که ازین هم خراب تر نکنی
جفا که با[12] من دلخسته می کنی سهل است
غرض وفاست که با مردم دگر نکنی
هلالیّ این همه حیران[13] چشم یار مشو[14]
چه حالت[15] است که هیچ از بلا حذر نکنی

---

۱. ی ف، س ج، س ك. 'به لب' ۲. س ك. 'من' اگری ف. 'زنم' س ج. 'کنم'
۳. س ك. 'نمی پرسی' ی ف. 'اگرمکنی' س ج، س ك، 'اگرپرسی'
٤. **(نوٹ)** در 'ی ك' این شعر نیست:
چون ماه عید به سالی ....و با ما شبی سحر نکنی
٥. س ك. 'اگر طالع شوی سالی' ٦. س ك. شبی 'گذر' ۷. ی ف. 'خبر' س ك. سحر 'گذر'
۸. ی ف، ی ك، س ك، س ج. 'زیاده' نکنی ۹. ی ف، س ج. 'ساختی و می ترسم' س ك. 'ساعتی و می ترسم' س ك. 'ساختی و لی ترسم'
۱۰. س ج. 'مرغ' دلم
۱۱. س ج. 'و' ندارد ۱۲. س ج، ی ك. 'بر' من دل خسته
۱۳. ی ك. 'این همه حیران چشم یار هلالی' ۱٤. س ج. یار 'اند'
۱۵. ی ك. 'جا نیست'

غزل۱۹٦

عشاق را حیات به جانست[۱] جان تویی
جانرا اگر حیات دگر هست آن تویی

هرجا سهم است پیش رخت هست تا تمام
ماه تمام روی زمین[۲] این زمان تویی

یوسف[۳] اگر چه بود بخوبی عزیز شهر[٤]
ایشان ستمگرند همین مهربان تویی

گر دل ز درد رفت[٥] و دگر جان به لب رسید
غم نیست چون طبیب دل مهربان[٦] تویی

خیزای رقیب و[۷] جای سگش را بمن گذار
من کیستم اگر سگِ این آستان تویی

گر جان به باد داد هلالی ازان چه باک[۸]
جانی که هست در تن او[۹] جاودان تویی

غزل۱۹۷

چند[۱۰] رسوا شوم ازعشق من شیدایی
عشق خوبست ولیکن نه باین رسوایی

---

۱. ی ف.'که جان است' ص ج.'زمین این زمان'

۲. ی ف.'ملك عزیزی جهان توئی'ی ك.'زمین و زمان'

۳. (نوٹ) در'ی ف' این سه اشعاراز: یوسف اگر چه بوده ....تا............این آستان توئی. نیست

٤. ی ك،س ك،س ج. عزیز'مصر'

٥. ی ك،س ك،س ج.'خون نشد'

٦. ی ك،س ك،س ج.'من ناتوان'

۷. ی ك،س ك.'و'ندارد

۸. ی ف.'ازان او'

۹. ی ف.'دل غم دیده آن توئی'

۱۰. (نوٹ) در'ی ف. این غزل(شمارۂ ۱۹۷) از اوّل تا آخر نیست:
چندرسوا شوم از......... ....چرا می روی و می آیی

خواستم پیش تو گویم غم پنهانی خویش
آمدی[۱] سوی من و رفت غم تنهایی

مست عشقیم اگر هیچ ندانیم چه غم
ذوق نادانئ ما به که[۲] غم دانایی

به زمین[۳] جلوه نمودی فلک از رشك به سوخت
که فلك را ملکی نیست بدین زیبایی

سرو گل نازك و رعنایت[۴] ولی نتوان یافت
گل بدین[۵] نازکی و سرو بدین[۶] رعنایی

در چمن پیش تو رشك[۷] است ز نرگس ما را
گرچه مشهور[۸] جهان است بنا بینایی

چون سگِ تُستِ هلالیّ دگرش منع کن[۹]
که درین کوی[۱۰] چرا می روی و می آیی

غزل۱۹۸

دیده[۱۱] ام از تو جفایی که ندیدست کسی
بلکه زین گونه جفا هم نشنیدست کسی

۱.ی ف.'امیدی'
۲.ی ك.'ما به'غم
۳.ی ف،ی ك،س ك.'بر زمین'
۴.س ك.'رعنا نتوان گویا رفت'
۵.ی ك،ی ف.'باین'نازکی
۶.ی ك،ی ف.'باین'رعنائی
۷.ی ف.'رنگت'است
۸.ی ف.'ز'جهان
۹.ی ك.'مکن'
۱۰.ی ك.کوی'را'
۱۱.ی ف.'ندیده'

همه[1] کس محنت عشق تو کشیدست ولی
آنچه من از تو کشیدم نکشیدست[2] کسی

لذّتِ چاشنی وصل تو من دانم[3] و پس
که چو من زهر فراقت نه چشیدست[4] کسی

در[5] ره عشق ز منزل گه مقصود مپرس
کان مقامیست که آنجا نرسید ست کسی

پیش من شرح مکُن عاشقی مجنون را
که چو من عاشقی دیوانه ندیدست کسی

دل وجان[6] داد هلالیّ و غمِ عشق خرید
گرچه غم را بدل و جان بخریدست کسی

غزل۱۹۹

ای[7] صد هزار چون من خاک در سرایی
کزوی[8] برون خرامد مثل تو دلربایی

خواهم که با تو باشم امّا کجا نشند
مثل تو پادشایی یا[9] همچو من گدایی

۱.ی ك.'هر' کس،(توف)در'س ج.این شعر نیست: :
همه کس محنت عشق .... کشیدم نکشیدست کسی

۲.س ك.'ندید است' ۳.ی ف.'دایم و بس'

۴.س ك،ی ف،س ج.'عاشق دیوانه ندید است' ۵.(توف)دری ك،س ك،ی ف،س ج. این اشعار از:در ره عشق ز منزل گه..........تا..........دیوانه ندیداست کسی نیست:

۶.س ك.'جان و دل' ۷.(توف)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۱۹۹) از اوّل تا آخر نیست:
ای صد هزار چون من خاک.......... ....از دست بی وفایی

۷.س ك.'کردی'ی ك.'کی دیگری خرامد پیش' ۹.س ج.'یا'ندارد

ای پادشاه خوبان بیداد و ظلم تا کی
اندیشه کن خدارا از آه[1] مبتلایی

با آن لباس نازك دانی که چیست قدّت
سروی که باشد اورا از برگ گل قبایی

با این غمی که دارم[2] شادم ز نالهٔ خود
کین آه و[3] ناله آخر سر می کشد ز جایی[4]

گر آن بلای جانها بد رفت در حقِ من
یا رب نگاه دارش از هر[5] بد و[6] بلایی

گویند گاهی هلالیّ در عشق چیست کارت
هرجا[7] جفا کشیدن از دست بی وفایی

غزل ۲۰۰

چون[8] درمیان خوبان رسمیست بی وفایی
بیگانگی از ایشان بهتر که[9] آشنایی

هر روز اگرچه با خود می سازم آشنایت
خود را چو روز اول بیگانه می نمایی

۱.س ك،س ج.'راه'
۲.س ك،ی ك،'شادم بگوشهٔ غم از آه و ناله خود'س ج.'شادم بگوشه غم از آه ناله خود'
۳.س ك.'و ناه آه'س ج.'ناله آه
۴.س ك،ی ك،س ج.'به جای'
۵.ی ك.'قهر'
۶.ی ك.'و'ندارد
۷.س ك،ی ك،س ج.'هردم'
۸.(**نوٹ**)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۰۰) از اوّل تا آخر نیست:
چون درمیان خوبان رسمیست.......... ....خوش وقت آن گدایی
۹.س ك،ی ك.بهتر'ز'آشنائی

در[۱] سینه گر در آیی دل را حیات جانی
بر دیده گر نشینی نور دو چشم مایی
جان من است جانان تا او جدا شُد[۲] از من
جان هم[۳] ز تن جدا شُد فریاد ازین[٤] جدایی
افتاده ام[٥] وصلش در محنت رقیبان[٦]
دولت مرانسازد[۷] ای بخت بد کجایی
در کوی عشق بازی از نام و ننگ بگذر
با یکدیگر نه زیبد رندی و یار سایی
تا دیده ام هلالیّ خود را گدای کویش
سلطان وقت خویشم خوش وقت آن[۸] گدایی

غزل۲۰۱

تاگاه[۹] اگر ز ما سخنی گوش می کنی
یك لحظه نا گذشته فراموش می کنی
گویی[۱۰] به دیگران سخن امّا چون من رسم
تا نشنوم حدیث تو خاموش می کنی

---

۱. (توقف) در'س ك، ی ك، س ج' این شعر نیست: :

در سینه گر در آیی .... نور دو چشم مایی

۲. س ك. 'او از من جدا نشد'
۳. ی ك. 'جانم'
٤. س ك. 'از' جدایی، ی ك. 'زین' جدایی
٥. ی ك. 'به' وصلش، س ج. 'ز' وصلش
٦. س ك. 'فراقش'
۷. ی ك. 'مرا نشاید'
۸. ی ك، س ك. 'این' گدایی
۹. س ك. 'تاکه' (توقف) در'ی ف. این غزل (شمارهٔ ۲۰۱) از اوّل تا آخر نیست:

تاگاه اگر ز ما سخنی ....مدّعیان گوش می کنی

۱۰. س ك، ی ك، س ج. 'کویی'

یك روز هم به مجلس ما چهره برفروز[۱]
تا چند باده با دگران نوش می کنی
دست مرا بگیر که از پا فتاده ام
با دیگری [۲] چه دست در آغوش می کنی
گوش رضا به قول هلالیّ نمی نهی
گویا حدیث مدّعیان گوش می کنی

غزل۲۰۲

اگر[۳] به لطف به خوانی و گر به جور برانی
تو پادشاهی و ما [۴] بندۀ توییم[۵] تو[۶] دانی
ترا اگر چه نیاز کسی [۷] قبول نیفتد [۸]
من از جهان بتو نازم که نازنین جهانی
بهر کسی که نشینی مرا به خاك نشانی[۹]
دگر به کس منشین تا بر آتشم نه نشانی
بهر کجا که رسیدم ز خوبئ تو شنیدم
چو روی خوب تو خوب دیدم هنوز بهتر ازانی
بغیر جان دگری نیست با تو در دلِ تنگم
امید هست که جان هم [۱۰] نماند و تو [۱۱] به مانی [۱۲]

۱.س ك.چهره'افروز'
۲.ی ك.با'دگران'
۳.(نوف)در'ی ف.این غزل(شمارۀ ۲۰۲) از اول تا آخر نیست:
اگر به لطف به خوانی ....تا به لطف به خوانی
۴.س ك.و'من'
۵.س ك.تو'می دانی'ی ك.'توام'س ج.'تو هم'
۶.س ك،ی ك.'تو'ندارد
۷.س ك،س ج.'مرا'قبول
۸.ی ك.'نه افتد'
۹.ی ك،س ج. 'نشاندی'
۱۰.س ك،ی ك،س ج.'آن هم'
۱۱.س ك،ی ك. 'به'ندارد
۱۲.ی ك.'جا نی'

طریق مهر تو ورزم بهر صفت که توانم
تو نیز مرحمتی[۱] کن بآن قدر که توانی

ز روی شوق هلالی هوای بزم تو دارد
بدین[۲] هوس غزلی گفت تا به لطف به خوانی[۳]

غزل ۲۰۳

گفتی[٤] بگو که بندۀ فرمان کیستی
ما بندۀ توایم تو سلطان کیستی

جان[٥] میدهند بهر تو خلق ز[٦] هر[۷] طرف
امّا[۸] ازین میانه تو جانان کیستی

ای گنج حسن ما تو چه حاجت بیانِ شوق
هم خود ببین[۹] که در دل ویران کیستی

می بینمت که بر سر ناز و کرشمهٔ
تا[۱۰] باز در کمین دل و[۱۱] جان کسیتی

ما از غمت هلاك و تو با[۱۲] غیر هم نفس
بنگر کجاست درد و[۱۳] تو درمان کسیتی

۱.س ك.'بی رحمتی'
۲.س ك،س ج.'ازین هوس'ی ك.'درین روش'
۳.س ج. 'بآن قدر دانی'
٤.(نوٹ)در'ی ف.این غزل(شمارۀ ۲۰۳) از اوّل تا آخر نیست:
گفتی بگو که بندۀ............ ....آفتاب درخشان کیستی
٥.س ج.'چون'می دهند
٦.ی ك.'به'هر
۷.س ج.'تو هر'
۸.ی ك،س ج.'آیا'ازین میانه
۹.ی ك،س ك،س ج.'بگو'که در دل
۱۰.س ج.'تا تار زده'
۱۱.ی ك،س ك.'و'ندارد
۱۲.س ج. 'با'ندارد
۱۳.س ك،ی ك،س ج.'و'ندارد

در[1] از رخِ تـــــو روز هـــــلالــــیّ سیـــــاه شُـــد
تـــــا خـــود تــو آفتـــاب درخشـــــان کیستـــی

غزل۲۰٤

یـــار[2] دو راز صـــحبـــت اغیـــار بـودی کـــاشکـــی
یـا [3]گـهـی بـا عـاشـقـان [4] هـم [5]یـار بودی کـاشکی
چـون تـوان گـفتـن کـــه جـورت کـاش بـودی انـدکـی
انـدکـــی بـود ایـن [6] قـدر بسیـــار بـودی کـــاشکـــی
ذرّه را فـــی الـجـمـلــه [7] قـدری نیســـت پیـش آفتـاب
قـدر مـــن هم پیشـت ایـن[8] مـقـدار بـودی کـاشکـــی
هـــر [9] گـــل از روی تـــو یـــادم داد و آتـــــش ز د بـدل
ایـن هـمـــه گـلهـــا کـــه دیـدم خـار بودی کـاشکی
وی[10] بـــه دیـواری فـگـــنـدی سـایـــه و مـــردم ز رشك
قـــالـــب مـــن خـــاك آن دیـوار بـودی کـــاشکـــی
رفتـــی و درد هـلالـــیّ هـمـچـنـــان نـــا گـفتـه مـــاند
عـــاشـقـــان را قـوت گـفتـــار بـودی کـــاشکـــی

۱.س ج،ی ك،س ك. 'دور'از رُخ ۲.(توف) در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۰٤) از اوّل تا آخر نیست:
یـــار دور از صـــحبـــت اغیـــار.......... ....گـفتـــار بـودی کـــاشکـــی
۳.س ك،ی ك،س ج. 'که'گهی ٤.س ج.با'عاشق' ٥.س ك،ی ك،س ج.'خود'یار
٦.س ج.این'را'قدر ۷.س ك.'فی الحال'
۸.ی ك.'همان'مقدار ۹.(توف) درس ج.این شعر این طور آمده است:
بـر گـل از روی افـگـندی سـایـه هـر دم ز رشك قـالـب مـن خـاك آن دیوار بودی کـاشکی
۱۰.(توف) درس ج.این شعر نیست:
وی بـــه دیـــواری فـگـــنـدی ....آن دیـــوار بـــودی کـــاشـکـــی

غزل ۲۰۵

ای [1] گلستان جمالت در کمال خرّمی
عالم از ناز تو پُر شد نازنین عالمی

خرمن آدم چو [2] بهر دانهٔ بر باد شُد
چون کند با دانهٔ خال تو مسکین آدمی

مردهٔ صد ساله را در یك نفس جان می دهی
با تو کی باشد مسیحا را مجال هم دمی

سینه را گفتم که بی غم شور ولی [3] غمناك [4] گفت
با غمش [5] جایی که من باشم چه جای نمی [6]

گر هلالیّ ازدرت محروم شد تدبیر چیست
در حریم آن حرم کس را نباشد محرمی

غزل۲۰۶

چه حاجت [7] است گه، گه لطف [8] و گه عتاب کنی
کرشمهٔ بنما تا جهان خراب کنی

شراب خورده و خنجر کشیده آمدهٔ
که سینهٔ ام به شگافی دلم [9] کباب کنی

---

۱. (توف) در'ی ف. این غزل (شمارهٔ ۲۰۵) از اوّل تا آخر نیست:
ای گلستان جمالت در کمال.......... ....کس را نباشد محرمی
۲. س ج. 'ز' بهر دانه
۳. س ك، ی ك، س ج. 'دل' غمناك
۴. س ك. 'صد جا' گفت
۵. س ج. با'غمت'
۶. س ك. 'مایی'
۷. س ك. 'حالت' (توف) در'ی ف. این غزل (شمارهٔ ۲۰۶) از اوّل تا آخر نیست:
چه حاجت است گه، گه.......... ....تمنّای آفتاب کنی
۸. س ك، ی ك، س ج. لطف 'خشم'
۹. س ج. 'جگر' کباب

چه غم که توبهٔ من شِکنی ازان ترسم
که دور من [1] برسد توبه از شراب کنی
بروز واقعه مار از کوی خویش مران
چو می روم چه حاجت که اضطراب کنی
هلالیؔ این همه از دست خویش می سوزی
تو [2] ذرّه و [3] تمنّای آفتاب کنی

غزل۲۰۷

تو [4] از من فارغ و من از تو دارم صد پریشانی [5]
نمی دانم تغافل می کنی یا خود نمی دانی
کنونِ تامی توانی [6] از جفا کردن پشیمانی شو
که بعد از مردنم [7] سودی نمیدارد پشیمانی
قدت بر جان مردم فِتنه شُد یارب [8] چه خوش باشد
اگر بنشینی و آن [9] فتنه را از پای بنشانی
دلم گر [10] سوختی بگذار باری استخوانم را
که می خواهم سگِ کوی ترا خوانم به مهمانی
هلالیؔ دشمن [11] است آن ماه و اورا دوست می داری
محبت بین که از جان دوستم با دشمنِ جانی

۱.س ک،ی ک،س ج.'چون'برسد
۲.ی ک.تو'که'
۳.س ک،ی ک.'و'ندارد
۴.(توث)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۰۷) از اوّل تا آخر نیست:
تو ازمن فارغ ومن از تو.......... ....دوستم با دشمن جانی
۵.س ک. 'پشیمانی'
۶.س ج. 'توانم'
۷.ی ک،س ک،س ج.'کشتم'سودی
۸.ی ک.'باری'چه خوش
۹.س ک،ی ک،س ج.'این'فتنه
۱۰.س ک. دلم'را'سوختی
۱۱.س ک،ی ک. 'دشمنت'

غزل۲۰۸

دلا[1] رفت آنکه وصل دلستانی داشتم روزی
نشاید زنده[2] بود اکنون که جانی داشتم روزی

زنده من پُرسید شرح قصۀ یعقوب و یوسف را
که پُر[3] عشقم و عشقِ جوانی داشتم روزی

ز جورت هر زمان افسانۀ دارم خوش[4] آن حالت
که از لطف تو هر جا داستانی داشتم روزی

خدارا چارۀ کن پیش از آنروزی که بعد از من
بصد افسوس گویی نا توانی داشتم روزی

دهان[5] پر گفت و گوی شوق و نتوان دم زدن با او
مرا یارب چه شد من هم[6] زبانی داشتم روزی

هلالیّ می رسد آهم به ماهِ آسمان شبها
به یاد آنکه ماه مهربانی داشتم روزی

غزل۲۰۹

خدا[7] را سوی مشتاقان نگاهی
پیاپی گر نباشد گاه گاهی

۱۲.(توف)در'ی ف.این غزل(شمارۀ ۲۰۸) از اوّل تا آخر نیست:

دلا رفت آنکه وصل............ ....مهربانی داشتم روزی

۲.س ک. 'رنجه'بود ۳.س ک. 'بر'عشقم

۴.س ک.'آن خط' ۵.س ک.'دلهن'گفتگوی

۶.س ک.'خود'زبانی ۷.(توف)در'ی ف.این غزل(شمارۀ ۲۰۹) از اوّل تا آخر نیست:

خدا راسوی............ ....از خاک راهی

نگاهی کُن به امّیدی که داری
که داریم[۱] از تو امید[۲] نگاهی

بیا ای آفتاب عالم افروز
که پیش آمد عجب[۳] روزِ[۴] سیاهی

رقیبا امشب[۵] از من با[۶] حذر باش
که خواهم سوخت عالم را بکاهی

هلالیّ خاك شُد سویش گذر کُن
چه دامن می کشی از خاك راهی

غزل ۲۱۰

زمن[۷] بیگانه شُد بیگانه با[۸] اغیار بایستی
چرا با دیگران یارست با من یار بایستی

دران کو رفتم[۹] از دیدنش محروم بر گُشتم
بهشتی آن جهان را دولتِ دیدار بایستی

چه نارست[۱۰] این که هرگز در نیازِ من نمی[۱۱] بینی
ز خواب نار چشمت[۱۲] اندکی[۱۳] بیدار بایستی

۱.س ك،ی ك. 'دارم'از تو
۲.س ك،س ج. 'امیدی'
۳.س ك،س ج. عجب'مرا'
۴.س ج.'روزی'سیاهی
۵.ی ك.'از من امشب'
۶.س ك.من'بر'حذرس ج،ی ك.من'پر'حذر
۷.(نوٹ)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۱۰) از اوّل تا آخر نیست:
ز من بیگانه شد بیگانه.......... ....غم بیمار بایستی
۸.س ج.'از'اغیار
۹.س ك،س ك،س ج.'و'از دیدنش
۱۰.ی ك،س ج.'ناز است'
۱۱.ی ك،س ك،س ج.'ما نمی'
۱۲.س ك،س ج.'چشم'
۱۳.س ك.'نازکت'س ج.'نازکی'

به جرمِ آنکه در دور[1] جمالت روی گل دیدم

به جای هر مژه در دیده[2] ام صد خار بایستی

به صد حسرت هلالی مرد و یار از دردِ[3] او فارغ

طبیب دردمندانرا غمِ بیمار[4] بایستی

غزل۲۱۱

من[5] نگویم که وفا یار مرا بایستی

اندکی[6] صبر دلِ زار[7] مرا بایستی

لطف خوبان دگر نیست علاج دلِ من

این صفت یار دل آزار مرا بایستی

این[8] همه خواب که[9] بخت سیه من دارد

اندکی دیدهٔ بیدار مرا بایستی

ذوقِ پیمان ترا صید ندانست[10] دریغ

زخم آن سینهٔ افکار مرا بایستی

هر[11] کجا..............................

...............................دلدار می بایستی

۱.س ج. 'دل'جمالت ۲.س ج،س ک،ی ک. 'چشم من'

۳.س ک. 'اورا کس نمی پرسد' ۴.س ک،س ج.'بسیار'بایستی

۵.(نوٹ)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۱۱) از اوّل تا آخر نیست:

من نگویم که وفا یار.......... ....تار مرا بایستی

۶.س ج.'آزار'مرا ۷.ی ک. 'زین'همه

۸.س ج.'اگر'بخت ۹.س ج. 'نه آنست'

۱۰.س ک.'چو من' ۱۱.س ک،س ج.'این اشعار اضافی است'

در جهان قاعده........................
........................مرا بایستی

وصف آن روی چو مه[1] پیش هلالی گفتم
گفت آن[2] شمع شبِ تار مرا بایستی

غزل۲۱۲

بر[3] من [4]زار ستمها کردی
بارک الله[5] کرمها کردی
کاشکی[6] حالِ من[7] از من پُرسی
تا بگویم چه ستمها کردی
من براهت قدم از سر کردم
تو سر خاک قدمها کردی
ساقیا وقت تو خوش[8] باد مدام
که بمی چارهٔ غمهای[9] کردی
گرچه گشتی چو هلالی مارا
فارغ از جمله المها کردی

۱.س **ک**.'چو من'   ۲.س **ک**،ی **ک**،س ج.'این'شمع

۳.(**نوٹ**)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۱۲) از اول تا آخر نیست:

بر من زار ستمها.......... ....المها کردی

۴.ی **ک**،س **ک**.'شوخ زار'   ۵.س **ک**،س ج.'چه'

۶.س **ک**.'که شکی'   ۷.س ج.'دل'

۸.ی **ک**.'خوشت'باد   ۹.س ج.'کرم ها' کردی

غزل۲۱۳

بس[۱] که جانها[۲] همه شد صرف[۳] جانان کسی
جان دگر نیست اگر[٤] هست[٥] تویی جان کسی

در حق بنده ستمها تو از حد بگذشت
شرمسارم ز کرمهای تو سلطان کسی

چاك شد حبیب من ای[٦] هجر[۷] ز دست[۸] ستمت
نرسد دست تو یارب[۹] بگریبان کسی

حالِ شبهای مرا بی خبری کی داند
که شبی روز نگر دست به هجران[۱۰] کسی

موسم نیست[۱۱] که دامان تو گیرم لیکن
بی کسانرا نرسد دست به دامان کسی

گر جدا مانده ام[۱۲] از یارِ ملامت می کنید
چه کنم چرخ فلك نیست به فرمان کسی

از فغانهای هلالیّ خبری نیست ترا
وه که هرگز نکنی گوش با فغان کسی

۱.(**توف**)در'ی ف.این غزل(شمارهٔ ۲۱۳) از اوّل تا آخر نیست:
بس که جانها همه شد.......... ....گوش با فغان کسی

۲.س ج.'جایٔ همه'
۳.س **ك**.'عرق'س ج.'خون'
٤.ی **ك**،س ج.نیست'دگر'
٥.س **ك**.'است'تویی
٦.س ج.'ازین'هجر
۷.س **ك**.'دوست'ی **ك**.'ای شوخ'
۸.س ج.'ز دست'ندارد
۹.س ج.'ز'گریبان
۱۰.ی **ك**.'ز'کسی
۱۱.س ج.'همه شب مستم'
۱۲.س **ك**.'مانم ازان ماه'س ج.'آن ماه'

متفرقات

متفرقات

۱

محمد عربی[۱] آب روی[۲] هر دوسراست
کسی که خاک درش نیست خاک بر سر او
شنیده ام که تکلم نمود همچو مسیح
بدین[۳] حدیث لب لعل روح پرور او
که من مدینه علمم علی درست مرا
عجب خجسته حدیثی[٤] است من سگ در او

۲

ای[۵] سیه نامه کز برای نجات
حرفی از باب رحمتش[٦] گفتی[۷]
سبقم[۸] چیست گفته زین باب
سبقت[۹] رحمتی علی غضبی

---

۱. ی ف. عربی' که' آبروی　　۲. س ك، س ج. 'کابروی' هردو

۳. س ك، ی ف. 'این' حدیث　　٤. س ك، ی ف. 'حدیث' است

۵. **(نوٹ)** در' س ج' این شعر نیست:

ای سیه نامه .... رحمتش گفتی

٦. ی ف. محمّد 'رحمتی'　　۷. ی ف. 'علی غضبی های'

۸. **(نوٹ)** در' ی ك'. این شعر نیست:

سبقم چیست گفته ای زین باب　　سبقت رحمتی علی غضبی

۹. س ك. 'سبقی'

٣

دلا تا[1] توان مهر[2] گیتی مورز[3]
که تیغ سیاست به کینت کشد[4]
مشو غره گر ابلق چرخ را
قضا و قدر زیر زینت کشد[5]
گرفتم که بر آسمان رفته ای
اجل عاقبت در زمینت کشد[6]

٤

ای خواجه مپندار که گوهر جودیم
این[7] حقه فیروزه گردون صدف[8] ماست
ما هیچ کسانیم که بر ما ز همه کس
خواری[9] رسد و[10] آن حقیقت[11] شرف ماست
از نیک و بد[12] مردم ایام ننالیم
ایشان همه نیک مند و بدی از طرف ماست

۱.(**نوٹ**)در'س ج'این اشعار از:دلا تا توان مهر...............تا...............در زمینت کشید' نیست
۲.ی ف.'بهر'گیتی
۳.ی ف،س **ك**.گیتی'فروز'
٤.س **ك**.بکشیت'کشید'
٥.س **ك**.زینت'کشید'
٦.س **ك**.زمینت'کشید'
۷.س **ك**.'کین'حقّه
۸.س **ك**.'صدیق'ماست
۹.س **ك**،ی ف،س ج.'که'رسد
۱۰.س **ك**،ی ف.'و'ندارد
۱۱.س **ك**،س ج.'به حقیقت'ی ف.'بگورفت'
۱۲.ی ف.'مدد'

٥

به [3] سهر گوش هلالی که عاقبت چو هلالی
بلند مرتبه گردی فلک مقام شوی
نهفته از نظر خلق باش ماه به ماه
کرت هواست که منظور خاص و عام [4] شوی
خمیده قامت و [5] زار و نزار شو یعنی
چو ماه نو کم [6] خود گیر تا [7] تمام شوی

٦

یاران کهن که بنده بودم همه را
در بند جفای خود شنودم همه را
زنهار [1] ز کس وفا مجوید [2] که من
دیدم همه را و آزمودم همه را

٧

باز آی که از جان اثری نیست مرا
مدهوشم [8] و از خود خبری نیست مرا
خواهم [9] که به جانب تو پرواز کنم
امّا [10] چه کنم بال و پری نیست مرا

---

١. (نوٹ) در 'ی ک' این شعر نیست:

زینهار ز کس وفا .... وآزمودم همه را

٢. ی ک. 'مجوئید وفا'

٣. (نوٹ) در 'ی ک، ی ف' این شعر نیست:

به مهر گوش هلالیؔ که .... گیر تا تمام شوی

٤. س ک. 'عام وخاص'

٥. س ج. 'و' ندارد

٦. س ک. 'تویم'

٧. س ک. 'به آ' تمام

٨. س ج. 'موهوشی' و از خود

٩. (نوٹ) در 'ی ک' این شعر نیست:

خواهم که به .... بال و پری نیست مرا

١٠. ی ک. 'آیا' چه کنم

٨

روز[1] و شب من به گفتگوی تو[2] گذشت

سال و نه من به جستجوی تو گذشت

عمرم به طواف گرد کوی تو گذشت

القصه همه[3] در آرزوی تو گذشت

٩

در[4] عالم بی وفای[5] کسی خرّم[6] نیست

شادی و نشاط در بنی آدم نیست

آنکس که درین[7] زمانه اورا غم نیست

یا آدم نیست یا درین عالم نیست

١٠

از بس که مرا دولت دیدار کم است

گفتن نتوان که تا چه[8] مقدار کم است

رنجست[9] فراقت[10] که کمش بسیار است

عیش[11] است وصال تو که بسیار[12] کم است

---

١. (نوٹ) در 'ی ف' این دو تا شعر از: 'روز و شب من.............تا..........در آرزوی تو گذشت' نیست

٢. ی ف. 'تو' ندارد ٣. س ج. 'همه' ندارد

٤. (نوٹ) در 'ی ف' این شعر نیست:

در عالم بی وفا .... در بنی آدم نیست

٥. ی ف. 'شادی و نشاط' ٦. س ف. 'خورم'

٧. س ف، ی ف، س ج. 'ازین' عالم ٨. س ف. 'تا کی به مقدار'

٩. س ف، ی ف. 'رنجی است' ١٠. س ف. 'فراق'

١١. س ف، ی ف. 'عیسی' است ١٢. ی ف. 'وصال تو'

۱۱

آنی[۱] که تمام[۲] از نمکت[۳] ریخته اند
درات[٤] وجودت ز نمك بیخته اند
با شیرهٔ[٥] جانها نمك آمیخته اند
تا همچو تو صورتی[٦] بر انگیخته اند

۱۲

تا کی دولت از[۷] چرخ حزین خواهد بود
با محنت و درد همنشین خواهد بود
خوش باش شب و روز[۸] که پیش از من و تو
با تو و[۹] چنین بود و چنین خواهد بود

۱۳

یار[۱۰] آمد[۱۱] و یار دل نواز[۱۲] آمد باز[۱۳]
به هر دل خسته چاره[۱٤] ساز آمد[۱٥] باز
عمر همه رفته بود و[۱٦] از رفتن او
صد شکر که عمر رفته باز آمد باز[۱۷]

---

۱. ی ف. 'آبی' که
۲. ی ف. 'تمامت' س ك. 'مرا'
۳. ی ف. 'نمك' ریخته
٤. ی ف. 'در ذات'
٥. ی ف. 'باشیدهٔ'
٦. ی ف. 'صورت' بر انگیخته
۷. س ج. 'ز' چرخ
۸. س ج، س ك، ی ك، 'که روزگار'
۹. ی ك، س ج. 'تا بود'
۱۰. س ج. 'و' ندارد
۱۱. ی ف. 'باز'
۱۲. ی ك. 'آمده'
۱۳. ی ف. 'نواز'
۱٤. ی ك. 'است'
۱٥. ی ك. 'آمده است'
۱٦. س ك، ی ك، س ج. 'و' ندارد
۱۷. ی ك. 'آمده است'

۱٤

دردا که اسیر ننگ و نام میم هنوز
در گفت و شنید خاص و عامیم هنوز
شد[۱] عمر تمام و نا[۲] تمام هنوز
صد بار بسوختیم و خامیم هنوز

۱٥

امروز ز حد می گذرد[۳] سوز فراق
وین شعلۀ آه آتش افروز فراق
روزی عجبی پیش من آمد[٤] یارب[٥]
این روز قیامت است یا روز فراق

۱٦

در[٦] عشق نکویان چه فراق و[۷] چه وصال
بد حال عاشقان بود در همه حال
گر وصل بود تمام سوز ست و گذار
در هجر بود تمام رنجست[۸] و ملال

۱۷

من[۹] باده به مردم خردمند خورم
یا از کف خوبان شکر خند[۱۰] خورم

۱.(نوٹ) در'س ك'این شعر نیست:

شد عمر تمام و .... سوختیم و خامیم هنوز

۲.ی ف.'نا'ندارد ۳.س ك.'می گذر شوق'ی ف.'میگذر'

٤.ی ف.'امید' ٥.س ك.'امروز'

٦.(نوٹ) در'ی ك،س ج'این اشعار از:'در عشق نکویان........تا........رنجست و ملال' نیست:

۷.س ك.'چه وصل و فراق' ۸.ی ف.'ریخت'

۹.س ج.'خنده'خورم ۱۰.س ك.'جوزان'

هرگز نه خورم ز باده خوردن[1] سوگند
حاشا که به جای باده سوگند خورم

۱۸

نی[2] از تو حیات جاودان می خواهم
نی عیش[3] و تنعم[4] جهان می خواهم
نی کام دل و راحت جان می خواهم
آنی که رضای تست آن می خواهم

۱۹

ای[5] هم نفس چند که یارید به من
عاشق شده ام مرا گذارید به من
چندم[6] گویید[7] کز فلان دل بگسل[8]
من دانم[9] و دل شما چه دارید[10] به من

۲۰

مسکینم[11] و کوی عاشقی منزل من
مسکین دگر این بیحاصل من

۲.س ک.'جوزان' ۲.(توٹ)در'ی ف،س ک'این اشعار از:'نی از تو حیات.........تا
.........رضای تست آن می خواهم' نیست ۳.س ج.'عاشقی'
٤.ی ک.'فی غم'س ج.'وغم' ۵.(توٹ)در'ی ک،س ک،ی ف،س ج'این شعر نیست:

ای هم نفس چند که .... مرا گذارید به من

٦.ی ک.'چند'(توٹ)در'ی ک،س ک،س ج'این شعر نیست:

چندم گویید .... چه دارید به من

۷.ی ف.'گویند' ۸.ی ف.'بگسل دست'
۹.ی ف.'ندانم' ۱۰.ی ف.'دارند'
۱۱.(توٹ)در'س ک،ی ک،س ج'این اشعار از:'مسکینم و کوی عاشقی.........تا.........من و مسکین دل من'
نیست

ای جان حزین تو نیز مسکین گشتی
مسکین تو و مسکین من و مسکین دلِ من

۲۱

تا [۱] چشم تو عشوه ساز خواهد بودن
صد دل شده عشق باز خواهد بودن
تا از طرف تو ناز خواهد بودن
از جانب ما نیاز خواهد بودن

۲۲

به گداختم [۲] از دست جفا کردن تو
اینست طریق بنده پرورده [۳] تو
گر من به گناهِ [۴] عاشقی کشته شوم
خون من بی گناه در [۵] کردن تو

۲۳

که درپی [۶] آزار دل [۷] رنجوری
که در پی [۸] بیداد من مهجوری
شوخی [۹] و به حسن خویشتن مغروری
با [۱۰] عاشق خود هرچه کنی مغروری

☆☆☆

---

۱. (نوٹ) در'س ک،ی ف،ی ک،س ج'این اشعار از:'تا چشم تو عشوه......تا ...... نیاز خواهد بودن' نیست

۲. ی ف. 'مرغ' از دست

۳. ی ف،س ک،ی ک،س ج. 'پروردن' تو

۴. ی ک. 'بی کناره'

۵. ی ک،س ک،س ج. 'بر' کردن

۶. س ج. 'گر بر سر'

۷. ی ف. 'دلی' رنجور

۸. ی ف،ی ک،س ج. 'گر بر سر'

۹. (نوٹ) در'س ک'این شعر نیست:

شوخی و به حسن .... با عاشق خود هرچه کنی مغروری

۱۰. س ج،ی ف،ی ک. 'بر' عاشق

کتابیات

۱۔ ادب نامہ ایران، ج-دوم، مرزا مقبول بدخشانی، یونیورسٹی بک شاپ، لاہور۔

۲۔ ایران صدیوں کے آئینے میں، ڈاکٹر امرت لعل عشرت، بنارس، ۱۹۶۷ء۔

۳۔ از سعدی تا جامی، تاریخ ادبی ایران از نیمہ قرن ہفتم تا آخر قرن ہشتم ہجری، ادوارد براؤن، چاپ سوم، تہران ۱۳۵۱۔

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج-سوم، طبع اول، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۸ء۔

۵۔ احسن التواریخ، حسن روملو، در مطبع مشن پریس، کلکتہ، ۱۹۱۳ء۔

۶۔ بزم تیموریہ، ج-اول، سید صباح الدین عبدالرحمٰن، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۱۱ء۔

۷۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل دوم، ذبیح اللہ صفا، تہران یونیورسٹی۔

۸۔ تحفہ سامی، سام مرزا صفوی، تہران، ۱۳۱۴ش۔

۹۔ تذکرہ صبح گلشن، سید محمد صدیق حسن خاں، مطبع شاہجہانی، بھوپال، ۱۸۷۸ء۔

۱۰۔ تاریخ ادبیات ایران از صفویہ تا عصر حاضر، حصہ اول، پروفیسر ادوارد براؤن تہران، ۱۳۱۶ش۔

۱۱۔ تاریخ نظم ونثر در ایران و در زبان فارسی، سعید نفیسی مھین چاپ خانہ، ۱۳۴۴ش۔

۱۲۔ تاریخ ادبیات در ایران، فصل اول، دکتر ذبیح اللہ صفا، چاپ خانہ کاویان تہران ۱۳۶۴ش۔

۱۳۔ تاریخ علوم وادبیات ایرانی، دکتر ذبیح اللہ صفا، ابن سینا، تہران، ۱۳۴۷ش۔

۱۴۔ تاریخ ادبیات ایران، ڈاکٹر رضا زادہ شفق، آفسیٹ پرنٹرس، دہلی، محترم سید مبارز الدین رفعت، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

۱۵۔ تاریخ ادبیات در ایرن، ج-چہارم، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، تہران، ۱۳۶۳ش۔

۱۶۔ تاریخ ادبیات ایران، ج-اول، ڈاکٹر منظر امام، مظفر پور، بہار، ۲۰۰۰ء۔

۱۷۔ تذکرہ روز روشن، مظفر حسین گوپاموی، مطبع شاہجانی، بھوپال، ۱۲۹۷ھ۔

۱۸۔ تاریخ عالم آرای عباسی، اسکندر بیگ، ج-اول، چاپ خانہ موسوی، تہران، ۱۳۳۴ش۔

۱۹۔ تذکرۃ الشعراء، مولانا محمد عبدالغنی خان غنی علی گڑھ چاپ، ۱۴۱۹/۱۹۹۹م۔

۲۰۔ تذکرہ حسینی، میر حسین دوست سنبھلی، مطبوعہ، ۱۸۷۵ء۔

۲۱۔ تذکرہ ہای فارسی، احمد گلچین معانی کتاب خانہ سنائی، ایران، ۱۳۶۳۔

۲۲۔ تاریخ نامہ ہرات، سیف بن محمد بن یعقوب، کلکتہ، ۱۹۴۳ء۔

۲۳۔ تذکرۃ الشعراء، دولت شاہ سمرقندی ۱۹۰۰ء۔

۲۴۔ تاریخ روضۃ الصفا، ج-دوم، میر محمد بن سید برہان الدین خواند شاہ، معروف بہ میر خواند، انتشارات کتاب فروشھای، تہران، ۱۳۳۹۔

۲۵۔ حبیب السیر، ج-چہارم، غیاث الدین ہمام الدین الحسینی معروف بہ خواند میر، چاپ خانہ حیدری، ۱۲۷۲۔

۲۶۔ خزانہ عامرہ، غلام علی آزاد بلگرامی، نول کشور لکھنؤ، ۱۸۷۱ء۔

۲۷۔ دانش نامہ ادب فارسی، ج-سوم، حسن انوشہ، تہران، ۱۳۷۸۔

۲۸۔ دیوانِ ہلالی، رامپور رضا لائبریری، رامپور، کیٹلاگ نمبر ۳۳۶۴ ردیف کتاب خانہ۔

۲۹۔ دیوان ہلالی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، یونیورسٹی نمبر ۳۱ فارسیہ۔

۳۰۔ دیوان ہلالی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، سلیمان کلکشن نمبر ۳۳/۱۲۷۳۔

۳۱۔ دیوان ہلالی، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یونیورسٹی نمبر فارسیہ (۱) نظم۔

۳۲۔ دیوان ہلالی، سالار جنگ میوزم حیدرآباد ۵۱۵ A / nm۔

۳۳۔ دیوان ہلالی چغتائی، بادشاہ و درویش وصفات العاشقین، سعید نفیسی کتاب خانہ سنائی، تہران، ۱۲۷۳۔

۳۴۔ دیوان امیر خسرو، ڈاکٹر انوار الحسن، نول کشور، بک ڈپو لکھنؤ، ۱۹۶۷ء۔

۳۵۔ دیوان حافظ، شمس الدین محمد حافظ، بہ کوشش نرجس زندی تہران، ۱۳۸۳ش۔

۳۶۔ دیوان فغانی، احمد سہیل خوانساری، چاپ خانہ اقبال۔

۳۷۔ زین العابدین، موتمن تحول شعر فارسی۔

۳۸۔ ریاض الشعراء ج، اول علی قلی خان والہ داعستان، کتاب خانہ رضا رامپور ۲۰۰۱م۔

۳۹۔ سبک شناسی ج، اول ملک الشعراء محمد تقی بہار تہران، ۱۳۷۰۔

۴۰۔ سبک شناسی، ج-سوم ملک الشعرا محمد تقی بہار تہران، ۱۳۷۰۔
۴۱۔ سبک ہندی کا آغاز وارتقا، ڈاکٹر محمد عثمان غنی دبیر سہ ماہی، ایڈیٹر احمد نوید یاسرازلان حیدر، شمارہ ا، ۲۰۱۸ء۔
۴۲۔ شعر العجم، ج-سوم علامہ شبلی نعمانی، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۳۳۵ھ۔
۴۳۔ شمع انجمن، سید صدیق حسن خاں، مطبع شاہجہانی بھوپال، ۱۲۹۳ھ۔
۴۴۔ طور معنی، محمد حسین سحر کاکوری، دہلی، ۲۰۰۷ء۔
۴۵۔ غالب فارسی غزل کی روایت میں، غالب نامہ نئی دہلی شمارہ-۵، ۱۹۸۱ء۔
۴۶۔ فارسی ادب کے ارتقاء کی مختصر تاریخ، پروفیسر ذبیح اللہ صفا، تہران، یونیورسٹی، مترجم عندلیب زہرا کاموں پوری، لکھنؤ۔
۴۷۔ فارسی نثر کی تاریخ، ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، مترجم، ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، لال کنواں، دہلی۔
۴۸۔ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، ڈاکٹر ریاض، ڈاکٹر صدیق شبلی، آفسیٹ پرنٹرس دہلی، ۲۰۱۱ء۔
۴۹۔ فرہنگ ادبیات فارسی دری، دکتر زہرا خانلری، انتشارات بنیاد فرہنگ، ایران۔
۵۰۔ کلیات سعدی، شیخ مشرف الدین، امیر کبیر تہران، ۱۳۴۶ش۔
۵۱۔ گنج سخن، دکتر ذبیح اللہ صفا چاپ خانہ ابن سینا، تہران، ۱۳۴۰ش۔
۵۲۔ لغت نامہ دھخدا، علی اکبر دھخدا (کلمہ ا) تہران، ۱۳۳۸ش۔
۵۳۔ مغلوں کے ملک الشعراء، پروفیسر نبی ہادی طبع اول، شبستان شاہ گنج الہ آباد، ۱۹۷۸ء۔
۵۴۔ مجمع الفصحا، ج-دوم، رضا قلی خان ہدایت، انتشارات امیر کبیر، ۱۳۳۹۔
۵۵۔ مخزن الغرائب، شیخ احمد علی ہاشمی سندیلوی، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، ۱۲۱۸ھ۔
۵۶۔ نتائج الافکار، قدرت اللہ خان گوپاموی، مدراس، ۱۲۵۹ھ۔
۵۷۔ نگارستان فارسی، محمد حسین آزاد، کریمی پریس لاہور، ۱۹۲۲ء
۵۸۔ ہفت اقلیم، ج-سوم، امین احمد رازی، انتشارات انجمن آسیائی، ۱۹۷۲۔

ENGLISH BOOKS

1. A history of Persian literature, v.3, EG Brown, Cambridge university, 1924.
2. A descriptive catalogue of Persian Manuscripts of Dr. Zakir hussain library, V.5, Jamia millia islamia, New Delhi.
3. Catalogue of Persian Manuscripts of Rampur Raza library V.2, Rampur 992.
4. Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in V.2, Khuda Baksh oriental Public library, Patna.
5. Catalogue of Persian Manuscripts, V.5, poetry, salarjung Museum library, Hyderabad, 1223.
6. Catalogue of Persian Manuscripts, India office library, Vo-1, Hermann E the, 1773.
7. History of Iranian literature, Jan Rypka, Holland, 1968.
8. The British Museum, V.2, Charles Rieu, London,1881.